Revised Edition

July 2011

قرآن پاک
ایک ابدی
معجزہ

اٹامک سائنٹسٹ،انجینئر سلطان بشیر محمود(ستارۂ امتیاز)
میجر(ر)امیر افضل خان

کتاب: قرآن پاک ایک ابدی زندہ معجزہ

پہلا ایڈیشن : اکتوبر 2001ء

دوسرا ایڈیشن: نومبر 2005ء

تیسرا ایڈیشن: جولائی 2008ء

چوتھا ایڈیشن: مارچ 2011ء

نفس مضمون: کلام اللہ کی معجزانہ خصوصیات، نئے نئے سائنسی معجزات اور انکشافات، منافقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور دشمنوں کی سازشوں کا مدلل اور مؤثر جواب

مصنفین : سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)

میجر (ر) امیر افضل خان

پبلشر : القرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن

60-C، ناظم الدین روڈ، F-8/4 اسلام آباد

Tel: 2260001

کمپوزر: حافظ محمد ندیم مجددی، شبانہ شاکر، ملک وقار حسین

پرنٹر:

قیمت (پاکستان) 200/-

ہر قسم کے جملہ حقوق بحق مصنف

سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز) محفوظ ہیں۔

کسی ادارہ یا فرد/افراد کو مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر کتاب یا اس کے کسی حصہ کو کسی بھی طرح چھاپنے، کاپی کرنے یا محفوظ کرنے کی اجازت نہیں۔

دعوتِ عمل

اللہ تعالےٰ کے نزدیک زندگی گذارنے کا طریقہ صرف اور صرف اسلام ہے ۔سب پیغمبروں کا یہی دین تھا جس کی تکمیل خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوئی ۔اس پر عمل کرنا اور اس کے پیغام کو آگے پہنچانا ہر مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے ۔سورۃ الرعد آیت ۴۰ میں فیصلہ کن ارشاد ہے :۔ **فانما علیك البلاغ وعلینا الحساب**۔ ''پس تم پر اس پیغام کا (دوسروں تک) پہنچانا لازم ہے اور ہم پر حساب لینا ہے''۔

ہماری **دعوت عمل** اسی فرض کی تکمیل کے لئے ہے ۔اسکے بغیر نجات مشکل ہے ۔یاد رکھیں معاشرتی نیکی کے کاموں اور ذاتی مجاہدات وعبادات سے بڑھ کر ثواب کا کام کسی کو جہنم کی آگ سے بچانے اور جنت کا راستہ بتانے میں ہے ۔حکم ربی ہے ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ''۔اس کے لئے مندرجہ ذیل ترجیہات کی درخواست ہے :۔

۱۔ روزانہ قرآن کریم کا کچھ نہ کچھ حصہ، خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو، پر خوب غور وفکر کریں اور ساتھ ہی اپنی زندگی سے موازنہ کرتے جائیں اور ہوسکے تو اپنے تاثرات کسی ڈائری پر بھی لکھتے جائیں ۔

۲۔ بلاغ کا حق ادا کرنے کے لئے اسلام پر لکھی گئی اچھی اچھی کتابوں کو خرید کر دوسروں کو بطور تحفہ دیتے رہیں۔

۳۔ اگر ممکن ہو تو ای میل اور انٹرنیٹ کی سہولیات سے فائدہ اٹھا کر دوسروں تک اللہ تعالیٰ کے دین کی خصوصیات واضح کرنے کی کوشش کریں۔

۴۔ نیکی کے کاموں کے لئے مشترکہ بیت المال قائم کریں اور حاصل کردہ مالی ذرائع کو اسلام کی تعلیم، تحقیق، تبلیغ، اور مساکین اور یتیموں کی امداد کے لئے شرع کے مطابق خرچ کریں۔

۵۔ نبی پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مسلم اُمت کیلئے عزت وتوقیر کیلئے، اور غیر مسلم اُمت کی ہدایت کے لئے روزانہ بلاناغہ دعا کرتے رہیں۔

آخر میں درخواست ہے کہ **"وَتَوَاصَوْ بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْ بِالصَّبْرِ"** کے حکم کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کیلئے باہمی رابطے پیدا کریں اور داعی الی الخیر احقر سلطان بشیر محمود کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ۔اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت کی نعمتوں سے نوازے، پریشانیاں دور فرمائے، اسلام کی تبلیغ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے کاموں میں لگائے رکھے۔(آمین)

دار الحکمت انٹرنیشنل

60-C، نجم الدین روڈ، F-8/4 اسلام آباد Tel:(+92 51) 2264102-2260001

sbm@darulhikmat.com www.darulhikmat.com

اظہار تشکر

تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو ہر کام کرنے کی توفیق بخشتا ہے۔ **(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)** اور اس عظیم ترین ہستی کا شکریہ جو رحمت العالمین ہے۔ ان کی رحمت کے صدقے ہی ہمیں یہ سعادت ملی کہ ذکر العالمین کی شان میں کچھ لکھ سکیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان پروانوں کے بھی شکر گزار ہیں جنہوں نے اس کام میں ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ ان میں ہماری کتاب "قیامت اور حیات بعد الموت" کے وہ سینکڑوں قاری بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے خطوط کے ذریعہ اللہ کے دین پر لکھنے کے لئے ہمیں مزید تقویت پہنچائی اور جن کی روشنی میں یہ ترمیم شدہ ایڈیشن شائع ہو رہا ہے۔ خصوصاً ہم اپنے محترم دوست کرنل (ر) عبدالرؤف شیخ صاحب کے لئے دعا گو ہیں جن کی کتاب "تبصرت" سے ہم نے کئی گوں فائدہ اٹھایا۔ دارالفرقان اوگی والے حضرت عبدالرؤف شاہ صاحب کے احسان مند ہیں جو ہماری سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرہ کی سائنسی تفسیر "کتاب زندگی" سے متاثر ہو کر ہمیں مسلسل تحریک دے رہے ہیں کہ ہم سائنس اور جدید علوم کو سامنے رکھ کر سارے قرآن حکیم کی تفسیر کو مکمل کریں۔ قارئین کرام سے دعا کی خصوصی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت بخشے۔ زہے قسمت کہ موجودہ کتاب اس عظیم کام کا دیباچہ ثابت ہو۔

انسان کا کام غلطی سے پاک نہیں ہو سکتا اس لئے قارئین کرام کے مشورے ہمارے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہوں گے۔

وما توفیقی الا باللہ ۔ ربی زدنی علما ۔

آپ کی دعاؤں کے طالب۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ غلام

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)
میجر (ر) امیر افضل

تیسرے ترمیمی ایڈیشن کی خصوصیات

کتاب "قرآن پاک ایک چیلنج ایک سائنسی معجزہ" کا تیسرا ایڈیشن حاضر خدمت ہے۔ یہ مکمل طور پر ترمیم شدہ ایڈیشن ہے جس میں کتاب کے دو حصے کر دیے گئے ہیں۔ پہلا حصہ "قرآن کریم میں فکر و نظر کے آداب" کے موضوع پر ہے اور دوسرا حصہ "سائنسی معجزات، اور انکشافات" کے متعلق ہے۔ چونکہ یہ موضوع کوئی جامد موضوع نہیں ہے اس لئے جدید ترین معلومات کے حوالے سے کئی ایک اضافے کر دیے گئے ہیں۔

سبحان اللہ! حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ فرمانا کس قدر صحیح تھا کہ زمانہ قرآن کریم کی خود تفسیر ہوگا۔ چنانچہ پچھلے چند سالوں میں اس کے رازو رموز پر جو تحقیقات سامنے آئی ہیں وہ مزید حیران کن ہیں۔ ان سب کا احاطہ کرنے کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ رب ذوالجلال نے توفیق بخشی تو مستقبل قریب میں انشاءاللہ ان سب کو تفصیلی طور پر قارئین تک پہنچایا جائے گا۔ اس وقت میرے سامنے صرف یہی ایک مقصد ہے کہ قرآن پاک کے سائنسی پہلوؤں کا تعارف پیش کر دیا جائے اور تفصیلات قارئین کیلئے چھوڑ دی جائیں۔ میری درخواست ہے کہ وہ اس ضمن میں خود ہمت کریں اور اگر میری کسی خدمت کی ضرورت ہو تو حاضر ہوں، رابطہ قائم کریں۔ پچھلے بیس سال سے قرآن کریم سے میرا جو تعلق رہا ہے اس کی بناء پر میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی عمیق سمندر کی مانند ہے جس کی گہرائیوں تک پہنچنا کسی ایک قاری کے بس کی بات نہیں۔ ہر غوطہ خور نئے نئے عجائبات دیکھے گا۔ تو کیوں نہ ہو ہم سب مل کر کلام پاک کی عظمت، حکمت اور رحمت سے اپنے غافل دلوں کو روشن کریں اور دنیا پر حق کو واضح کریں، شاید کہ کسی کے دل میں تو بات اتر جائے۔

پچھلے ایڈیشن میں بہت سی پروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ گئیں تھیں انہیں منیر احمد جوندہ صاحب نے اس ترمیمی ایڈیشن میں دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی سلسلہ میں جناب محمد اسلم خان اور طارق مسعود کی محنت بھی قابل ستائش ہے، اللہ تعالی ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کے پانچویں ایڈیشن میں حکیم محمد سعید (شہید) کے پرچہ "قرآن کریم اور حیاتیاتی سائنس" کا اضافہ کیا جارہا ہے۔ انہوں نے یہ پرچہ جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کی زیر صدارت ہونے والے بین الاقوامی سیمینار 17 جون 1987 کو پیش کیا تھا۔

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

جولائی 2008

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
	اظہار تشکر	04
	تیسرے ترمیمی ایڈیشن کی خصوصیات	05
	چیلنج (پس چہ باید کرد)	12
پارٹ I	**قرآن کریم میں فکر و نظر کے آداب**	**19**
باب نمبر 1	**قرآن کریم کی معجزانہ تعلیمات سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟**	**21**
1.1	قرآن کا مسلمان	22
1.2	اللہ تعالیٰ پر ایمان	23
1.3	انسان بحیثیت غایت کائنات	24
1.4	روحانی ترقی۔مقصد حیات اور قرآن کریم	26
1.5	خالق کی پہچان اور امتحان	27
باب نمبر 2	**قرآن حکیم میں غور و فکر کے آداب**	**31**
2.1	زندہ قرآن	31
2.2	مقام ادب	32
2.3	تلاوت اور قلبی حالت	33
2.4	ذکر کے ساتھ فکر	34
باب نمبر 3	**قرآن حکیم کا یکتا اسلوب**	**37**
3.1	یکتا اسلوب، زندہ کتاب	37
3.2	قرآن پاک کا انداز بیان اور موضوع	38
3.3	عجیب ترتیب	40
3.4	مختلف مضامین	40

نمبرشمار	مضامین	صفحہ نمبر
3.5	اسلوب وحدت	41
3.6	رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور ہم	43
باب نمبر 4	**ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ**	**45**
4.1	سازشیں اور من گھڑت روایات	46
4.2	آیات کی غلط تاویل	48
4.3	پرانے مذاہب کا نسخ	50
4.4	تاویلات کی مثالیں اور اصل حقیقت	50
باب نمبر 5	**جمع القرآن الحکیم اور ربط و ترتیب**	**55**
5.1	بعض بے ربطی کے شکار قاری	55
5.2	قدرت اور ربط	57
5.3	کلام اللہ کا ربط	58
5.4	تقویٰ اور اولی الالباب	59
5.5	جمع القرآن اور ترتیب کا مسئلہ	60
5.6	دشمنوں کے جارحانہ اقدام	62
پارٹ II	**قرآن کریم کے تاریخی، سائنسی اور حسابی معجزات**	**65**
باب نمبر 6	**قرآن پاک اور سائنس**	**67**
6.1	پس منظر	67
6.2	اسلامی دانشور اور سائنسی حقائق	68
6.3	وقت کی اہم ضرورت	69
6.4	سائنس کی حدود	71
6.5	قرآن پاک سائنس کی انتہا ہے	74
6.6	قرآن پاک علم و حکمت کا شاہکار	76

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
78	قرآن پاک میں سائنس کی تلاش	6.7
79	سائنس کے لئے قرآن فہمی کے اصول	6.8
81	قرآن پاک اور سائنس کی بنیادیں	6.9
83	قرآن پاک کا ظاہر و باطن	6.10
84	مفسرین کی ذمہ داری	6.11
85	**قرآن پاک۔اعجاز فصاحت**	**باب نمبر 7**
85	اعجاز فصاحت	7.1
86	ادبی چیلنج	7.2
87	قرآن حکیم کی بار بار تلاوت کے اثرات	7.3
88	قرآن پاک کا نور	7.4
89	**قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشگوئیاں**	**باب نمبر 8**
89	کلام پاک کی حفاظت کے متعلق پیشگوئی	8.1
91	کلام اللہ کے مضامین کے متعلق پیشگوئی	8.2
93	کسی طرح کی پروف ریڈنگ کی ضرورت نہیں تھی	8.3
94	قیامت تک کیلئے ادبی چیلنج	8.4
95	کامیابی کی حتمی پیشگوئی	8.5
96	رومیوں اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی	8.6
98	سائنسی علوم میں ترقی کے متعلق پیشگوئیاں	8.7
104	اہم ترین سبق	8.8
107	**قرآن حکیم کی معجزانہ ترتیب**	**باب نمبر 9**
107	معجزانہ ترتیب کی دریافت	9.1
109	معجزانہ ترتیب کا تجزیہ اور عظیم حکمتیں	9.2

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
9.3	معجزانہ گراف	112
9.4	ترتیب اور روحانی ترقی	113
9.5	حق کیلئے جدوجہد اور کامیابی کا فارمولا	116
9.6	تلاوت کا بہترین طریقہ	119
9.7	سورۃ یٰسین ۔قرآن کا دل	121
باب نمبر 10	**منازل قرآن کا حیرت انگیز معجزہ**	**123**
10.1	پس منظر	123
10.2	سات منزلوں کی ترتیب	124
10.3	منازل کی ترتیب کا معجزہ	125
باب نمبر 11	**قرآن کریم کے الفاظ کا معجزانہ انتخاب**	**129**
باب نمبر 12	**حیرت انگیز سائنسی انکشافات**	**135**
12.1	کائنات ہمیشہ سے نہیں	136
12.2	اچانک تخلیقی امر	136
12.3	کائنات پھیل رہی ہے	137
12.4	ابتدائی مادہ کی شکل	138
12.5	کائنات کے پھیلاؤ اور توازن میں باہمی تعلق	139
12.6	رتق کائنات (Super Black Hole)	139
12.7	پانی زندگی کیلئے ناگزیر حقیقت	140
12.8	کائنات ہمیشہ کیلئے نہیں ہے	140
12.9	جہاں اور بھی ہیں	141
12.10	خلائی تسخیر	142
12.11	قوانین قدرت اٹل ہیں	142

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
12.12	زمان و مکاں کا نسبتی نظریہ	145
12.13	کائنات کا سکڑاؤ	145
12.14	پوشیدہ مادہ (The Hidden Matter)	146
12.15	کائنات گھوم رہی ہے	146
12.16	جوڑوں میں تخلیق کا قانون	147
12.17	پہاڑ زمین کی میخیں	148
12.18	زمین پر فضائی حفاظتی حصار	148
12.19	حرارت کا دوسرا قانون	149
12.20	ماحول کی حفاظت	150
12.21	سمندروں کے اندر برزخی حصار	151
12.22	سمندر کی گہرائیوں میں اندھیرا	151
12.23	نوعِ انسانی کیلئے شفا	153
12.24	جنینیات (Embryology)	155
12.25	تین تاریک پردوں کی حفاظت میں رکھا گیا بطن	156
12.26	نشانات انگشت (Finger Prints)	158
12.27	جلد میں درد کے آخذے (Receptors)	159
12.28	مخلوقات لاانتہا ہیں	161
12.29	شمسی اور قمری سالوں کا حساب جو بیسویں صدی میں دریافت ہوا	161
12.30	ارضی جغرافیہ کے متعلق معجزانہ حساب سمندروں اور خشکی کی نسبت	164
باب نمبر 13	**قرآن حکیم اور حیاتیاتی سائنس**	**167**
باب نمبر 14	**قرآن حکیم کا معجزانہ حسابی نظام**	**175**
14.1	کائنات اور حساب	175

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
14.2	قرآن حکیم کی حسابی ترتیب	177
14.3	کمپیوٹر پر نئی دریافتیں اور کچھ غلط فہمیاں	178
14.4	قرآن حکیم کا ہندسی نظام	180
14.5	قرآن حکیم اور انیس کے ہندسہ کا کلیہ	181
14.6	حیران کن معجزے	182
14.7	بعض صفاتی نام	185
14.8	ہوشربا حیران کن حسابی نظام	186
14.9	حروف مقطعات کا معجزہ	190
14.10	مقطعاتی سورتوں کا اپنا معجزانہ حسابی نظام	192
14.11	انشاء میں غیر معمولی تبدیلیاں	195
14.12	چیلنج	196
14.13	19 کا ہندسہ کیوں؟	199
14.14	یا اولی الالباب	200
	مصنف کا تعارف اور ذہنی ارتقاء	201
	Reference Books used in this study	211

Challenge چیلنج

پس چہ باید کرد

آج کا دور اسلام اور مسلمان دونوں کے لئے چیلنج کا دور ہے۔ زیرِ نظر کتاب اس چیلنج کے جواب کی طرف ایک سعی ہے اور قرآن کریم کے ان جدید سائنسی معجزات کی نشان دہی کرتی ہے جن کے سامنے انسانی عقل بے بس ہو گئی ہے۔

افسوس کہ آج بہت سے مسلمان پیش آمدہ چیلنجوں سے بے خبر ہیں جب کہ قرآن کے دشمن اس بات کو نہ صرف اچھی طرح سمجھتے ہیں بلکہ اسی سے زیادہ خائف ہیں مثلاً انیسویں صدی دنیا بھر میں انگلش استعماری تھی۔ انگریز اس قدر وسیع سلطنت کے مالک تھے کہ ان کی حکومت پر سورج نہیں ڈوبتا تھا۔ تین چوتھائی دنیا ان کی طاقت کے سامنے سرنگوں تھی لیکن اپنے اس انتہائی طاقت کے دور میں بھی اگر انہیں کوئی خوف تھا تو وہ قرآن پاک سے ہی تھا۔ اس کا ثبوت اس وقت کے مشہور برطانوی وزیر اعظم مسٹر گلیڈ سٹون کا وہ پیغام ہے جو انہوں نے یورپین اقوام کے نام قرآن پاک کے بارے میں دیا تھا۔ انہوں نے کہا:۔

"جب تک قرآن پاک موجود ہے آپ کو مشرق وسطیٰ پر غلبہ اور اقتدار حاصل نہ ہو گا، یہی نہیں خود یورپ خطرے کے دہانے پر ہو گا"۔ حوالہ مقدمہ تفسیر نمونہ جلد ۱ ۔(اردو ترجمہ، لاہور)

اس استحصالی سوچ کے زیر اثر ہمیشہ ہی سے یورپ کے سیاستدان، سرمایہ دار، مفکر اور پادری دن رات مسلمانوں کے دلوں میں قرآن پاک کے متعلق شکوک و شبہات پھیلانے میں

معروف ہیں۔اس سلسلہ کی مشہور مثال برطانوی جاسوس لارڈ ہمفرے کی ہے جس نے ۱۷۰۱ میں مڈل ایسٹ میں اپنا کام شروع کیا۔اس نے عربی زبان پر عبور حاصل کیا قرآن حکیم کی تفسیر سیکھی اور ایک مسلمان عالم کے لبادہ میں قرآن حکیم کے متعلق ناسخ منسوخ۔ دائمی اور عارضی آیات۔ متشابہات وغیرہ جیسی فضول بحثوں کے چکر میں علماء کو ڈالا اور بعض مشہور عرب علماء کو قائل کر کے توحید کے نام پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزاروں کو گرانا شروع کیا جس کا سلسلہ ابھی تک بند نہیں ہوا۔

دراصل ان کی نگاہ مستقبل پر ہے۔آج بھی وہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور قرآن کی حکمرانی کے امکانات سے اتنا ہی ڈرتے ہیں جتنا آج سے تین صدیاں پہلے۔اسی سلسلہ میں برطانوی مفکر لارنس براؤن نے یورپی اقوام کو متنبہ کیا تھا۔

”مستقبل میں صحیح معنوں میں یورپی تہذیب اور استعمار کو اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ اسلامی نظام میں پوشیدہ ہے۔کیونکہ اس میں اپنی بات منوانے کی بڑی طاقت اور صلاحیت ہے۔مغربی استعمار کے منہ پر یہی تنہا دیوار ہے اس دیوار کو جتنا جلد ہو گرادیں“۔(حوالہ مقدمہ تفسیر نمونہ جلد ۱)

9/11/2001 کے حادثہ سے بہت پہلے امریکہ میں تہذیبوں کے ٹکراؤ (Clash of Civilizations) کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں اور مقالہ جات کا بھی موضوع مغربی عیسائی اقوام کو یہ یاد کروانا تھا کہ ان کا اصل دشمن اسلام ہے۔ چنانچہ نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر (World Trade Centre) پر ہوائی حملہ کے فوری بعد امریکن صدر نے بغیر کسی تحقیقات کے یہ اعلان کردیا کہ یہ کروسیڈ (Crusade) کا آغاز ہے اور یہی بات امریکن میڈیا اور سیاسی لیڈروں کے بیانات میں جو اخباروں میں دیکھے جاسکتے ہیں بار بار کہی گئی اور کہی جاتی ہے۔امریکی صدر بش (Bush) کی دہشت گردی کی فلاسفی بھی مسلمانوں کے خلاف تعصب سے بھری پڑی

ہے۔یہ سب ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق ہو رہا ہے کہ اسلام کو آگے بڑھنے سے روکا جائے۔ مغرب اسلام کو اتنا بڑا خطرہ سمجھتا ہے کہ نیٹو (Nato) کی منصوبہ بندی (Strategic Planning) میں اب خاص طور پر اسلام کو دشمن قرار دیا گیا ہے۔ظاہر ہے جب وہ اسلام کا نام لیتے ہیں تو دراصل ان کا مطلب قرآن حکیم ہوتا ہے چنانچہ گرم جنگ کے ساتھ ساتھ متعصب مغربی دانشور قرآن کریم کے خلاف بہت محنت کر رہے ہیں۔مشہور امریکی رسالہ ٹائمز (Times) جون 2003 کے مضمون مشنریز انڈر کور (Missionaries under cover page 51) میں لکھا ہے کہ 1982 تک ساری دنیا میں صرف پندرہ ہزار عیسائی مشنریاں کام کر رہی تھیں جن کی 2001 تک تعداد 28000 ہو گئی ہے۔ان کا سب سے بڑا مقصد مسلمانوں کو عیسائی بنانا اور اسلام کا مٹانا ہے۔اس منصوبہ بندی کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کو دہشت گردی کی کتاب ثابت کیا جائے جس کا وہ خوب پرچار کر رہے ہیں۔

مخالفین کی مسلمان دشمنی کا ایک پہلو یہ ہے کہ اگر وہ رہی اسلام کو نہیں چھوڑتے تو نہ چھوڑیں لیکن مسلمان بھی نہ رہیں۔چنانچہ ایک عرصہ سے مغربی عیسائی مشنریاں اور سیاسی قوتیں اس بات میں زیادہ دلچسپی نہیں رکھتیں کہ کتنے عیسائی ہوئے بلکہ ان کی نظر اس پر ہے کہ مسلمان مغربی افکار و اقدار کو اپنانے میں اپنی نجات سمجھیں اور قرآن الحکیم کو ایک طرف رکھ دیں۔لیکن پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جا سکے گا۔

انشاء اللہ العزیز وہ دن دور نہیں جب قرآن حکیم کی حکمت ساری دنیا کو اپنا اسیر کر لے گی اور انسانیت اس کی برکات سے اپنی معراج کو پالے گی۔اس بات کا ایک ثبوت تاریخ ہے۔جو قومیں بھی مسلمانوں کو تباہ کرنے آئیں بسا اوقات وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوئی ہیں لیکن پچاس ساٹھ سال کے اندر اندر وہ خود اسلام کی اسیر ہو گئیں۔دوسرا ثبوت موجودہ سائنس کا حقیقت کی تلاش میں سفر ہے۔انشاء اللہ اس سفر کی منزل بھی قرآن کریم ہی ہے جو بذات خود حقیقت کا رازداں ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم مسلمان وقت کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں۔یہ خلاف سنت بات ہوگی۔بلکہ ہمیں قرآن کے دشمنوں کی تمام چالوں کا مقابلہ پوری عقل و

حکمت اور فہم وادراک سے کرنا ہوگا اور ان کی مذموم چالوں کو سمجھنا ہوگا۔

ان کی ایک شرارت یہ ہے کہ قرآن حکیم کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کئے جائیں اور مسلمانوں کو کسی طرح قرآنی تعلیمات سے دور کردیا جائے۔ اپنی جستجو کے ساتھ ساتھ وہ اس کام کے لئے ایسے منافق اور نام نہاد دانشوروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جو دریردہ ان کے اس ناپاک منصوبہ میں شامل ہوتے ہیں۔ بنگلہ دیش میں تسلیمہ نسرین، برطانیہ میں سلمان رشدی اور پاکستان کے بعض نام نہاد ترقی پسند دانشور اسی قماش کے لوگ ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے تمام مواقع بھی ان کو آسانی سے میسر آجاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں حال ہی میں انٹرنیٹ Internet تبلیغ اور تشہیر کیلئے ایک نئے طاقتور میڈیا کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اس پر قرآن حکیم کے متعلق شکوک وشبہات پھیلانے کا کام نہایت زورداراور منظم طریقہ سے شروع ہے اور بڑے سائنسی انداز میں ایسے مضمون دیئے جارہے ہیں جو مسلمانوں ہی کے حوالہ جات کی مدد سے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو یہ ثابت کرنے پر تلے ہیں کہ انجیل کی طرح اس میں بھی تحریفات ہوئی ہیں۔ مثلاً ناسخ اور منسوخ کے مسئلہ کو زور شور سے اٹھایا جارہا ہے کہ قرآن حکیم کا کچھ حصہ ایک دوسرے کی ضد ہے (نعوذباللہ) اور اس کا ایک حصہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زندگی اور خلفائے راشدین کے زمانے میں منسوخ کردیا گیا تھا۔ جہاں ان کے دلائل کی بنیاد وہ روایات ہیں جو منافقین اور یہود نے دوسری تیسری صدی ہجری میں پھیلائیں اور پھر ہمارے مفسر بزرگوں کی کتابوں میں بھی مقلدانہ سوچ کی وجہ سے داخل ہوتی گئیں۔

لیکن یہ کوئی نئی بات بھی نہیں ہے۔ دور خلافت عباسیہ میں اس وقت کے ترقی پسند دانشور جنہیں معتزلہ کا نام دیا جاتا ہے انہوں نے بھی قرآن حکیم پر بڑے عیارانہ حملے کیے تھے۔ مثلاً انہوں نے یہ بحث چلادی کہ قرآن پاک مخلوق ہے یا نہیں جو قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیالات کا عکس ہے یا اللہ تعالیٰ کی من وعن بھیجی ہوئی وحی ہے؟ معتزلہ نے کہا کہ یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ ہیں۔ اگرچہ یہ کام جبرئیل علیہ السلام کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بھی کیوں نہ ہوا ہو بہر حال انہوں نے اس پر زور دیا کہ قرآن پاک کے

خالق حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔یعنی کلام اللہ مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے۔جس میں انسانی ذہن کا دخل ہے۔اب مخلوق خواہ کس قدر بھی عظیم ہو بہر حال مخلوق ہے،اس لئے اسے دائمی بقا نہیں ہو سکتی۔مطلب یہ کہ قرآن حکیم کے احکامات بھی زمان و مکاں کے محتاج ہیں اور جس طرح دیگر مخلوقات ختم اور معدوم ہو جاتی ہیں۔(نعوذباللہ) ایسے ہی قرآن پاک زوال پذیر ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنی افادیت کھو دے گا جیسے پہلی الہامی کتابیں اپنی افادیت کھو چکی ہیں۔

قرون اولیٰ کے علمائے دین نے جس عقل مندی،صبر اور پا مردی سے معتزلہ کا مقابلہ کیا تھا اور شاہان وقت جو معتزلہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے ان سے ٹکر لی،وہ انسانیت پر ان کا بہت ہی بڑا احسان ہے۔اب پھر وہی وقت واپس آ گیا ہے کہ جدید معتزلہ اور منافقین کا مقابلہ کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کی جائے۔یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن پاک کی تعلیمات اس وقت کے عرب کے مخصوص حالات اور دنیا کے لئے تو بہترین تھیں لیکن اب زمانہ بہت آگے جا چکا ہے۔اس دور کے تقاضے بہت پیچیدہ ہیں جن کے حل کے لئے چودہ سو سال پہلے دیئے گئے اصول کافی نہیں اور یوں نئی نئی سازشیں،نئی نئی تاویلات کے ساتھ سامنے آ رہی ہیں جن کا مقصد ایک ہی ہے کہ لوگوں کو کلام اللہ سے برگشتہ کیا جائے۔

اسلام کے خلاف ان کا ایک اور پراپیگنڈا یہ بھی ہے کہ قرآن پاک (نعوذباللہ) ہو بہو وہ نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جلد ہی اس میں بہت سی ملاوٹ کر دی گئی تھی۔اس کی کئی آیات اور حصے ضائع کر دیئے گئے اور آج کا قرآن پاک ان اجزا پر مشتمل ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔اس لئے اس میں تحریف کا پہلو موجود ہے (نعوذ باللہ) اپنی اس مجرمانہ سازش کی حمایت میں وہ روایات کا ایک پلندہ پیش کرتے ہیں جو شیعہ،سنی دونوں مکاتب میں کسی نہ کسی طرح سلف سے چلی آ رہی ہیں۔جن میں جمع القرآن کی غلط تاویل سے قرآن پاک کی ترتیب،تزئین اور جمع کا سہرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے اپنے من پسند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

سر باندھا جاتا ہے، حتیٰ کہ حجاج بن یوسف کو بھی کچھ خاص مقام دیا جاتا ہے۔ ان روایات کا مقصد کچھ بھی ہو لیکن نتیجہ یہی نکالا جاتا ہے کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ ہو سکا (نعوذ باللہ) ان اصحاب نے اس کی تکمیل کر دی۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کو کتابی صورت نہیں دی تھی بلکہ یہ ہڈیوں، لکڑیوں اور پتھروں پر لکھا گیا تھا، اس لئے نعوذ باللہ اس میں سے کچھ قرآن پاک ضائع بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ایسے میں کچھ اختلاف بھی ناگزیر ہے۔ یہ منافقین قرآن حکیم کو بائبل (انجیل) جیسی ہی ایک الہامی کتاب تو تسلیم کرتے ہیں لیکن جیسے بائبل ملاوٹ شدہ ہے ان کے مذموم عقائد کے مطابق قرآن حکیم کی صحت کی بھی گارنٹی نہیں دی جا سکتی۔ ان کا زور اس بات پر ہے کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کے حواریوں نے انجیل مقدس کی تالیف کی، اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی "وہی کارنامہ" سرانجام دیا، چونکہ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہوا تھا اس لئے قرآن پاک میں شک کی گنجائش باقی ہے اور کلام اللہ میں انسانی ذہن شامل ہو چکا ہے۔ (نعوذ باللہ) جو کہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہے۔

ہماری اس کتاب کا ایک مقصد سائنسی دلائل کے ساتھ اصل صورت حال کو صحیح طور پر پیش کرنا ہے۔ ہم نے دشمن کی چالوں کا جو کچھ بھی تجزیہ کیا ہے اس سے یہی ثابت ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کیلئے یہ ایک انتہائی نازک دور ہے۔ منافقین اس زعم میں ہیں کہ اپنی چالوں سے وہ مسلم نوجوان کو سیکولر (Secular) بنا کر قرآن پاک سے دور کر دیں اور بظاہر وہ کامیاب ہوتے بھی نظر آتے ہیں۔ ان مذموم کوششوں کے خلاف بند باندھنا مسلمانوں کا کام ہے۔ اگر وہ یہ جدوجہد شروع نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کا محتاج بھی نہیں۔ اس کی تو یہ سنت ہے کہ بے سود لوگوں کو ختم کر کے تازہ دم قوموں کو اپنے مقصد کو پورا کرنے کیلئے آگے لے آتا ہے۔ لہٰذا قرآن پاک کی خدمت دراصل اپنی ہی بقا کی جنگ ہے۔ انشاءاللہ اس جنگ میں فتح حق والوں کی لکھی جا چکی ہے۔
قرآن پاک کی سورۃ آل عمران آیت مبارکہ ۵۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾

”اورانہوں (کافروں) نے مکر کیااوراللہ تعالیٰ نے ان کے مکر کولوٹا دیااور
اللہ تعالیٰ مکر کرنے والوں کے مکر کولوٹانے والا ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا امر ہے،اس کے نور میں سے ایک نور ہے،اوراس کی طرف سے انسان کیلئے آخری وحی ہے لہٰذا آج مسلمان علماء،دانشوروں اورصاحب ثروت افراد جوقرآن کریم کی اس سچائی پر یقین رکھتے ہیں ان پر یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ آگے بڑھیں اورحتی الوسع قربانی سے دریغ نہ کرتے ہوئے اس حقیقت کودنیا پر واضح کردیں۔اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیمات خصوصاً ایمان باللہ اور حیات بعد الموت کی سچی تصویر دنیا کی مختلف زبانوں اور جدید ذرائع ابلاغ کے مطابق پیش کی جائے۔تبلیغ دین کے لئے رسل ورسائل، خط وکتابت،الیکٹرانک میڈیا،انٹرنیٹ،ریڈیو اور ٹیلی ویژن جیسے ذرائع استعمال کئے جائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے کہیں ہم اس غفلت کی پاداش میں روزِ محشر ان لوگوں کے مجرم نہ بن جائیں جو ہدایت کے طلبگار رہیں،لیکن ہماری سستی کی وجہ سے محروم رہے۔(اے اللہ تعالیٰ ہم تیری پناہ میں آتے ہیں،پرانی غلطیوں کومعاف فرمااور آئندہ کے لئے ہمیں اپنی سیدھی راہ پر رکھ)۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ O (سورت اعراف آیت مبارکہ ۲۳)

سلطان بشیر محمود(ستارۂ امتیاز)
میجر (ر) امیر افضل

انسان کی ہوس نے جنہیں رکھا تھا چھپا کر
کھلتے نظر آتے ہیں بتدریج وہ اسرار
قرآں میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلمان
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
(ضربِ کلیم)

پارٹ۔I

قرآن کریم میں فکر و نظر کے آداب

اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ O فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ O لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ O تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ O (۵۶:۷۷۔۸۰)

”بے شک یہ بڑے رتبے والا قرآن ہے O یہ کتاب مکنون میں ہے O اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں O پروردگارِ عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے O“ (۵۶:۷۷۔۸۰)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیٓ اَنْزَلَ عَلٰی
عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّه
عِوَجاً ۝ ط سکتہ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا
شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَیُبَشِّرَ الْمُؤْ
مِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ
اَنَّ لَهُمْ اَجْراً حَسَنًا ۝ لا (۱۸:۱۔۲)

”سب تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر (یہ) کتاب نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی نہ رکھی ۝ (بلکہ) سیدھی (اور سلیس) ہے تاکہ (لوگوں کو) اس عذاب سخت سے ڈرائے جو اس کی طرف سے (آسکتا) ہے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوشخبری سنائے کہ ان کے لئے احسن بدلہ ہے ۝“ (۱۸:۱۔۲)

باب نمبر 1

قرآن کریم کی معجزانہ تعلیمات

سے کون فائدہ اٹھا سکتا ہے؟

الٓمّٓ ﴿۱﴾ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ وَالَّذِيْنَ
يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ
يُوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵﴾

الٓمّٓ O یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ٔ پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہےO جو غیب پر ایمان لاتے ہیں ٔ اور قائم کرتے ہیں صلٰوۃ ٔ اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں O اور جو لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا ٔ اوراس پر جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا تھا ٔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں Oوہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں ٔ اور وہی لوگ کامیاب ہیں O (سورۃ البقرہ آیات1-5)

قرآن کریم کی تعلیمات ایسی معجزانہ ہیں کہ جس قوم نے بھی ان پر عمل کیا خواہ وہ پستی جس درجہ پر بھی تھی وہاں سے اُٹھ کر اوجِ ثریا کو پہنچ گئی۔ مشرق و مغرب میں جو کوئی بھی خیر نظر آ رہی

ہے اسکا منبع قرآن کریم ہے۔مسلمان ہوں یا غیر مسلم اس نے سبھی کے پر اپنا گہرا تاثر چھوڑا ہے لیکن اس سے کون فائدہ اُٹھا سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اس بات کو قرآن کریم کے آغاز ہی میں واضح کردیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی کتاب سراسر ہدایت ہے، شک وشبہ سے بالاتر، لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھا سکتا ہے جو متقین کے مقام پر فائز ہوگا"۔اس شرط کے ساتھ ہی متقین کی چھ خصوصیات بھی بیان کردی گئی ہیں۔ یعنی ایمان بالغیب۔قیام صلوٰۃ۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال کا خرچ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر ایمان اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے بھیجے ہوئے رسولوں اور نبیوں پر ایمان اور آخرت پر پختہ یقین۔ان خصوصیات کے ساتھ جب کوئی اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے تو پھر یہ کتاب اس کا ہاتھ پکڑ کر روحانی بلندیوں پر پہنچا دیتی ہے جن میں فلاح اور ہمیشہ کی کامیابی ہے۔

قرآن حکیم کے مقام کو بھی وہی سمجھے گا جو ان چھ شرائط کو پورا کرے گا۔اگر انسان میں یہ صفات ہیں، تو اسے پھر پتہ چلے گا کہ وہ اپنی ہستی کے سفر میں کس قدر قرآن پاک کا محتاج ہے ورنہ وہ اسکی اہمیت سے کبھی بھی آگاہی حاصل نہیں کرسکتا یعنی یہ کتاب انسان کی دنیا و آخرت میں رہنمائی کے لیے ہے، لیکن اس سے رہنمائی وہی حاصل کرسکتا ہے جو اپنے آپ کو اسکے لئے تیار کرتا ہے، جس کی منزل تقویٰ ہو۔یہ ایسے ہی ہے جیسے پری انجینئرنگ کی تعلیم کے بغیر طالب علم انجینئرنگ کالجوں سے مستفید نہیں ہوسکتا لیکن جب کوئی قوم، جماعت، سوسائٹی ان شرائط کو پورا کرلیتی ہے تو پھر قرآن حکیم ان کی رہنمائی کرنے لگتا ہے۔

1.1 قرآن کا مسلمان

قرآن کریم کا موضوع اللہ اور اس کا بندہ ہے اور یہ تخلیق کے راستہ سے خالق کی معرفت کی تعلیم دیتا ہے۔چنانچہ قرآن کا مسلمان ذکر فکر و تسخیر کی عملی تصویر ہے۔ذکر کرو وہ ہر آن اپنے رب کو

یادرکھے،فکر یہ کروہ اس کی تخلیقات پرتحقیق کے ساتھ غور کرے اور تسخیر یہ کروہ انہیں اپنے استعمال میں لائے۔

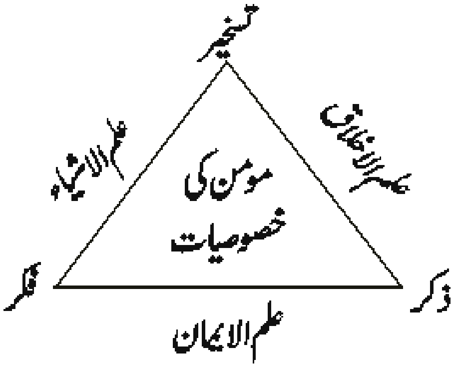

اس کا اخلاق صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کا نمونہ ہے،اس کی سوچ قرآن کی تشریح ہے اور اس کا ایمان ایسے ہے جیسے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔مندرجہ ذیل میں قرآن کریم کی تعلیمات میں سے انہی چند باتوں پر مزید روشنی ڈالی جائے گی تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے معجزانہ کلام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

1.2 اللہ تعالیٰ پر ایمان

جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیمات میں اول وآخر اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر مکمل یقین،اس کی معرفت اور صحیح ادراک ہے۔آیت آیت قرآن حکیم اپنے قاری کی توجہ بار بار اس بات کی طرف مبذول کراتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے اور یقیناً ہے،اس لئے وہ پکا یقین پیدا کرلے کہ ہر فعل کا حادث وہی ذات پاک ہے۔وہی ساری کائنات کے نظام کا خالق،رب، مالک اور منتظم ہے۔ہر چیز کا ماضی حال اور مستقبل بیک وقت اسکے سامنے ہے۔اس کے سوا کوئی

طاقت اور قوت نہیں۔ساری کی ساری کائنات اسکے "کن" کے اشارے پر معرض وجود میں آ گئی۔ زمان و مکان اسکی ذات کے مظہر ہیں اور یوں وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ہر چیز سے وہ ہر وقت خبردار ہے اور کوئی حرکت اسکی اجازت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی۔ وہ یوم الدین کا مالک ہے جب ساری کائنات کو ایک دفعہ ختم کر کے پھر سے پیدا کرے گا اور پہلے کی زندگی کا پورا پورا حساب لے گا۔

واحد، یکتا۔ ہر چیز سے بے نیاز، ہر نقص سے پاک۔ اٹل اور مکمل۔ نہ وہ پیدا کیا گیا نہ اس نے اپنی ذات سے کسی کو پیدا کیا۔ وہ لاشریک ہے۔ جس کا کوئی ہم عصر نہیں۔ بے مثال، الفاظ جس کی شان کو بیان نہیں کر سکتے لیکن ذرہ ذرہ اس کی پہچان ہے، نغمہ نغمہ اس کی آواز ہے۔ بہترین ساتھی لازوال دوست، پیار ہی پیار۔ نور ہی نور، کریم ایسا کہ ان کی بھی برابر پرورش کرتا ہے جو اسے نہیں مانتے۔ لیکن جلوہ گر انہی دلوں میں ہوتا ہے جو اس کے لئے خالی کر دیے جاتے ہیں۔

1.3 انسان بحیثیت غایت کائنات

قرآن کریم کے نزدیک انسان کائنات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ غایت کائنات ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:۔

نہ تُو زمیں کے لئے ہے، نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے، تُو نہیں جہاں کے لئے

اس لئے اس کی دوسری بڑی تعلیم اللہ تعالٰی کے واسطے سے انسان کا اکرام۔ عزت نفس اور خودی کو بلند کرنا ہے۔ اس کا پیغام یہ ہے، **"قولو لا الہٰ الا اللہ تفلحو"** "کہہ دو کہ کوئی الہٰ نہیں مگر اللہ۔ فلاح پا جاؤ گے"۔ یہ انسانی آزادی اور خودداری کا لازوال پیغام اور جھوٹے خداؤں کی زنجیریں توڑ دینے کا بے مثال اعلان ہے۔ تمہارا اور سب کا ایک ہی مالک ہے، اور اسکے علاوہ کوئی دوسرا بندگی کا حقدار نہیں۔ یوں قرآن کریم انسانی حقوق کی بنیاد **لا الہٰ الا اللہ** پر رکھتا

ہے۔

آج کل دنیا میں انسانی حقوق کی بڑی بات ہوتی ہے لیکن انسان کے اس حق کیلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پہچانے اور اسی ہی کی عبادت کرے کوئی بات نہیں کرتا جبکہ قرآن کریم انسان کو وہ تمام حقوق دیتا ہے جو اسکی روحانی اور جسمانی زندگی کیلئے ضروری ہیں۔ اسکے علاوہ اسے وہ فرائض بھی سکھاتا ہے جو اس پر دوسری مخلوقات کی طرف سے ہیں۔ ان حقوق اور فرائض کو جو پورا کرتا ہے قرآن اسے زمین پر خلافت الٰہیہ کی خوشخبری دیتا ہے اور آخرت میں اس سے جنت کا وعدہ کرتا ہے۔ اسی ضمن میں قرآن کریم یہ بھی یاد کرواتا ہے کہ تمام مخلوقات میں انسان اعلیٰ ترین درجہ پر فائز ہے اور بلالحاظ مذہب وملت وہ اللہ کے نزدیک محترم ہے۔ فرمایا:۔ **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیٓ اٰدَمَ** ”یقیناً ہم نے بنی آدم کو معزز و مکرم بنایا ہے“۔(سورۃ بنی اسرائیل۔آیت مبارکہ ۷۰)۔ وہ اپنے ڈیزائن، بناوٹ اور صلاحیتوں میں بھی بہترین ہے فرمایا: **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ** ”تحقیق ہم نے انسان کو بہترین ڈیزائن پر بنایا“۔(سورۃ التین۔آیت مبارکہ ۴)

انسان کی پوری تاریخ، تہذیب وتمدن، سائنس اور ٹیکنالوجی میں دسترس قرآن کریم کے ان بیانات کی کھلی دلیل ہیں فرمایا: **وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ** ○ ”اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے“۔ (سورۃ جاثیہ۔آیت مبارکہ ۱۳)

قرآن پاک یہ چاہتا ہے کہ انسان کائنات میں اپنے اس عالی شان مقام کو نہ صرف سمجھے بلکہ آگے بڑھ کر اسے پالے۔ یہ وجاہت ہے جس کی جھلک کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ موجودہ عیسائی مذہب نے تو ویسے ہی آدمی کو پیدائشی گناہگار قرار دیا ہے۔ جب کہ قرآن پاک کے مطابق ہر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے۔ یہ معاشرہ اور ماں باپ ہیں جو اسے غلط راہوں پر لگا دیتے ہیں اگر وہ سیدھے راستے پر آنا چاہے تو موت تک اس کے لئے ہدایت کا دروازہ کھلا ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم کی سورۃ زمر کی آیت مبارکہ 53 انسان کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے جس میں گنہگار سے گنہگار آدمی کے لئے پیغام حیات ہے۔ **قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْ**

اعَلَىٰٓ أَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ O "اے نبی پاک اعلان کر دیجئے کہ (اللہ فرماتا ہے):"اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں"۔(سورۃ زمر۔آیت مبارکہ ۵۳)

یوں سارے کا سارا قرآن حکیم انسان کے لئے عظمت کا پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر مخلوقات میں اس کا کوئی ہمسر پیدا نہیں کیا ہے۔اس کی ذہنی اور عقلی بلندیوں کی گواہ موجودہ سائنس اور ٹیکنالوجی ہے لیکن اس مادی مقام سے بھی بڑا اس کا روحانی مقام ہے جس کے آگے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھی سرنگوں کر دیا اور ابلیس کو انسان کے سامنے نہ جھکنے کی بنا پر شیطان لعین بنا دیا۔مسئلہ مٹی سے تخلیق شدہ انسان کی عظمت کو سجدہ نہیں تھا بلکہ روح الٰہی کے حامل کو سجدہ سے انکار کا تھا۔سورۃ ص کی آیت مبارکہ ۷۲ میں ارشاد ربانی ہے کہ:**فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ** O "پھر جب میں اس کا تسویہ کر لوں اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ میں گر جانا۔(سورۃ ص۔آیت ۷۲)یہی بات سورۃ الحجر کی آیت مبارکہ ۲۹ میں دہرائی گئی ہے۔فرمایا:**فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ** O "تو جب میں اس کا تسویہ کروں اور اس میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دوں، تو اس کی طرف سجدے میں گر پڑنا۔(سورۃ حجر۔آیت ۲۹)

غرض انسان کا اعزاز یہ ہے کہ کائنات اسکے لئے بنائی گئی ہے وہ کائنات کے لئے نہیں اور اس کی غلطی یہ ہوگی کہ اپنے مقام سے گر کر وہ کائنات کی بندگی کرنے لگے۔یوں انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا حامل خلافت الٰہیہ کا وارث اور اپنے خالق کا عارف ہے۔

1.4 روحانی ترقی۔مقصد حیات اور قرآن کریم

قرآن کریم کے نزدیک ایک انسان کی دوسرے انسان پر بڑائی کا معیار نسل، رنگ ملک، مادی طاقت یا جسمانی خصوصیات نہیں بلکہ اس کا تقویٰ ہے۔مقامِ انسانیت کا معیار یہ ہے کہ

وہ اللہ تعالٰی کے رنگ میں کس قدر رنگا گیا ہے اور اس کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفات کا مظہر بن کر زمین پر اس کی خلافت کا حق ادا کرے۔ اگرچہ انسان کے اس روحانی مقام کا ادراک فی الحال سائنس کی سمجھ سے باہر ہے لیکن اسکی منزل بھی یہی ہے۔ اس بارے کارل ینگ (Carl Young) جیسا مشہور سائنسدان لکھتا ہے۔

"آپ مانیں یا نہ مانیں لیکن میں برملا کہتا ہوں کہ انسان میں کوئی چیز لافانی ضرور ہے۔ جو اسے تمام دوسری مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے"۔

قرآن حکیم ہمیں یاد کرواتا ہے، کہ اس قدر عظمت اور فہم و ادراک، طاقتور اور پیچ والی مخلوق بے مقصد کیسے ہو سکتی ہے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت کے لئے مامور ہے تو انسان کس کیلئے ہے؟ اگر انسان کا اپنا کوئی کام اچھا یا برا، چھوٹا یا بڑا بلا مقصد نہیں ہوتا، تو پھر خود وہ کیسے بے مقصد کھیل تماشہ ہوگا؟ اگر انسان بے معنی مخلوق ہے تو کائنات کی پیدائش میں کسی جگہ بھی کوئی معنی نہیں ہو سکتا، اگر انسان کی تخلیق فضول ہے تو ساری کائنات کی تخلیق فضول ہے۔ اسی بات کو سوچتے ہوئے مشہور ہیت دان جیمز ٹرائنل اپنی کتاب "کائنات" میں کہتا ہے: "افسوس کہ اگر کروڑوں اربوں سالوں کے بعد بھی کائنات ختم ہونے والی ہے جب کوئی زندگی نہ ہوگی، کوئی فہم و ادراک نہ ہوگا، انسانیت کی جدوجہد کی یادیں نہ ہوں گی تو پھر اس زندگی اور اس سارے جہاں کے ہونے یا نہ ہونے میں کیا مزہ رہ جاتا ہے"۔

جیمز ٹرائنل کی اس مایوسی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ابھی تک سائنس قرآن حکیم کے حیات بخش پیغام سے واقف نہیں جو بار بار انسان کو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ کائنات اور اس میں کوئی چیز بے مقصد کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ اس کارخانہ قدرت میں ہر چیز کے پیچھے ایک مقصد کارفرما ہے جن سب کا مقصد انسان ہے۔ لہٰذا انسان کا مقصود اس کا رب ہونا چاہیے۔ افسوس کہ شیطان کے چنگل میں پھنس کر ہم میں سے اکثر اپنے اصل مقصد حیات کو بھول کر سراب کے پیچھے زندگی بھر بھاگتے رہتے ہیں۔

1.5 خالق کی پہچان اور امتحان

خالق کی پہچان اور اس سے تعلق قرآن حکیم کا مرکزی موضوع ہے۔ انسان کو اپنے اور کائنات کی تخلیق کے مقصد سے آگاہی کہاں اور کیسے حاصل ہوگی؟ اس سوال کے لئے خالق کائنات کا جواب قرآن حکیم ہے۔ افسوس کہ ساری عمر، انسان زندگی کے ساحل پر کھڑا سیپیوں کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے اور اپنے اندر کے سمندر میں چھپے ہوئے موتیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ حالانکہ انسانی حیات، اللہ تعالےٰ کی معرفت کے حصول کے لئے جدوجہد کا نام ہے اور موت اسی مقصد سے غفلت ہے۔ ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ اس نے جب چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اس نے اپنا عارف پیدا کرنے کا سوچا اور اسکے لئے کائنات بنائی۔ غرض انسان غایت کائنات ہے اور اسکا مقصد حیات اپنے خالق کی پہچان ہے۔ اس منزل تک کی پہنچ کے لئے زندگی کی راہوں میں قرآن حکیم انسان کے لئے سفری ہدایت نامہ (Travel Guide) ہے۔ جیسے سائنس نامعلوم کی طرف اپنا سفر معلوم سے شروع کرتی ہے اسی طرح قرآن کریم مخلوق پر غور وفکر سے خالق کی معرفت کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن عقل کو تنہا نہیں چھوڑتا بلکہ وحی کے ذریعہ اسکی رہنمائی کرتا ہے اس لئے کہ تنہا عقل کے گمراہ ہو جانے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔

عقل کی مدد سے انسان زیادہ چیزوں پر قابو حاصل کر لیتا ہے۔ رزق کما لیتا ہے۔ اپنے ہی جیسے دیگر انسانوں کو غلام بنا لیتا ہے۔ اپنے زعم کے مطابق وہ کامیابی کے بہت سے زینے بھی طے کر لیتا ہے لیکن اپنی زمینی حیات کے بعد آنے والے ادوار میں کامیاب زندگی کیسے حاصل ہوگی؟ بیچاری اکیلی عقل اس سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔ بلکہ دنیا میں عقل کی حاصل کردہ کامیابی اکثر کسی دوسرے انسان کو ناکام بنانے میں ہے اور یہ کامیابی بھی اپنی نوعیت میں عموماً عارضی ہوتی ہے جلد ہی اس سے آدمی کا جی بھر جاتا ہے اور وہ کسی اور آماجگاہ کا رخ کرتا ہے۔ ایسے بھی ہوتا ہے کہ عقل جس چیز کو پہلے اپنی کامیابی سمجھتی تھی بعد میں وہی چیز اس کو ناکامی نظر آتی ہے۔

الغرض عقل سے انسان کائنات کی حقیقت کو تھوڑا بہت تو سمجھ سکتا ہے۔ کسی قدر راس پر

قابو بھی پا سکتا ہے لیکن وہ اپنی حقیقت، اپنے خالق سے تعلق اور زمان و مکان میں اپنے سفر کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے لئے ایک اور علم ہے جسے وحی کہا جاتا ہے۔ یہ علم خالق اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے اور اپنے انہی برگزیدہ بندوں کی ڈیوٹی لگاتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں پر یہ راز کھول کر رکھ دیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں پیغمبروں کی آمد کو ہمارے لئے یاددہانی کا نام بھی دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام ہمیں یاد کراتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ دنیا کا کوئی خطہ اور کوئی قوم ایسی نہیں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی یاددہانی نہ بھیجی ہو اور سب سے آخر میں سب سے عالی شان ذی مرتبت ذات پاک صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جنہوں نے تا قیامت انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ کھول کر رکھ دیا۔ اب انسان اس کو مانے یا نہ مانے اس کو یہ اختیار حاصل ہے اور یہی اس کا امتحان ہے۔

ایک طرف اللہ تعالیٰ نے ہمارے بیچ اپنی روح پھونکی اور دو فرشتے مقرر فرمائے جو نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ دوسری طرف شیطان ہے جو غلط راستے پر لگاتا ہے۔ اس کشمکش میں اگر ہماری عقل رنگ و بو کی دنیا ہی کے پیچھے لگی رہی تو ناکام ہو گئی۔ اگر اس نے وحی کے رموز کو سمجھا اور اپنے آپ کو اس کے سانچے میں ڈھال لیا تو عقل کو وہ روشنی مل جاتی ہے جس سے آئندہ درپیش سفر میں بھٹکنے سے وہ بچ سکتی ہے اور اپنے رب کی طرف مراجعت کے اعلیٰ مقامات کو پا لیتی ہے۔

سب سے پہلے وحی کے ذریعہ علم حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کیا گیا تا کہ ان کی اولاد دوبارہ اس جنت کو پا سکے جو انہوں نے کھو دی تھی۔ آپ کے بعد رب العالمین کا یہ کرم اور احسان عظیم ہے کہ وہ ہر دور میں اپنے پیغمبر بھیجتا رہا جو انسانوں کو نہ صرف اس جنت کی یاددہانی کراتے رہے بلکہ وہاں تک پہنچنے کے اصول و طریقے بھی بتاتے رہے۔ انسانیت کے ان عظیم محسنوں کی صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن ان کے سردار خاتم النبیین محسن اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ ان سے پہلے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار میرے بھائی آ چکے ہیں۔ ان سب کی فکر ایک ہی تھی کہ ارضی حیات میں الجھ کر انسان کہیں اپنے خالق کو نہ بھول جائے، مٹی کے پیچھے لگ کر ابدی جنت سے محروم نہ ہو جائے، شیطان کے جھانسے میں آ کر جہنم کے سپرد نہ ہو جائے۔ یوں انسانیت کی سب سے بڑی خدمت اس کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہے اور یہ قرآن حکیم کا اہم ترین مضمون ہے۔

باب نمبر 2

قرآن حکیم میں غور وفکر کے آداب

2.1 زندہ قرآن

قرآن حکیم سے فائدہ اٹھانے کے لئے پہلی اہم بات یہ ہے کہ آپ کا اس عظیم اور یکتا کتاب کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ یعنی آپ کے دل میں قرآن حکیم کا کیا مقام ہے۔ کیا آپ کے لئے یہ اور کتابوں کی طرح بے جان اوراق پر لکھے گئے بے جان الفاظ ہیں، یا یہ کہ قرآن پاک امر ربی ہے جسے الفاظ کے سانچے میں ڈھال دیا گیا ہے، جس کا لفظ لفظ نہ صرف زندہ ہے بلکہ زندگی بخش بھی ہے؟

یہ کہ قرآن حکیم زندگی بخش ہے اس کا خود اللہ پاک گواہ ہے، اس لئے یہ **حیی قیوم خالق السمٰوٰت ولارض ومابینھما** کا براہ راست کلام ہے جسے وہ کبھی نور اور کبھی ذکر العالمین فرماتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اس عظیم تحفہ کو جو نام دیئے ہیں وہ اس کی عظمت کی منہ بولتی زندہ تصویر ہیں۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ جسے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا امر، اپنا نور، اپنا ذکر کہتے ہیں وہ کیسے مردہ ہو سکتا ہے؟ لہٰذا قرآن حکیم ایک زندہ وجود ہے۔ اس کی اپنی ایک خاص شخصیت ہے یہ نور کا ایک منبع ہے۔ اس کے ہر لفظ میں ایک خاص تاثیر ہے۔ اس کی آنکھیں ہیں جن سے یہ آپ کو دیکھتا ہے، اس کے کان ہیں کہ آپ کو سنتا ہے، اس کا قلب ہے کہ آپ کو سمجھتا ہے۔ جب اس یقین کے ساتھ آپ قرآن پاک کی طرف رجوع کریں گے، تو کلام اللہ ایک دوست کی طرح آپ کا استقبال کرے گا۔ آپ سے محبت کرے گا اور اپنے نور سے آپ کی زندگی کو روشن فرما دے گا۔ آپ کو زندگی کا احساس دے گا اور اسکے الفاظ آپ کی روح سے سرگوشی کریں گے اور وہ اپنی حقیقت کو کھول کر آپ کے سامنے رکھ دے گا۔

2.2 مقام ادب

تلاوت کی دوسری شرط ادب ہے۔اس بات کو یاد رکھیں کہ یہ کلام اللہ کا کلام ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بزرگ ترین ورثہ ہے اور خالق کائنات کی انسان کے پاس امانت ہے۔ جب یہ لوح محفوظ سے اتارا جاتا تھا تو فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام بے شمار ملائکہ کی معیت میں اسے لاتے تھے۔سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محترم اور پیارے قلب پر نزول فرمایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشک قمر و ماہتاب ہونٹوں نے سب سے پہلے ان الفاظ کو صوتی لہروں میں ادا کیا۔

عالم امر میں اس کی عظمت کا یہ مقام ہے کہ ماسوائے مطہرون (پاکبازوں) کے اسے کوئی چھو تک بھی نہیں سکتا۔چنانچہ قرآن حکیم کی طرف جب رجوع کرو، تو اس طرح کرو جیسے کسی مقدس اور علم و دانش میں بزرگ ترین ہستی کے روبرو پیش ہو رہے ہو۔نیت کے بعد اول شرط طہارت اور وضو ہے اور دیدار سے پہلے شیطان سے پناہ اور بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم اور کلمہ شہادت کا ورد باادب لوگوں کا شیوہ ہے۔

افسوس، کہ آج کل کے کچھ بدتمیز لوگ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے تکیہ تلے یا بیڈ سائڈ ٹیبل پر یوں رکھ دیتے ہیں جیسے ان کی لائبریری کی کتابوں میں سے یہ بھی کوئی ایک کتاب ہے۔ایسے جاہل لاپرواہوں کے علاوہ ایک بے ادب گروہ مذہبی طالب علموں اور علماء کا بھی ہے جو پڑھتے پڑھتے اللہ تعالیٰ کے کلام کو اپنے سامنے زمین پر رکھ دیتے ہیں اور کچھ بدبختوں کو تو قرآن پاک کو تکیہ بنائے لیٹے بھی دیکھا گیا ہے۔ایسا وطیرہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلام سے عدم توجہ، بے ادبی اور بدتمیزی کا اظہار ہے بلکہ خود خالق کائنات کی شان میں بدتمیزی کے مصداق ہے۔جس کا کوئی ذی روح متحمل نہیں ہو سکتا۔

کلام اللہ کے ادب کے بارے میں یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ یہ کوئی دل لگی (Casual Reading) کی کتاب نہیں کہ اسے دلچسپی کی خاطر پڑھا جائے جو صفحہ سامنے

آیا وہاں سے پڑھ لیا اور جب دل اکتا گیا تو رکھ دیا۔ یہ تو ہدایت کی کتاب ہے۔ جس پر پوری زندگی کی کامیابی و ناکامی کا دارو مدار ہے۔ اس لئے قرآن پاک کو اٹھانے سے پہلے ذہن کو اس کے خالق سے ہم آہنگ کیا جائے اور اپنے آپ کو ایک شاگرد کی حیثیت میں رکھ کر قرآن پاک کا دیدار کیا جائے۔

یاد رہے کہ قرآن پاک سے دل لگی آگ سے کھیلنے کی مانند ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس دل لگی کی وجہ سے انسان اللہ تعالٰی کے غصہ کا شکار ہو جائے اور ہدایت کی بجائے گمراہی کے جہنم میں دھکیل دیا جائے۔ حق تعالٰی فرماتے ہیں۔

یضل به کثیراً و یهدی به کثیراً ۔

یعنی اس سے کافی لوگ گمراہ ہو گئے اور کافی لوگوں نے ہدایت پائی۔ (سورۃ البقرۃ آیت مبارکہ ۲۶)

2.3 تلاوت اور قلبی حالت

قرآن حکیم کی تلاوت کا یہ حق ہے کہ قبلہ رو ہو کر با ادب با ہوش یا تقوٰی والے دل کے ساتھ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ حق تعالٰی کے کلام کو قرآن کے الفاظ کے صوتی اثرات میں محسوس کرے۔ قلب کی آنکھوں سے نظارہ کرے کہ کلام اللہ عرش معلٰی کی طرف سے آدمی کے دل پر اتر رہا ہے۔ محسوس کرے کہ فرشتے خوشبودار ریشمی جزدان میں لپیٹے اس کے مقدس اوراق کو اس کی طرف تحفۃً لا رہے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ قاری قرآن پاک میں دوڑنے کی کوشش نہ کرے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رہے۔ اپنی بہترین آواز سے پڑھے اور اسے خود سنے اور محسوس کرے جیسے یہ اس کے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔

تجربہ یہ بتاتا ہے کہ قاری جب ایک ہی آیت مبارکہ کو بار بار تلاوت کرتا ہے اور اس کے الفاظ کے معانی پر بھی توجہ رکھتا ہے تو چند بار پڑھنے کے بعد کلام اللہ کا نور قلب کو منور کرنے لگتا ہے۔

یوں محسوس ہوگا جیسے قاری کے دل پر کلام اللہ کے انوار کا نزول ہو رہا ہے۔ اگر یہ حالت کچھ دیر بدستور رہے تو کلام اللہ کے اثرات سے آنکھیں بھیگنا شروع ہو جائیں گی اور دل خشیت اللہ میں ڈوب کر مقام معرفت کی طرف عروج کرنے لگے گا۔

2.4 ذکر کے ساتھ فکر

ذکر کے ساتھ فکر ضروری ہے لیکن افسوس کہ اکثر قاری قرآن پاک کو پیچھے چھوڑ کر اس کے الفاظ کے ساتھ آگے نکل جاتے ہیں اور قرآن پاک کو ختم کرنے کے چکر میں اسکے اوپر اوپر سے گزر جاتے ہیں۔ ایسی تلاوت سے شاید انسان ثواب تو پالے لیکن قرآن حکیم کے مقصد نزول سے بہرہ ور نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی برکات اور فیوض کا حقدار ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کلام اللہ ایک سمندر ہے جس میں جس قدر گہرائی تک غوطہ لگایا جائے گا اسی قدر اعلیٰ موتی ہاتھ آئیں گے۔

یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ کلام اللہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے اور اس کے نور کا پھیلاؤ زمین سے عرش تک ہے اور اس کی پہنچ عالم امر، عالم شہود، عالم برزخ، عالم آخرت غرض کہ زمان و مکاں حاضر غیب ہر جگہ اور ہر وقت ہے۔ زندگی و آخرت کے ہر مقام پر یہ روشنی اور رہنمائی کا ذریعہ ہے۔ اب یہ غوطہ خور پر منحصر ہے کہ اس لاانتہا سمندر رشد وہدایت میں اس کی اپنی انتہا کیا ہے۔ کچھ وہ لوگ ہیں جو کنارے پر کھڑے اُسے دیکھتے ہیں (یعنی رسم و رواج کے طور پر قرآن خوانیاں کرانے والے) اور کچھ اس کی گہرائیوں میں غوطہ لگاتے ہیں۔ ہر شخص کو بقدر ہمت اور نیت کچھ نہ کچھ ضرور حاصل ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جو ساحل پر کھڑا ہے اس پر بھی اڑ کر اس کے بابرکت پانی کے چھینٹے ضرور پڑ جاتے ہیں۔

ظاہر اور باطن کے معنی سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ قرآن کریم کا باطن خواص کے لئے ہے اور ظاہر عوام کے لئے۔ ایسی ہرگز ہرگز کوئی بات نہیں۔ دونوں ایک ہی ہیں۔ فرق صرف شدت کا ہے۔ جیسے سورج کے اندر اور اس کے باہر روشنی کی خاصیت ایک سی ہے لیکن کیفیت،

حدت اور شدت کا انحصار مرکز سے قربت اور دُوری پر ہے۔ یوں قرآن حکیم کے معنی قاری پر اس کے رب العالمین کے تعلق کی نسبت کھلتے جاتے ہیں لیکن باطن ہرگز ظاہر کو ساقط نہیں کرتا، اس لئے کہ یہ وہ کتاب ہے جس کا کوئی حصہ دوسرے حصے سے اختلاف نہیں کرتا۔ لہٰذا ظاہر کو چھوڑ کر صرف باطن کے معنی تلاش کرنے والے بھی گمراہ ہو سکتے ہیں جیسا کہ باطنیہ فرقہ کے ساتھ ہوا۔ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے کلام کے تمام احکامات پر پورا پورا عمل کرے اور باقی ماندہ زندگی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع بنائے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی انسانی شکل میں قرآن پاک تھی اس لیے کلام اللہ کے باطن سے بھی وہی لوگ مستفید ہوں گے جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس کے ظاہر پر پورے کاربند ہوں گے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ظاہر پر عمل کرنے ہی سے باطن کے راز کھلیں گے۔

باب نمبر 3

قرآن حکیم کا یکتا اسلوب

3.1 یکتا اسلوب، زندہ کتاب

قرآن حکیم ایک عظیم اور یکتا شخصیت کا مالک کلام ہے۔ اس نسبت سے کہ یہ براہ راست اللہ کا امر ہے یہ مخلوق نہیں کہ مٹ جائے بلکہ اسے دوام حاصل ہے۔ یہ زندہ ہے۔ اسے شعور حاصل ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنا نور کہا ہے یہ نور ہر آیت سے نکلتا (Radiate) ہے۔ جب کوئی دوست کے طور پر اس کی طرف بڑھتا ہے تو قرآن پاک بھی دوست بن کر اپنے مہمان کا استقبال کرتا ہے اور اپنا دل کھول کر اس کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ لیکن اجنبی کے لئے یہ اجنبی ہے۔ اسے قرآن حکیم میں حکمت کی بجائے بے ربطی اور وحشت نظر آتی ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ اس کی اپنی زندگی بے ربط ہے اور مقصد حیات سے لاعلمی کے باعث اس کی زندگی اس کے لئے وحشت ناک بن چکی ہے جیسے ایک اجنبی کو دوسرے اجنبی سے ہوتی ہے۔ جب کہ اس پر ایمان لانے والوں پر اس کا اثر ناقابل بیان ہے۔ لہٰذا اسے عام انسانی معیار سے پرکھنا ہی بنیادی غلطی ہے۔ اس کا اسلوب سب کتابوں سے جدا اور انوکھا ہے۔

یہ دنیا کی وہ عظیم ترین کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے، سب سے زیادہ یاد کی جاتی ہے سب سے زیادہ اس کے حوالے دیئے جاتے ہیں، سب سے زیادہ اس پر عمل کیا جاتا ہے اور جو اس کا ادب کیا جاتا ہے وہ بھی لاثانی ہے۔ عجیب بات ہے کہ اگر چہ اپنی ضخامت میں بڑی نہیں لیکن پڑھنے میں ختم نہیں ہوتی۔ ساری عمر پڑھنے والے بھی کہتے ہیں ابھی پڑھی نہیں، چودہ صدیوں سے ہر رنگ و نسل کے لوگ اس کے معنی پر غور کر رہے ہیں لیکن بڑے سے بڑا عالم یہی کہتا ہے۔ ابھی اس کو پورے طور پر سمجھا نہیں۔ یہ واحد کتاب ہے جس کی لاکھوں دماغ چودہ سو سالوں

سے تفاسیر لکھ رہے ہیں لیکن علمی پیاس نہیں بجھتی۔ وقت کے ساتھ ہر چیز، ہر علم، ہر سائنس اپنی افادیت کھوتی جاتی ہے، لیکن قرآن پاک کی تازگی اور علوم کی گہرائی بڑھتی ہی جارہی ہے۔ کوئی بھی کتاب ہو، انسان چند دفعہ پڑھنے کے بعد بوریت محسوس کرتا ہے لیکن یہ عجیب کتاب ہے جسے لوگ ہزاروں بار ختم کرتے ہیں لیکن پیاس مزید بڑھتی ہی جاتی ہے۔

3.2 قرآن پاک کا انداز بیان اور موضوع

جب کوئی مصنف کوئی کتاب لکھتا ہے تو اس کے سامنے ایک خاص موضوع ہوتا ہے۔ جس سے اس کتاب کی شناخت ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے موضوع کو کئی ابواب میں تقسیم کر کے اس کے ہر پہلو پر الگ الگ بحث کرتا ہے لیکن قاری جب قرآن پاک کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس میں اسے ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی بلکہ اس کی ہر آیت مبارکہ ایک منفرد موضوع ہے یہ ایک انتہائی خوبصورت اور بہت بڑے باغیچے کی مانند ہے، جس میں ہزاروں پھول کھلے ہیں، ایک سے ایک بڑھ کر اور انفرادی حیثیت میں نہایت دلکش اور مجموعی حیثیت میں بے مثل۔

قرآن پاک میں عقائد کا ذکر بھی ہے عبادات یا فرائض کا بھی، لیکن ان کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ ابواب نہیں۔ ہر طرح کا اصول اس میں موجود ہے لیکن وضاحت کہیں کہیں ہے۔ اس میں اعلیٰ ترین انسانی حقوق و معاشرت اور عدل حکومت کی تصویر دی گئی ہے لیکن حکومت کیسے چلائی جائے اس کی تفصیل اور طریقہ کار کی وضاحت نہیں۔ جگہ جگہ کائنات کے بھیدوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے، جس میں دریافتوں کی جھلکیاں ہیں، لیکن پھر بھی یہ سائنس کی کتاب نہیں۔ قرآن پاک انسان کے تمام معاشی مسائل کا حل پیش کرتا ہے، لیکن طریق کار کے متعلق زیادہ وضاحت نہیں کی گئی۔ علم الغیب کے رازوں سے کئی جگہ پردہ اٹھایا گیا لیکن اسرار و رموز کی تفصیلات کھل کر سامنے نہیں آتیں، غرض دنیا کا کوئی ایسا علم نہیں جس کی بنیاد قرآن پاک میں موجود نہ ہو اور زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے متعلق رہنمائی قرآن پاک میں موجود نہ ہو تاہم اس کی تفصیل بہت کم دی گئی ہے

اس لئے کہ قرآن اکیلا نہیں آیا تھا بلکہ یہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں آیا۔

تفاصیل کے عظیم کام کی ذمہ داری اللہ تبارک وتعالیٰ نے حامل قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ڈال دی کہ وہ اس کی ایک ایک رمز کو عملی صورت میں پیش کر کے دکھائیں چنانچہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی زندگی سب سے بڑی تجربہ گاہ تھی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کی رضا کو انسانی شکل میں واضح کر کے دکھادیا۔ یوں آپ قرآن ناطق ہیں۔ آپ کے اقوال و اعمال کو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں اور یہ سب کچھ قرآن حکیم کی عملی تفسیر ہیں جن کے بغیر کلام اللہ کو سمجھنا محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

قرآن کی مثال ایک نہایت وسیع، نہایت گہرے سمندر کی مانند ہے۔ اس کے اندر کیا ہے اُسے جاننے کا دارومدار ہر ایک کی اپنی اپنی صلاحیت پر ہے۔ کوئی کیا پکڑ کر لاتا ہے یہ اس کی اپنی ہمت پر انحصار رکھتا ہے یعنی قرآن حکیم انسان کی صلاحیتوں کو نکھارنا چاہتا ہے تاکہ قاری اپنا راستہ اس کی روشنی میں خود تلاش کرے۔ وہ منزل کی نشاندہی تو کھل کر کرتا ہے لیکن منزل پر پہنچنے کا اختیار آدمی کے ہی پاس رہنے دیتا ہے۔

اگر تفصیلات اور طریق کار بھی قرآن میں دیئے گئے ہوتے تو نہ صرف قرآن پاک ایک نہایت ضخیم کتاب بن جاتی بلکہ انسان کی عقل و دانش پر بھی پابندی لگ جاتی جو قرآن پاک نہیں چاہتا۔

یہاں اس پہلو کو سمجھنا ضروری ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو صرف اہل قرآن (منکر حدیث) کہتے ہیں وہ قرآن کو سمجھنے میں اپنے ظن وتخمین پر بھروسہ کرتے ہیں اس لئے غلطی پر غلطی کرتے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ سخت گھاٹے میں ہیں۔ علاوہ ازیں جو لوگ احادیث مبارکہ کو قرآن پاک کے اصولوں کے تابع کر کے اپنے لئے نشانِ راہ تلاش نہیں کرتے اور بناوٹی اور ضعیف احادیث مبارکہ یا اپنے "اماموں" یا "پیروں" کی باتوں کو دین اسلام کا حصہ بنا دیتے ہیں وہ بھی قرآن حکیم کی روح کو نہیں پا سکتے۔ اس لئے کہ قرآن پاک اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں کہ قرآن پاک کی پوری سمجھ تب آ سکتی ہے کہ حضور

پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملی زندگی کو نہ صرف سمجھا جائے بلکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی تعلق بنایا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہ نے بنایا تھا۔ غیر مشروط محبت اور اتباع کا تعلق ۔اگر کسی میں یہ سب باتیں جمع ہو جائیں تو خود بخود اس پر کلام اللہ کی حقیقت واضح ہونے لگتی ہے۔

3.3 عجیب ترتیب

اپنی ترتیب میں بھی یہ کتاب عجیب وغریب ہے ۔اس کے 114 ابواب (سورتیں) ہیں لیکن ان کے درمیان آسانی سے کوئی مماثلت نظر نہیں آتی ۔بعض ابواب تو اتنے لمبے ہیں کہ پڑھنے میں کئی گھنٹے لگ جاتے ہیں اور بعض اتنے چھوٹے کہ چند منٹ بھی بہت ہیں۔ ہر باب کا اپنا ایک نام اور انداز ہے مثلاً قرآن حکیم کی سب سے لمبی سورۃ کا نام البقرۃ یعنی گائے ہے لیکن گائے کے متعلق چند سطور پر مشتمل ایک سرسری سا واقعہ ہے ۔ایک سورۃ کا نام النمل یعنی چیونٹی ہے لیکن یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالی نے اس میں چیونٹیوں کی سائنس سمجھائی ہے بلکہ وہاں بھی صرف چیونٹیوں کا ایک دفعہ ذکر ہے ۔اسی طرح باقی تمام سورتوں کے نام ہیں۔ظاہراً قاری کو سورۃ کے نام اور اس کے نفس مضمون میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا لیکن ایسا نہیں بلکہ قرآن پاک کی ہر سورت کا نام اپنے اندر معنی کا سمندر رکھتا ہے جس کا سورۃ کے مضامین سے گہرا تعلق ہے ۔مثلاً گائے کا انسانی نشوونما اور رہن سہن میں ہمیشہ سے جو واسطہ ہے اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ہندو دھرم میں اس کو گائے ماتا یعنی ماں کا درجہ دیا گیا ہے ۔اب اس نام کی نسبت سے سورۃ بقرہ پر غور کریں تو اسلامی معاشرہ کی تشکیل ،نشوونما ،عدل وانصاف اور ترقی کے لئے یہ سورۃ خون کا درجہ رکھتی ہے۔

3.4 مختلف مضامین

ایک ہی سورۃ میں نفس مضمون کے لحاظ سے بھی قرآن پاک نہایت عجیب وغریب ہے۔ ظاہراً کسی بھی سورۃ کا کوئی خاص موضوع معلوم نہیں ہوتا بلکہ سورۃ تو بہت بڑی بات ہے ،بعض

اوقات قرآن پاک کی ایک ایک آیت میں یکمشت کئی کئی مضامین اور بیان نظر آتے ہیں۔ایک ظاہر بین آنکھ یہاں بھی غلطی کرتی ہے اور اسے ان مضامین میں کوئی ربط نظر نہیں آتا لیکن ایسا ہرگز نہیں، حقیقت یہ ہے کہ قرآن پاک کی آیات پہاڑی سلسلوں کی چوٹیوں کی طرح ہیں جو اوپر سے تو الگ الگ ہیں لیکن گہرائی میں جا کر دیکھو تو ایک عظیم مضبوط باربط عمارت ہے۔جس میں کوئی کمزوری، کوئی علیحدگی نہیں۔

ایک اجنبی قاری کو یہ بات بھی حیران کن معلوم ہوتی ہے کہ قرآن حکیم میں بعض دفعہ ایک ہی آیت میں بیک وقت ماضی حال اور مستقبل کے زمانے نظر آتے ہیں۔یہی حال صیغوں کا ہے۔حاضر، غائب متکلم کے صیغے کچھ اس طرح فوراً تبدیل ہو جاتے ہیں کہ ناسمجھ قاری چکرا جاتا ہے۔اسکی وجہ بھی قرآن پاک کے منفرد اعجاز اسلوب سے ناواقفیت کی وجہ ہے۔یہ فقط ہم ہیں جنہوں نے اپنی چھوٹی سے زندگی میں وقت کو بھی ماضی حال مستقبل میں بانٹ کر رکھ دیا لیکن وقت سے بالاتر ہستی کے لئے سب کچھ ایک ہی چیز ہے۔قرآن انسان کو زمان و مکان سے بالاتر ہو کر سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔

3.5 اسلوب وحدت

اوپر ہم نے جن عجیب وغریب باتوں کا ذکر کیا ہے دراصل یہی وہ اسلوب ہیں جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرتے ہیں۔اگر یہ کسی آدمی کی تصنیف ہوتی تو وہ ضرور انسانوں کے کتاب لکھنے کے اسالیب کو اپناتا لیکن چونکہ اس کتاب کے مصنف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں بلکہ رب کائنات ہے جو زمان ومکان اور حاضر غائب کی قیود سے آزاد ہے۔اول ہو یا آخر ظاہر ہو یا باطن یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور ایک ہی ہیں۔لہٰذا کلام اللہ انسانی قیود سے آزاد ہے اس کا انداز آفاقی ہے اور اس کا اسلوب بیان تمام کتابوں سے جداگانہ ہونا لازمی ہے۔

اگر قرآن پاک نے مذہب، سائنس، معاشرت، حکومت، معاشیات، اخلاق، نیکی بدی، زندگی اور موت کو علیحدہ علیحدہ ڈبوں میں بند نہیں کیا تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ دراصل یہ سب

ایک ہی وحدت کے مختلف رنگ ہیں مثلاً معاشیات کو آپ سیاست، حکومت، سائنس یا اخلاقیات سے علیحدہ نہیں کرسکتے۔ اسی طرح اخلاق ہو یا مذہب اس کو زندگی کے باقی شعبوں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ یوں قرآن پاک زندگی کے تمام شعبوں کو ایک زندہ وحدت کے طور پر پیش کرتا ہے جبکہ دور جدید کے نام نہاد ماہرین نے زندگی کو بے شمار بے جوڑ شعبوں میں بانٹ دیا ہے۔ اسلئے انہوں نے انسان کو سوائے انتشار (Chaos اور Confusion) کے اور کچھ نہیں دیا۔ ہر ماہر سمجھتا ہے کہ اسی کا فارمولا سب دکھوں کا امرت دھارا ہے اور پھر جنون کی حد تک اپنی ازم (Ism) کو دوسروں پر زبردستی نافذ کردینا چاہتا ہے اور یوں جدید دور میں انسان کی ہستی بے شمار ازموں میں بٹ کر پھٹ گئی ہے۔

قرآن حکیم کے نزدیک انسان کی معراج اس کی وحدت میں ہے۔ وہ نفس واحدہ سے پیدا ہوا اور وحدت ہی میں اس کی بقا اور ارتقاء ہے۔ افسوس کہ دور جدید کے فلاسفروں نے اس کی وحدت کو چاک چاک کر دیا ہے اور یہی آج کل کے انسان کے مسائل کی اصل جڑ ہے لیکن تقسیم انسانیت آج ہی کا مسئلہ نہیں بلکہ دنیا میں جس وقت قرآن حکیم تشریف لایا اس وقت بھی انسان چرکی چرکی پھٹا اور بٹا ہوا تھا۔ اس لئے کہ باطل کے تمام نظریات خواہ وہ جدید ہوں یا قدیم ان کا نتیجہ انسان کی تقسیم ہے، امیر ہو یا غریب یہ تقسیم سب کے لئے عذاب ہے۔

اس شدید کمی کو پورا کرنے کے لئے رب العالمین نے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذکراللعالمین نازل کیا جس کا مقصد انسانیت کی وحدت کو برقرار رکھتے ہوئے عفو کی تکمیل ہے تاکہ انسان جہنم سے بچ جائے اور یہی قرآن حکیم کا خاص موضوع ہے۔ دنیا کو آخرت سے، زندگی کو موت سے، گھر کو قبر سے، دین کو سائنس سے، اخلاق کو معاش سے، غریب کو امیر سے اور انسان کو اس کے رب سے جدا نہیں کیا جاسکتا، یہ سب ایک ہی وحدت کے حصے ہیں۔ اگر ان سب کی اجتماعی ترقی ہی انسان کی صحیح ترقی ہوگی بالکل انسانی جسم کی طرح۔ یہ نہیں کہ ہاتھ بڑھ کر لمبے ہوتے جائیں اور پاؤں چھوٹے رہ جائیں یا سر بڑا ہوتا جائے اور دھڑ چھوٹا رہ جائے۔ اگر ان کی ترقیوں میں ربط اور مناسبت نہیں تو انسان حیوان بن جاتا ہے۔

انسان کی روحانی مسرت وارتقاء بھی اسی قرآنی وحدت میں ہے اور جب روح اس وحدت کو قرآنی آیات میں دیکھتی ہے تو فرطِ مسرت سے کبھی جھومتی ہے، کبھی اس کی آنکھوں میں سے تقویٰ کے آنسو نکلتے ہیں اور کبھی کبھی دم بخود ہر آیت مبارکہ کےلفظ کے ساتھ وجد کرتی ہے۔ زمان ومکاں کی قیود، حاضر وغائب کی تقسیم سے آزاد وہ خوشی سے سرشار ہو جاتی ہے، جیسے خالق کائنات خود اس سے ہم کلام ہو۔ روحانی ترقیوں کے زینوں پر یہ وہ مستی اور سرور ہے جو کسی راگ میں نہیں، کسی شراب میں نہیں۔ یہ تکمیل انسانیت کا راستہ ہے جس پر چل کر انسان خوف اور غم سے آزادی حاصل کر لیتا ہے اور کائنات کی وحدت کا حصہ بن کر محبت وعشق ومستی کا سرور پا لیتا ہے۔

3.6 رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ہم

اس منزل کی واضح نشان دہی کے لئے مکمل انسان کا ہونا لازمی تھا۔ اس لئے رب العالمین نے ذکر اللعالمین سے پہلے رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ جب لوگوں نے چالیس سال تک انہیں اچھی طرح دیکھ بھال لیا اور ان کی عظمت کی گواہی الصادق اور الامین کے خطابات سے دے دی تو حکم ہوا اب دنیا کو تکمیل انسانیت کا درس دو۔

قرآن حکیم میں ہم جو یہ دیکھتے ہیں کہ بنیادی باتوں کی بھی تفصیل نہیں دی گئی جیسا کہ پہلے بھی کئی بار کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ علم کو معلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن بھی نازل فرمایا اور اس کی تفصیل بھی جسے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر حرکت، ہر قول وفعل قرآن کی تفصیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں چلتا پھرتا قرآن، جن کی خاطر رب العالمین نے کائنات بنائی اور معراج عطا فرمائی کہ مشہود کو ایک شاہد چاہئے تھا۔ جبرائیل علیہ السلام اس بات پر نازاں تھے کہ ہم رکابی نصیب ہوئی۔ دنیا وآخرت میں خوش قسمت ترین وہ لوگ ہیں جنہیں آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہونے کا شرف حاصل ہوا۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے لئے خاص اور محدود نہیں تھی ۔رحمت العالمینی کو کسی خاص دور کے لئے محدود نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ تو ہمیشہ جاری و ساری رہے گی۔اس کا انحصار ہم پر ہے کہ اس سے کس حد تک مستفید ہوتے ہیں۔چنانچہ اگر آج بھی ہم میں سے کوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طرزِ زندگی کا نمونہ بن جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت العالمینی سے یہ بعید نہیں کہ اسے بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ویسی ہی صحبت نصیب ہو کون کہہ سکتا ہے کہ بعد کے ادوار میں اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نہیں ہوئے اس اعزاز کے لئے ایسی زندگی کا رہنما اصول قرآن حکیم ہی ہوگا یعنی اگر ہم صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے تعلق کو استوار کرنا چاہتے ہیں تو پھر قرآن حکیم سے اپنا تعلق استوار کرنا ہوگا یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

قرآن پاک صرف کلام اللہ ہی نہیں بلکہ کلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے۔اس کے ایک ایک حرف کی آواز سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے مقدس ہونٹوں سے نکلی تھی اور آج بھی آیات مبارکہ کی تار آپ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جڑی ہوئی ہے۔گو"دیدارِ عام"کا وقت گزر گیا لیکن"دیدارِ خاص"کے چشمے اب بھی جاری ہیں۔

اللهم صلي علي محمد و بارك وسلم يا الرحم الراحمين۔

باب نمبر 4

ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ

قرآن کریم میں غور وفکر کیلئے ناسخ اور منسوخ کے مسئلہ کو سمجھنا بھی انتہائی ضروری ہے۔ یہ مسئلہ قرآن الحکیم کے متعلق نازک ترین مسائل میں سے ایک ہے جسے بہت زیادہ اچھالا گیا ہے اور آج کل منافقین اسے موضوع بنا کر اسلام کے انتہائی محترم بزرگوں کے حوالہ سے قرآن الحکیم کے محکم ہونے پر شکوک پیدا کر رہے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ جب قرآن الحکیم نازل ہو رہا تھا تو اس وقت کبھی ایک حکم نازل ہوتا اور بعد میں ایک اور آیت نازل ہوتی جو پہلے حکم کو بدل دیتی تھی۔ جس آیت کے ذریعہ ایسا ہوتا اسے ناسخ کہتے اور جس آیت کے حکم میں تبدیلی آتی اسے منسوخ کا نام دیا گیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاتقان'' بمطابق اردو ترجمہ ادارہ اسلامیات لاہور جلد دوم صفحہ ۵۶ پر لکھا ہے کہ ایسی اکتیس آیتیں ہیں جن کو منسوخ مانا گیا ہے۔ بعض نے اس سے زیادہ اور بعض نے اس سے بھی کچھ کم کہا ہے۔ مثلاً حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مطابق ایسی آیات صرف چھ ہیں۔ غرض یہ ایک فنی مسئلہ ہے جسے موضوع بنا کر کتاب اللہ کے بارے میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے، حالانکہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''اس کی باتوں میں تبدیلی نہیں ہوتی''۔ بلکہ قرآن حکیم کا اعجاز ہی یہ بتایا گیا ہے کہ ''**لا ریب فیھا** ۔اس میں کوئی شک نہیں'' دنیا کی ہر کتاب کے نفس مضمون میں کئی اختلافات یا تضادات نظر آئیں گے لیکن یہ دعویٰ صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ہے کہ یہ ہر طرح کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ ارشاد ربانی ہے، ''اگر یہ کتاب کسی غیر اللہ سے ہوتی تو اس میں بڑا اختلاف یا تضاد ہوتا، (لیکن الحمد اللہ یہ ہر قسم کے اختلاف سے پاک ہے)''

اس پس منظر میں ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ بالکل بے بنیاد اور غلط ہے لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ مرچ مصالحہ لگا کر اس موضوع پر جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ (۹۱۱ـ۸۴۹ ہجری) تک کئی کتابیں تصنیف کی جاچکی تھیں۔ آج کل انہی کو بنیاد بنا کر قرآن حکیم کے مخالف اس بے بنیاد بات کو ہوا دے رہے ہیں کہ "قرآن حکیم کا کافی حصہ منسوخ ہو گیا تھا لہٰذا یہ قابل اعتبار نہیں (نعوذ باللہ) اور چونکہ قرآن پاک کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کرتی ہے لہٰذا اس کے احکام بھی محکم نہیں اور قرآن پاک وقتی مصلحتوں کے مطابق بدلتا رہا لہٰذا اس کی تخلیق میں انسانی ہاتھ ہے" قرآن کریم کے ان دشمنوں سے ہمیں نیکی کی توقع نہیں کرنی چاہیے اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں اسکے خلاف ہرزہ سرائی کرتے ہی رہے ہیں لیکن جب اس قسم کی باتوں کو اسلامی روایات کے حوالہ سے پیش کیا جاتا ہے تو بات خطرناک صورت حال اختیار کر جاتی ہے اس لئے فی زمانہ اس مسئلہ کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے تا کہ اہل علم، علمی موشگافیوں میں پڑنے کی بجائے مسلمانوں کو منافقین کے گمراہ کن پراپیگنڈا سے بچائیں۔

4.1 سازشیں اور من گھڑت روایات

حقیقت یہ ہے کہ منافقین نے علمی "موشگافیوں" کے ذریعہ ہی سے اس مسئلہ کو جنم دیا جس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔ بعض منافق مصنفین ناسخ اور منسوخ کی تشریح اور تفسیر میں اس قدر دور نکل گئے کہ انہوں نے تو تیسرے حصہ سے زیادہ قرآن پاک کو منسوخ قرار دے دیا (نعوذ باللہ) اور عجیب عجیب روایات نے جنم لیا۔ مثلاً علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کسی ابوعبیدہ کا قول لکھتے ہیں، اس نے اسماعیل بن ابراہیم سے، ان سے ایوب نے، ان سے نافع اور ان سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "بے شک تم لوگوں میں سے کوئی شخص یہ بات کہیگا کہ میں نے تمام قرآن پاک حاصل کر لیا ہے، حالانکہ اسے یہ بات معلوم ہی نہیں کہ تمام قرآن کتنا تھا کیونکہ قرآن پاک میں سے بہت سا حصہ جاتا رہا ہے" یہی ابوعبید سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں

روایت کرتا ہے کہ ہم سے ابی مریم، ان سے، ابی لہیعہ، ان سے ابی الاسود، ان سے عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایام میں سورہ الاحزاب دو سو آیتوں کی پڑھی جاتی تھی پھر جس وقت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصاحف لکھے، اس وقت اس سورۃ میں سے بجز موجودہ مقدار کے اور کچھ نہیں پایا۔" (نعوذ باللہ)

غرض اس طرح کی چند ایک من گھڑت ضعیف روایات کے پردہ میں منافقین نے علمی لبادہ اوڑھ کر اور مسجدوں کی محرابوں میں بیٹھ کر اسلام کے مقدس علمی ذخیرہ میں اپنی خباثت پھیلائی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو نامکمل تحریف شدہ اور منسوخ ثابت کرنے کے لئے کسی نہ کسی صحابی کے نام کا سہارا لیا اور راویان کے سلسلہ سے اپنی بات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذمہ ڈال دی۔

افسوس ناک بات یہ ہے کہ ان کے مقابلہ میں بہت سی مصدقہ ثقہ اور متفق علیہ احادیث جو قرآن کریم کی صحت کی زوردار دلالت کرتی ہیں ان پر توجہ نہ کی گئی۔ اس سلسلہ میں خود قرآن حکیم کی اپنے بارے میں جو شہادت ہے اسے بھی خاطر میں نہ لایا گیا۔ چونکہ وہ زمانہ آج کا دور نہیں تھا کہ جو لکھا کل کسی نقاد نے پکڑ لیا بلکہ مسودے لائبریریوں میں پڑے رہتے تھے۔ پھر جب اسلام پر گرداب کا دور آیا تو علمائے مقلدین نے ہر لکھی ہوئی چیز کو مقدس سمجھ کر گلے سے لگا لیا اور اگر کسی نے ہمت کر کے کہا کہ یہ تو قرآن پاک اور متفق علیہ احادیث کے خلاف کھلی بات ہے، تو روایت کے آخر میں صحابی کے نام سے ڈرا کر اعتراض کرنے والے کو چپ کرا دیا۔

افسوس کہ ایسی فضول روایات بنانے والے اور اپنانے والے بھول گئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود اپنی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ اور تو اور خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اگر وہ بھی اس میں کوئی ردوبدل کرتے تو قابل مواخذہ ہوتے۔ یہ طرز بیان حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کمی کرنے کے لئے نہیں، بلکہ ایک اعلان ہے کہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قرآن پاک میں ایک حرف تبدیل نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی شان ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاملِ وحی ہونے کا ثبوت بھی

بقول قرآن اور احادیث نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کی حفاظت اور اس کے خالص پن کے لئے یہاں تک انتظامات کئے گئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعثت سے پہلے ہی تمام طرح کے جنات اور شیاطین کا داخلہ آسمانوں میں بند کر دیا گیا۔

حکم باری تعالیٰ ہے۔ ''ہم نے اس مقدس کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم (یعنی مالک کون ومکاں رب کائنات) اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' سوچے جب اس شان والا بادشاہ قرآن پاک کا محافظ ہو تو ایسی کتاب میں کوئی ردوبدل یا نسخ ہونا کیسے ممکن ہے۔ چنانچہ قرآن کریم اس بات کا بلاشک وشبہ خود ضامن اور گواہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم وہی ہے، جو لوح محفوظ سے لیلۃ القدر کو اتارا گیا اور پھر منشائے الٰہی کے مطابق متواتر 23 سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترتیب نزول کے مطابق نہیں، بلکہ لوح محفوظ والی ترتیب ہے۔ اسی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پاک پر قرآن ثبت ہوا اور اسی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاتبین وحی کے ذریعہ لکھواتے ۔اسی کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بھی حافظ اول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھ کر قرآن پاک کی آیات مبارکہ کو حفظ کر لیتے اور بطور یادداشت لکھ بھی لیتے۔

4.2 آیات کی غلط تاویل

ناسخ اور منسوخ کے مدعیان نے جس آیت مبارک کو موضوع بنا کر اس مسئلہ کو اچھالا وہ مندرجہ ذیل ہے۔

مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ____ (۱۰۶)۲

دراصل اس آیت مبارکہ میں صرف یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی آیت کو جب نسخ کرتا ہے یا بھلا دیتا ہے تو اس سے بہتر یا اس جیسی اور آیت لے آتا ہے۔ سیاق وسباق دیکھیں تو یہ

آیت کائنات کی تخلیق کے متعلق آیات کا حصہ ہے۔یعنی یہاں قرآنی آیات کے منسوخ کا ذکر نہیں بلکہ کائناتی آیات کا ذکر ہے اگر اس سیاق وسباق میں لفظ آیت کو اپنے وسیع تر معنوں میں لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مندرجہ بالا آیت قرآن حکیم کی معجزانہ آفاقی آیت ہے جسے پڑھ کر ایک سائنس دان کی روح وجد میں آجاتی ہے۔وہ ساری کائنات کو اس کی تفسیر کے طور پر دیکھتا ہے۔ایک ایک ذرہ سے لے کر اربوں کھربوں ستاروں پر مشتمل ان گنت کہکشاؤں میں آنے والی تبدیلیاں اس آیت مبارکہ کا روزمرہ زندہ ثبوت ہیں۔کائنات میں ہر آن تنسیخ اور تخلیق کا مسلسل عمل جاری ہے۔اللہ تبارک تعالیٰ کے حکم سے ایک ستارہ تباہ ہوتا ہے تو اس کے ملبہ سے کئی دوسرے ستارے وجود میں آجاتے ہیں اور پہلا بھول جاتا ہے۔ایک دنیا ختم ہوتی ہے تو اس کی جگہ کوئی اور دنیا لے لیتی ہے (تفصیلات کے لئے ہماری کتاب ”حیات بعد الموت“ کا مطالعہ فرمائیں)۔اس دنیا میں بھی ایک آدمی جاتا ہے تو فوری دوسرا اس کی جگہ پر کر دیتا ہے۔

غرض، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی آیات کا حصہ ہے اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور خالق حقیقی اپنی حکمت عالیہ کے مطابق صفحۂ ہستی پر نئے سے نئے اور خوبصورت سے خوبصورت پھول بھرتا رہتا ہے۔ایک نشانی جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری نشانی لے لیتی ہے۔اس فرمان الٰہی سے ظاہر ہے کہ کائنات میں ناسخ اور منسوخ کا عمل خیر کی طرف اقدام ہیں یعنی کائنات میں ارتقاء بہتری کی طرف ہو رہا ہے اور نسخ والی آیت ایک آفاقی حقیقت کی طرف سائنسی اشارہ ہے جو کہ موجودہ صدی کے سائنس دانوں کے لئے ایک اہم موضوع تحقیق ہے۔مثلاً معلوم ہوا ہے کہ ابتداء میں ستاروں کی دنیائیں سادہ تھیں۔پھر جب ایک ستارہ اپنی اجل سے مرتا ہے تو اس کے پھٹنے کے عمل میں اعلیٰ تر عناصر جنم لیتے ہیں جن سے اعلیٰ تر دنیاؤں کی تشکیل ہوتی ہے۔ہمارا اپنا شمسی نظام بھی لاکھوں ستاروں کی قربانیوں کا نتیجہ ہے۔یعنی ان کے نسخ سے معرض وجود میں آیا ہے اور ایسی ہی قربانیوں سے کائنات میں ہر دم لاکھوں نئے نئے جہاں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔لہٰذا کسی آیت مبارکہ کی جگہ بہتر آیات کا وارد ہونا ایک کائناتی عمل ہے جس میں بڑے عظیم اشارے اور انکشافات ہیں۔سورۃ الرحمٰن میں ارشاد ربانی ہے۔**وکل یوم ھوفی شان**“اور اللہ تعالیٰ

ہر روز ایک نئی اور نرالی شان سے جلوہ گر ہوتا ہے" **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم**

اب حق تو یہ تھا کہ نسخ اور منسوخ والی آیات سے ہمارے مفسرین کائنات میں اللہ تعالٰی کی شان کو دیکھتے لیکن دشمنوں کی پھیلائی ہوئی روایات کے چکر میں آ کر ان میں کچھ سادہ لوحوں نے العیاذ باللہ تعالٰی کے کلام کو ناقص بنا دیا۔ نعوذ باللہ اُن لوگوں نے ذاتِ باری تعالٰی کو متلون مزاج بنا کر پیش کیا۔

4.3 پرانے مذاہب کا نسخ

اگر صرف مذہبی نکتہ نگاہ سے بھی دیکھا جائے تو کلام اللہ پہلے تمام نبیوں اور رسولوں کی تعلیمات کو منسوخ کرتا ہے کہ وہ صاحبان محدود وقت کے لئے محدود علاقوں میں تشریف لائے تھے اور ہدایت کی تعلیم دیتے رہے لیکن خاتم النبیین سرور کائنات اور اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد نہ کسی پرانی شریعت کا جواز ہے اور نہ ضرورت۔ لہٰذا اسلام تمام پرانے مذاہب کو منسوخ کرتا ہے۔ **انّ الدین عنداللہ الاسلام**۔ آیات نسخ کے سیاق وسباق میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ مدینۃ المنورہ کے یہودیوں کا اعتراض یہ تھا کہ جبکہ بیت المقدس تمام نبیوں کا مرکز صلوٰۃ تھا اُسے چھوڑ کر بنائے ابراہیمی کو کیوں کعبہ بنایا گیا ہے؟ یا یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی حلال وحرام والی شریعت کو کیوں بدلہ جا رہا ہے؟ ناسخ آیت مبارکہ میں ان کے اعتراضات کا جواب ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی اپنی جس آیت کو چاہے منسوخ کر سکتا ہے بلکہ لوگوں کے ذہنوں تک سے بھلا دیتا ہے۔ جیسے اس نے لاکھوں دیگر پیغمبروں کی شریعت تو کجا ان کے ناموں تک کو انسانی یادداشت سے خارج کر دیا ہے۔

4.4 تاویلات کی مثالیں اور اصل حقیقت

اس سلسلہ میں افسوس ناک بات یہ ہے کہ غلط فہمی کی بنا پر بعض اوقات مخلص مسلمان بھی اس شدید اجتہادی غلطی کا شکار ہوئے اور انہوں نے اس غلط سوچ کو اپنا لیا کہ قرآن حکیم کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کرتی ہے۔ حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ایک آیت دوسری آیت کو مضبوط کرتی ہے۔ یہ سب تو ایک مضبوط اور بلند و بالا عمارت کی مانند ہے جس میں بنیادیں بھی ہیں اور اس کے اوپر دیواریں اور چھت بھی ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ دیواروں نے بنیادوں کو منسوخ کر دیا ہے یا چھت نے دیواروں کو؟ مثال کے طور پر قرآن حکیم میں شراب کی ممانعت کا حکم بتدریج آیا۔ ابتداء میں حکم ہوا ''شراب میں فائدے بھی ہیں اور نقصان بھی لیکن نقصان زیادہ ہے''۔ بعد میں کلی حرمت والی آیت نازل ہوئی کہ ''شراب کے قریب بھی نہ جانا یہ عملِ شیطان ہے''۔ اب ناسخ اور منسوخ کے مدعیان کہتے ہیں کہ دوسری آیت مبارکہ نے پہلی آیت مبارکہ کو منسوخ کر دیا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پہلی آیت ایک حکیمانہ سائنسی حقیقت ہے جو اپنی جگہ ہمیشہ ہی ٹھیک اور اٹل ہے اور دوسری آیت مبارکہ ایک حکم ہے جس کے تحت اس ام الخبائث کو ہمیشہ کے لئے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات کو سورۃ مزمل ہی کی آخری آیات نے منسوخ کر دیا۔ اس قول میں بھی نا سمجھی کا فساد ہے ورنہ پہلی آیات ریاضت اور عبادت کا اعلیٰ ترین معیار مقرر کرتی ہیں اور سورۃ کے آخر میں جو فرمایا گیا ہے وہ رب رحیم کی طرف سے ایک رعایت ہے کہ آسانی سے جس قدر ممکن ہو اتنا جاگ لیا کرو تا کہ ہم جیسے کمزور تن انسان بھی راتوں کے اترنے والے انوار سے فائدہ مند ہو سکیں۔

اسی طرح کہا گیا کہ زکوٰۃ کے حکم نے صدقات والی آیات کو منسوخ کر دیا ہے حالانکہ زکوٰۃ تو سال میں ایک دفعہ اپنے مال سے لازمی کٹوتی ہے جس کے مصارف مخصوص ہیں اور صدقات ہر وقت مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں مصرف ہے اور اس کے خرچ پر کوئی قید نہیں۔

اسی طرح یہ بھی کہا گیا کہ جب رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تو راتوں کو میاں بیوی کا مباشرت کرنا منع تھا لیکن بعد کی آیت میں اجازت مل گئی جس سے یہ ممانعت منسوخ ہو گئی حالانکہ یہ ایک رعایت ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں لیکن تقویٰ کا اعلیٰ ترین معیار اول آیت مبارکہ ہی ہے کہ رمضان کی راتیں عبادت میں گذاری جائیں اور میاں بیوی باہمی جنسی تعلقات سے پرہیز کریں۔

یہ بھی کہا گیا کہ مسلمانوں کے غلبہ کی آیت مبارکہ کہ "تم میں بیس صبر والے ہوں گے تو دوسو پر غلبہ حاصل کریں گے"۔ بعد میں اترنے والی آیت کی جب تم "سو ہو گے تو دوسو پر غلبہ حاصل کرو گے" نے منسوخ کر دی حالانکہ یہ تو چھوٹی اور بڑی جماعت میں تقویٰ کے معیار کی بات ہے۔ اگر تقویٰ کا معیار وہ ہوگا جو ان مسلمانوں میں تھا تو یقیناً بیس، دوسو پر حاوی ہوں گے لیکن چونکہ بڑی جماعت میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ۱۰۰ ہوں گے تو ۲۰۰ پر غالب آؤ گے یعنی دونوں آیات مبارکہ ایک دوسرے کی تشریح ہیں نہ کہ ناسخ۔

یہ بھی کہا جاتا ہے پہلے حکم ہوا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضری سے پہلے یا بات کرنے سے پہلے کوئی صدقہ دے دیا کرو" اور پھر حکم ہوا "چونکہ تمہارے لئے یہ مشکل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ تمہیں رعایت دیتا ہے"۔ اس طرح دوسری آیت نے صدقہ والی آیت کو منسوخ کر دیا حالانکہ یہاں بھی ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح کیا اور دوسری طرف بندوں کو تعلیم دی کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کا پسندیدہ ترین طریقہ کیا ہے۔ اس کے بعد انسانوں کی کمزوریوں کے مدنظر رعایت عطا فرما دی تاکہ وہ گنہگار نہ ہوں چنانچہ آج بھی دربار رسالت و قار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پسندیدہ ترین یہی طریقہ ہوگا کہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضری سے پہلے کچھ صدقہ کریں، البتہ اگر وہ نہ کر سکیں تو کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

اسی طرح کہا گیا ہے کہ جب مدینہ منورہ میں جہاد و قتال کی اجازت مرحمت ہوئی تو اس نے "ہاتھوں کو نہ اٹھانے کے متعلق" مکہ والی پہلی وحی کو منسوخ کر دیا حالانکہ یہ ایک بہت بڑی سیاسی

اور جنگی حکمت عملی (Strategy) کی بات ہے۔آج بھی اگر حالات مکہ مکرمہ والے ہوں تو ہاتھوں کو باندھ کر رکھنا ہی بہتر ہوگا لیکن جب مناسب طاقت کا حصول ہو جائے تو اپنی عقل اور حکمت کے مطابق دشمنوں کے خلاف جہاد بالسیف کیا جاسکتا ہے لہٰذا ان میں سے کوئی بھی آیت مبارکہ منسوخ نہیں بلکہ ہر زمانہ میں ہر قسم کے حالات کے مطابق جہاد بالصبر سے جہاد بالسیف تک کی جدوجہد کے تمام مراحل کے لئے رہنمائی کرتی ہیں۔

پھر کسی نے کہا فتح مکہ کے وقت جب حرم مکہ میں قتال کی خصوصی اجازت ملی تو اس نے ممانعت والی تمام آیات کو منسوخ کر دیا۔یہ کس قدر بڑی کج فہمی ہے۔یہ اجازت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعزاز تھی اور خدانخواستہ اگر کبھی غیر مسلم یا منافقین خانہ کعبہ پر قابض ہو جاتے ہیں تو ان کے غلیظ ہاتھوں سے حرم مقدس کو آزاد کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس ایک استثنا موجود ہے کہ وہ ایسے حالات میں خانہ کعبہ کو قتال کے ذریعے بھی آزاد کروا سکتے ہیں۔

ان تمام مثالوں کے بیان کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ بے تکی سے ناسخ اور منسوخ کا مسئلہ اٹھانا قرآن حکیم کی عظمت کے خلاف ایک سازش ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہر لحاظ سے مکمل ہے۔اس کی تمام آیات ایک دوسرے کی تشریح اور تفسیر ہیں۔کوئی آیت مبارکہ کسی دوسری آیت مبارکہ کا نسخ نہیں بلکہ قابل قبول معیار کی حدود متعین کرتی ہے جو لوگ ناسخ اور منسوخ کے چکر میں پڑے وہ صرف کج فہمی کا شکار تھے اور بعض ان میں منافق تھے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں شک وشبہ پیدا کرنا چاہتے تھے ورنہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں ہرگز کوئی کجی یا کمی بیشی نہیں۔اس کی ہر آیت مبارکہ اپنی جگہ مستقل آیت ہے ہاں البتہ اپنے بندوں کی کمزوریوں کے مدنظر ہمارے رؤف الرحیم رب نے اپنی طرف سے ہمیں کچھ رعائتیں دی ہیں لیکن ان رعائتوں سے تقوے کے اعلیٰ معیار میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔

لہٰذا قرآن حکیم میں ایک ہی مضمون پر دو یا دو سے زیادہ آیات اگر آئی ہیں تو یہ نسخ یا منسوخ نہیں بلکہ دراصل اس مضمون کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی ہے۔جیسے اوپر کہا گیا ہے ایسی آیات مبارکہ دراصل تقویٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور کم سے کم

معیار کی حدودکا تعین کرتی ہیں۔

اس بات کی حکمت کا اندازہ آپ یہاں سے لگائیں کہ انجینئرنگ کا سارا نظام برداشت کی حدود Tolerance Limits کے تعین پر منحصر ہے۔جب آپ کہتے ہیں کسی چیز کی لمبائی اتنی ہوگی تو ضروری ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ ہی زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم برداشت کی حدود بھی متعین کی جائیں اسلئے کہ بالکل صحیح پیمائش (Exact Measurement) کی چیز بنانا ناممکن ہے۔کوئی چیز حدود کے اندر ہی بن سکتی ہے۔

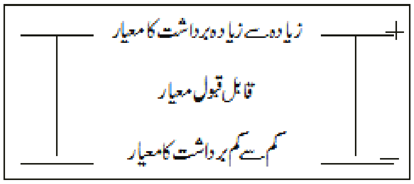

اب بھی اگر جان بوجھ کر کوئی ایسی آیات کو ناسخ اور منسوخ کے من گھڑت معنی پہناتا ہے تو وہ کلام اللہ کی تکذیب کا مجرم ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تقویٰ کے اعلیٰ معیار کی توفیق دے اور اپنی کتاب پر بہتر سے بہتر طریقہ سے عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین۔

باب نمبر 5

جمع القرآن الحکیم اور ربط و ترتیب

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ
مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O

"کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو از خود بنا لیا ہے؟ کہہ دو کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو"۔ (سورۃ ھود آیت مبارک ۱۳)

5.1 بعض بے ربطی کے شکار قاری

قرآن پاک کی روح سے عاری جب کوئی قاری قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ ایک عجیب و غریب مخمصہ بلکہ بعض اوقات وحشت ناک بے ربطی کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ یوں محسوس کرتا ہے جیسے آیات بے جوڑ طور پر آگے پیچھے رکھ دی گئی ہیں۔ مضامین کا سلسلہ بھی جگہ جگہ ٹوٹا نظر آتا ہے۔ چنانچہ دنیاوی کتابی معیار پر پرکھتے ہوئے اسے یہ کوئی با قاعدہ کتاب نظر نہیں آتی، بلکہ وہ اسے مختلف لمبائی چوڑائی گہرائی والے بے شمار مضامین کا آگے پیچھے رکھا ہوا ایک جمِ غفیر محسوس کرتا ہے حالانکہ بذاتِ خود قرآن حکیم اپنے آغاز ہی میں بے حتمل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کہ "یہ وہ کتاب ہے جو شک و شبہ سے بالاتر ہے۔"

سوال یہ ہے کہ قرآن حکیم کے سرسری قاری کو اس قدر تضاد کیوں نظر آتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک عام قاری انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا عادی ہے۔ جب وہ قرآن مجید کو انسانی

مصنفین کے معیار اور انداز سے دیکھے گا یا پرکھے گا تو یقیناً بے ربطی کا شکار ہوگا۔ وہ دیکھنا چاہتا ہے کہ قرآن پاک میں بھی مضامین کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ابواب ہوتے، کوئی سورۃ حکومت پر ہوتی، کوئی سیاست پر، کوئی معاشیات پر، کوئی تاریخی واقعات پر، کوئی اخلاقیات پر، کوئی عبادات پر غرضیکہ وہ قرآن پاک میں انسانی ذہن کی ترتیب ڈھونڈتا ہے۔ جو اس میں نہیں ہے۔ اگر یہ کسی انسانی ذہن کی تخلیق ہوتا تو یقیناً یہ ایسے ہی ہوتا لیکن یہ ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ انسان کو تقسیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس کی وحدت کو اجاگر کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

ہمارے بعض معذرت خواہانہ قسم کے مفکرین اور مفسرین نے بھی قرآن حکیم کی ظاہری بے ربطی سے اثر لے کر یہ لکھ دیا کہ دراصل یہ کتابی صنف کی کتاب نہیں بلکہ اس کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مختلف مواقع پر خطبات کی صورت میں ہوا اور یہ ان خطبوں کا مجموعہ ہے اور بزعم ان کے، جب یہ خطبے ۲۲ سال کے لمبے عرصے میں سینکڑوں علیحدہ علیحدہ حالات میں دیئے گئے ہوں تو نتیجاً ایسا ہی نکلے گا۔ افسوس کہ ان کی اس دلیل کا قرآن فہمی سے کوئی تعلق نہیں۔

ٹھیک ہے کہ کتاب اللہ کا نزول حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یکبار نہیں ہوا بلکہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی شکل میں ۲۳ سال ہوتا رہا لیکن ہمارے یہ مفسرین بھول رہے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کو نزول والی ترتیب سے جمع نہیں کیا تھا بلکہ کاتبین وحی کو ہر ایک آیت مبارکہ کے متعلق ہدایت فرماتے کہ اسے فلاں سورۃ، فلاں جگہ، فلاں آیت کے آگے پیچھے لکھ لو۔ یہ اس ترتیب اور تزئین کے مطابق ہے جو لوح محفوظ میں قرآن پاک کی ترتیب و تزئین ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کے مطابق قرآن حکیم کو لکھوایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کروایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے اسی طرح قرآن پاک یاد کیا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم ۲۳ سالوں پر مشتمل خطبات کے نزول کا بے جوڑ مجموعہ نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی دی ہوئی ترتیب اور اسلوب کے عین مطابق کتاب وحی ہے۔

اگر آپ قرآن حکیم کے اسلوب میں ربط اور اس کے وجود میں حسن اور خوبیوں کو دیکھنا چاہتے ہیں تو

اپنے اردگرد خدا تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کریں۔ آپ کو یہاں بھی وہ خوبصورتی اور ربط خود بخود نظر آنے لگے گا جو قدرت کے باقی عظیم خوبصورت مناظر میں موجود ہے۔

5.2 قدرت اور ربط

پہاڑوں کے سلسلے کو دیکھیں شاید زمین پر ان سے زیادہ پرشکوہ خوبصورت نظارہ کہیں اور نہیں لیکن جو سیاح پہاڑوں کی اوپری سطح سے دیکھتا ہے اس کے لئے یہ انواع و اقسام کی چھوٹی بڑی نوک دار کھردری چٹانوں کا آگے پیچھے اوپر نیچے بے جوڑ بے ربط مجموعہ ہے۔ جن پر بلا ترتیب ہزاروں قسم کے درخت پودے اور بوٹیاں اگی ہیں لیکن اگر وہ سیاح جز (Part) کے بجائے کل (Whole) کا نظارہ کرتا ہے تو اس کی روح پہاڑوں کے حسن پر وجد کرنے لگتی ہے۔ یہی حال تمام دوسری قدرتی تخلیقات کا ہے۔ اپنے سامنے کے درخت کو لیجیے فرداً فرداً جدھر سے بھی دیکھو ظاہراً تمام شاخیں اور پتے بغیر کسی ترتیب کے ادھر ادھر نکلے ہوئے ہیں لیکن کلی طور پر شاخوں اور پتوں کی اس ظاہراً بے ربطی ہی میں ایک ایسا باطنی ربط ہے جس نے درخت کو خوبصورتی اور تازگی کا زندہ شاہکار بنا دیا ہے۔

آسمانوں پر ستاروں کی وسیع دنیاؤں پر نظر اٹھائیں۔ ستارے ہر جگہ ایک جیسے نہیں۔ کہیں زیادہ کہیں کم۔ چھوٹے بڑے، ملے جلے، دور نزدیک۔ دیکھنے والا جب سرسری نظر سے آسمان کے ایک محدود حصہ پر نگاہ کرتا ہے تو وہ اس سب میں ترتیب کی کمی پاتا ہے لیکن جب وہی آدمی ایک بڑے آسمانی علاقہ کو اپنے سامنے رکھتا ہے تو بنانے والے کی حکمت پر عش عش کر اٹھتا ہے۔ ایک اور مثال خود بنی نوع انسان کی ہے۔ زمین پر چھ ارب انسان بستے ہیں۔ فرداً فرداً محال ہے کہ کوئی ایک بھی ہو بہو دوسرے جیسا ہو لیکن اس ظاہراً اختلاف اور بے ربطی میں ایک شاندار وحدت پوشیدہ ہے جس کے اظہار کا ایک پہلو خاندان، معاشرہ، قومیں اور ملک ہیں۔

5.3 کلام اللہ کا ربط

جس طرح قدرت کے نظاروں میں ربط ہے بالکل اسی طرح کلام اللہ کی حیثیت ہے۔ اس کا حرف حرف لفظ لفظ، آیت آیت، رکوع رکوع، سورۃ سورۃ، منزل منزل بھی نہایت خوبصورتی اور ربط کے ساتھ ایک لڑی میں پروئی ہوئی ہے جسے سمجھنے کے لئے اولی الالباب کا قلب چاہیے۔ یہ سب کام ایسے عظیم حساب سے طے ہوا ہے جس پر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ اس حساب سے کچھ پردے کھول رہا ہے۔ کتاب کے آئندہ ابواب میں آپ اس کی چند حیرت انگیز جھلکیاں دیکھیں گے جن کی طرف پیش لفظ میں اشارہ کردیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ ایک زندہ معجزہ ہے جس کے سامنے انسانی حساب بے حیثیت رہ جاتا ہے۔

قرآن کی آیات مبارکہ میں ربط سمجھنے کے لئے دماغ سے زیادہ قلب کی ضرورت ہے اور اگر عقل سلیم سے کوئی کلام اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو قرآن حکیم ایک مہربان دوست کی طرح از خود یہ راز اسے بتاتا ہے۔ اس ربط میں ہر ایک آیت مبارکہ کی تلاوت روح کے لئے ترقیوں کے زینے چڑھنے کی مانند ہے اور ہر اگلا زینہ پہلے والے سے زیادہ مسحور کن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ساری عمر انتہائی شوق اور خشوع وخضوع کے ساتھ کلام اللہ کو ہزاروں بار پڑھتے ہیں اور قرآن حکیم ہر بار ایک نئی اور تازہ شان سے اپنے قاری کا استقبال کرتا ہے۔ دراصل قرآنی آیات آپس میں ایک زنجیر کی کڑیوں کی مانند ہیں جن کا وجود علیحدہ علیحدہ بھی ہے اور مربوط بھی۔ تلاوت میں یہ اوپر کی منزل کو چڑھتے ہوئے زینہ کی مانند ہیں۔ اس کی مثال شکل A اور B میں دی گئی ہے۔

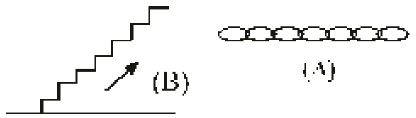

ربط کے ضمن میں یہ حقیقت بھی اہم ہے کہ جس طرح آپ کے اپنے جسم کے اعضا میں ربط پورے جسم کی زندگی ہے اسی طرح قرآن پاک بھی ایک زندہ وحدت ہے لیکن اس حقیقت کا

ادراک بھی تبھی ہوسکتا ہے جب قاری تلاوت کے ساتھ ساتھ آیات کے سیاق و سباق اور معنی پر غور کرتا جائے۔ جب تک سمجھ نہ آجائے آگے نہ بڑھے۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ جب عالم شوق میں کوئی قاری آیات کو بار بار پڑھتا جائے گا تو ربط کا نور خود بخود اس کے قلب پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

5.4 تقویٰ اور اولی الالباب

اے اولی الالباب خوب جان لو کہ اس عظیم کتاب کی آیات میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ رب العالمین کا کلام ہے۔ اس میں زمان و مکاں کے ہر مقام کے لئے انسان کی رہنمائی کا سامان ہے لیکن یہ بات ہر ایک کے بس کی نہیں کہ وہ اس کے نور کو برداشت کر سکے اور راستہ پا سکے۔ اس سے مستفید ہونے کے لئے لازمی شرط یہ ہے کہ آدمی تقویٰ والا ہو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے میڈیکل کی کتب سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو میڈیکل کالج میں داخلہ لے چکا ہو۔ تقویٰ کے مقام کے حصول کے لئے نہایت ضروری شرائط کا سورۃ البقرہ کی پہلی چھ آیات مبارکہ میں اعلان کر دیا گیا ہے۔ ان میں سے اول یہ ہے کہ آدمی قلب سلیم کے ساتھ برائی سے بچنے کی خواہش رکھتا ہو۔ ان دیکھے باطن کی دنیا پر ایمان لائے۔ صلوٰۃ قائم کرے۔ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک کے علاوہ بھی جو کچھ بھیجا گیا تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ پر بلا چون و چرا ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر آئے تھے، جن میں سے بعض کا ذکر کلام اللہ میں موجود ہے، ان کی تصدیق کرے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ موت کے بعد آنے والی زندگی کی حقیقت کو یقین کے ساتھ تسلیم کرے۔ جو لوگ ان بنیادی شرائط پر پورا اترتے ہیں انہیں تقویٰ کی ڈگری عطا ہو جاتی ہے اور یوں وہ اس اہلیت کے حامل ہو جاتے ہیں جس کی بنا پر وہ قرآن حکیم کی ہدایت سے فائدہ اُٹھا کر دنیا و آخرت کی کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔

5.5 جمع القرآن اور ترتیب کا مسئلہ

قرآن حکیم کس نے جمع کیا؟ کس نے ترتیب دیا؟ کسی عقل سلیم والے مسلمان کے لئے تو یہ سوال ہی بے معنی ہے۔اسے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔وہ جانتا ہے کہ اسلام کی تکمیل (الیوم اکملت) کا مطلب ہی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دین کا ہر چھوٹا بڑا جز ومکمل ہو گیا تو پھر قرآن حکیم جو پورے اسلام کی بنیاد ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے۔ اسے ادھورا کیسے چھوڑ دیا جاتا۔اس کے جمع کرنے اور تعلیم کی ذمہ داری تو خود رب کائنات نے اپنے ذمہ لی تھی فرمایا:"اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (سورۃ القیامۃ۔آیت 17)

لیکن افسوس کہ منافقین نے جن کی اسلام کے زمانہ اقتدار میں کمی نہیں تھی،اس سیدھے سادھے مسئلہ کو بھی وجہ نزاع بنا دیا اور اسلام کی معتبر ترین ہستیوں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر جمع القرآن کے مسئلہ کو اتنا الجھا دیا کہ تبع تابعین کے زمانہ میں جمع القرآن ایک سیاسی فضیلت کا ذریعہ بن گیا۔حتیٰ کہ حجاج بن یوسف جو اموی خلیفہ عبدالمالک کی جانب سے حجاز کا گورنر تھا اور جس کے ظلم کے قصے اب تک دل کو لرزا دیتے ہیں،اسے بھی قرآن حکیم کی ترتیب وتدوین میں حصہ دار بنا دیا گیا اور آج تک یہ مسئلہ الجھا ہوا ہے۔اب مسلمانوں کے دشمن اسی اختلاف اور جھوٹی سچی روایات کو ملا کر یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں کہ قرآن پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے کافی عرصہ بعد کتابی شکل میں لایا گیا لہٰذا اس دوران کتاب اللہ کے کچھ حصے ضائع ہونا بعید از قیاس نہیں (نعوذ باللہ) اور بعض جھوٹی آیات جو دراصل وحی الٰہی نہیں تھیں،سیاسی مفاد اور شخصی تقدس کی بنیاد پر قرآن پاک میں شامل کر دینا بھی ناممکنات سے نہیں (نعوذ باللہ) لہٰذا مسلمانوں کا یہ دعویٰ کہ کلام اللہ ہو بہو اور حرف بحرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا صحیح نہیں (نعوذ باللہ) لیکن یہ سب خرافات ہیں جو منافقین کے اذہان کی پیداوار اور مسلمانوں کے مخالفوں کا پراپیگنڈا ہے۔ان میں ذرہ بھر بھی صداقت نہیں۔

سبحان اللہ مالک کائنات نے قرآن حکیم کے آغاز ہی میں اپنی کتاب کے متعلق ایسے تمام فضول مسائل کا قلع قمع کردیا۔ فرمایا۔ **ذالك الكتاب لا ريب فيه**۔

سورۃ القیامۃ کی آیت 75 اور اس عظیم خوشخبری اور دعوٰی کے بعد قرآن حکیم کی جمع اور ترتیب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے کسی اور کے نام لگانا صریح کفر ہوگا۔ ایسا خیال دراصل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر (نعوذ باللہ) اعتراض ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض منصبی پورا نہ کیا جبکہ اشرف الانبیاء آخرت کو رخت سفر کے موقع پر (ہماری زندگی و آخرت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہو) فرماتے ہیں۔

"مسلمانو! میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں۔ تم میں دو چیزیں بطور یادگار چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور اپنی سنت (متفق علیہ)۔ کسی بھی شیعہ سنی یا کسی فرقہ کو اس حدیث مبارکہ پر شک نہیں جو اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قرآن حکیم ایک کتاب کی شکل میں موجود تھا۔ اسی نسبت سے سورۃ فاتحہ جسے سورۃ حمد بھی کہا جاتا ہے کو فاتحۃ الکتاب قرار دیا۔ حالانکہ اپنے نزول کے اعتبار سے یہ بعد کی سورت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ "قرآن حکیم کو کتابی شکل میں جمع کرنے کے لئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام پر لگ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر نگرانی ایک زرد رنگ کے پارچے میں قرآن پاک کو جمع کیا اور پھر اس پر مہر لگا دی۔ (حوالہ تاریخ القرآن۔ ابو عبداللہ زنجانی)

اہل سنت کے مشہور مؤلف حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ثابت کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ "ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں قرآن حکیم جو ریشم کے ٹکڑوں، کاغذ کے پرزوں اور لکھنے والی ایسی کئی دوسری چیزوں میں منتشر تھا۔ جمع کرتے اور ہر آیت اور سورۃ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اس کے مناسب محل و مقام پر رکھتے تھے لیکن پھر بھی یہ تحریریں متفرق تھیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں ایک جگہ کتابی شکل میں جمع کریں اور اسے جمع کرنے کے بعد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں اسے ضائع کرنے سے ڈراتے تھے۔" (حوالہ تاریخ القرآن ابو عبداللہ زنجانی۔ معرفت تفسیر نمونہ)

دراصل حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس عظیم خدمت میں لگے رہتے تھے۔ چنانچہ طبرانی رحمتہ اللہ عنہ اور عساکر رحمتہ اللہ عنہ نے حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انصار میں کم از کم چھ افراد نے قرآن پاک کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جمع کیا تھا (حوالہ منتخب کنز اعمال جلد دوم صفحہ ۵۲ معرفت تفسیر نمونہ) اسی سلسلہ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "انصار میں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوزید رضی اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کلام اللہ کو کتابی شکل میں جمع کیا تھا۔" (حوالہ صحیح بخاری جلد ۶۔ معرفت تفسیر نمونہ)۔

ان تمام آیات و روایات اور ان دلائل کے بعد یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور قرآن کریم جمع نہیں ہوا تھا ایک بہت بڑا جھوٹ اور باطل کلمات میں سے ہے بلکہ یہ قرآن حکیم کی تکذیب ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر بہتان کہ اپنے فرض منصبی کو پورا کئے بغیر چلے گئے۔

اگر بالفرض قرآن حکیم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کی ہوتی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس ترتیب سے قرآن حفظ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس کلام کا کیا مطلب ہے؟ "اگر تمہیں قرآن کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے تو اس جیسی ایک ہی سورۃ بنا لاؤ"۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۳)

5.6 دشمن کے جارحانہ اقدام

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر ہمیں جمع القرآن کے سلسلہ کی سازش کے اثرات کو سمجھنے

کی ضرورت ہے جسے بنیاد بنا کر آج کل کے منافقین، تحقیق کے لبادہ میں کلام اللہ پر حملہ کر رہے ہیں اور اپنے اس مذموم پراپیگنڈا کو جدید ذرائع ابلاغ مثلاً انٹرنیٹ (Internet) کے ذریعہ پھیلا رہے ہیں۔افسوس ناک بات یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے خلاف اپنے جارحانہ حملے اسلامی ادب میں پھیلی ہوئی غلط روایات سے ہی کرتے ہیں اور قدیم علماء کے حوالہ سے کچھ کمزور روایات کا سہارا لے کر اکثر یہ کہتے ہیں کہ قرآن حکیم میں آیات، سورتوں اور سپاروں کی ترتیب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کارنامہ ہے۔ان کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن پاک کو بکھرے ہوئے اجزا میں چھوڑ گئے جنہیں ابتدا میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر اکٹھا کیا اور کتابی شکل دی۔یہ صحیفہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ تک ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی بھی ہیں کی حفاظت میں رہا۔آخر کار خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے مشورہ سے اس صحیفہ کی دوبارہ اصلاح کی جسے مصحف عثمانی کہا گیا، جس کی مصدقہ کاپیاں اسلامی سلطنت کے مختلف صوبائی دارالحکومتوں میں معیاری قرآن کے طور پر عوام کی سہولت کے لئے رکھی گئیں۔

اپنے اس دعوے کے قول میں وہ کئی روایات پیش کرتے ہیں۔مثلاً یہ کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب اور بعض آیات مبارکہ کی ترتیب بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقرر شدہ کمیٹی کے زیر نگرانی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔قرآن حکیم کے متعلق یہی نہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تیس پاروں میں تقسیم اس سے بھی بہت بعد کے زمانے کی بات ہے اور اس فضیلت کا حقدار حجاج بن یوسف کو قرار دیتے ہیں جنہوں نے اموی خلیفہ عبد الملک کے حکم پر یہ کام کیا تھا۔بعض مستشرقین کا یہ کہنا ہے کہ تیس پاروں کی تقسیم کسی نامعلوم عالم کی ہے اور اسکی وجہ صرف پڑھنے کی سہولت ہے تاکہ روزانہ ایک سپارہ کے حساب سے مہینہ میں ایک دفعہ قرآن حکیم پڑھا جا سکے۔سپاروں ہی کے بارے میں کچھ شرانگیز روایات ایسی بھی آئی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے مطابق جو قرآن

پاک کا مجموعہ تیار کیا تھا اس میں چالیس سپارے تھے لیکن بعد میں اس میں سے دس سپارے ضائع ہو گئے (نعوذ باللہ) لیکن کوئی ان لوگوں سے پوچھے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بن گئے تو پھر ان دس سپاروں کو بحال کیوں نہ کیا؟ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے لکھے ہوئے الفاظ نقاط، اور حرکات مثلاً زیر، زبر، پیش وغیرہ لگانے کا کارنامہ بھی حجاج بن یوسف کا ہے حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی سے ایک روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہدایت کی کہ الفاظ پر نقاط اور حرکات لگاؤ۔ یعنی خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیر، زبر اور پیش الفاظ کی حرکات اور ان کے لہجے تک بھی وحی الٰہی کے مطابق طے کئے۔

پارٹ۔II

قرآن کریم کے

ادبی، سائنسی اور

حسابی معجزات

وَلَقَدْ صَرَّفْنَافِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط وَكَانَ الْاِ نْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً O

(۱۸:۵۴)

اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان فرمائی ہیں لیکن انسان سب چیزوں سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔

(۱۸۔۵۴)

اِنْ هُوَاِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ O لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ O (۸۱:۲۷۔۲۸)

"یہ (قرآن) تو تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہے O جو کوئی بھی تم میں سیدھی راہ چلنا چاہے O" (۸۱:۲۷۔۲۸)

باب نمبر 6

قرآن پاک اور سائنس

6.1 پس منظر

موجودہ سائنسی دور میں ہر چیز کی سچائی کا معیار سائنس کو سمجھا جاتا ہے حتٰی کہ مذہب کی سچائی کو بھی بعض لوگ سائنس کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں ۔انیسویں صدی میں جب مغربی دنیا میں سائنسی علوم نئے نئے متعارف ہوئے ،تو وہاں بھی Atheism کی ایک لہر اٹھ کھڑی ہوئی تھی جس کا نظریہ یہ تھا کہ جو چیز تجربہ سے ٹیسٹ نہیں ہو سکتی یا حساب سے ثابت نہیں ہو سکتی وہ باطل ہے ۔اب مذہبی نظریات اور روحانی تجربات نہ تو حساب کے دائرہ کار میں آتے ہیں نہ ہی کسی لیبارٹری میں قابل تجزیہ ہیں چنانچہ سائنس سے مرعوب بے شمار لوگوں نے مذہب کو محض ڈھکوسلا (Myth) قرار دیتے ہوئے اللہ تبارک وتعالٰی کے وجود سے بھی انکار کر دیا ۔لیکن جوں جوں یہ ثابت ہونے لگا کہ سائنس بھی کوئی حتمی علم نہیں بلکہ یہ بھی بے شمار غیر ثابت شدہ مفروضوں پر قائم ہے تو بیسویں صدی کے شروع میں اللہ تبارک وتعالٰی کی ذات مبارک سے روگردانی کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اس میں اب کسی قدر کمی آنے لگی ہے لیکن سائنس نے آزادی رائے، تحقیق اور تنقید کے حق میں جو فضا پیدا کی تھی مذہب اس کی زد سے بچ نہ سکے چنانچہ مغربی سکالرز نے جب عیسائی اور یہودی مذہبی کتابوں یعنی موجودہ انجیل اور تورات کا سائنسی انداز میں تجزیہ کیا تو ان میں بے شمار غلطیاں اور بنیادی قدرتی اصولوں کے خلاف نظریات پائے گئے جس کا یہ مطلب لیا گیا کہ یہ کتابیں خالق کائنات سے نہیں ہو سکتیں بلکہ اپنے وقت کے انسانوں کی تخلیق ہیں ۔چرچ کے لئے یہ ایک بہت دھچکا تھا ۔ایسے میں اپنے سنبھالے کے لئے عیسائی چرچ نے نئی سوچ نکالی کہ جہاں تک سائنسی اصولوں اور مادی حقائق کا تعلق ہے یہ اسی زمانہ کے مطابق تھے جب یہ کتابیں لکھی گئی

تھیں لیکن ان کے اخلاقی ضابطے اُن ہیں۔اس لئے اخلاقی اور مذہبی طور پر انجیل اور تورات وغیرہ پر اعتبار کیا جا سکتا ہے لیکن یہ توضیح لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں تھی۔لہٰذا جدید سائنسی افکار کے زیر اثر عیسائی دنیا کی اکثریت مذہبی طور پر اب عیسائی نہیں رہی اور عیسائیت کی جگہ مغربی تہذیب نے لے لی ہے جس کی بنیاد Secularism یعنی لادینیت ہے۔افسوس کی یہ بات ہے کہ جیسے کبھی عیسائیت کو پھیلانے کے لئے وہ کروسیڈ (Crusade Wars) کی صورت میں ماضی میں کوشاں رہے تھے آج کل اہل مغرب، مغربی تہذیب کو بے دینی کے مذہبی جنون سے بقیہ دنیا پر نافذ کرنے کے لئے تلے ہوئے ہیں۔

6.2 اسلامی دانشور اور سائنسی حقائق

اسلامی دنیا کے دانشور (Intellectual) کا بھی جدید سائنس سے متاثر ہونا فطری عمل ہے۔ان میں اب دو گروپ بن گئے ہیں ۔ کنزرویٹو گروپ (Conservative Group) جس میں زیادہ تر پرانی طرز کے علماء ہیں وہ تو سائنس کے خلاف کھلی نفرت کا اظہار کرتے ہیں اور قرآن حکیم کے متعلق ہر قسم کے سائنسی تجزیہ کی کھلی مخالفت کرتے ہیں۔اس گروپ کی قابل ذکر شخصیت سعودی عرب کے ایک بہت بڑے عالم الشیخ بن باز صاحب کی تھی جنہوں نے، جب انسان کے چاند پر پہنچنے کا اعلان ہوا تو اُسے ماننے سے صاف انکار کر دیا بلکہ فتویٰ دیا کہ اس کا اقرار کفر ہے۔

وہ علماء جو سائنسی حقائق کو مذہب سے دور رکھنا چاہتے ہیں ان کا موقف یہ ہے کہ قرآن حکیم کی حقانیت اپنی جگہ مسلمہ ہے،اس کے لئے کسی سائنسی شہادت کی ضرورت نہیں۔لہٰذا ان کے نزدیک "قرآن پاک اور سائنس" کا موضوع نہ صرف یہ کہ فضول بات ہے بلکہ ایک خطرناک بدعت ہے جس میں مسلمانوں کو ہرگز نہیں پڑنا چاہیے۔یہ تقریباً وہی بات ہے جو سترھویں صدی کے عیسائی پادریوں کا موقف تھا۔مثلاً جب پہلی دفعہ سائنس دانوں نے کہا کہ زمین اپنی تخلیق میں

اربوں سال پرانی ہے تو انگلینڈ کے لارڈ بشپ نے نہ صرف اس نظریہ کی پر زور مذمت کی بلکہ یہ بھی بتایا کہ زمین کی عمر صرف چھ ہزار سال ہے۔ اس سے پہلے جب گلیلیو نے کہا کہ زمین سورج کے گرد گھومتی ہے تو چرچ نے اسے سزائے موت سنادی لیکن زندگی کی بھیک کی خاطر بیچارے گلیلیو نے معافی نامہ لکھ کر دیا اور اپنے نظریات سے توبہ کی لیکن بالآخر سائنس جیت گئی۔ چرچ کی یہ ہار عیسائیت کی ہار ثابت ہوئی جس کا نتیجہ آج کل کی مغربی لادینیت کی شکل میں ساری دنیا بھگت رہی ہے۔ اب یہ ٹکرا اسلامی دنیا میں شروع ہوئی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جدید ذہن کو پرانی سوچ کے اسلامی علماء کیسے مطمئن کرتے ہیں۔

ان بزرگوں کے برعکس ایک دوسرا گروپ ان دانشوروں کا ہے جو اس مفروضہ پر کام کر رہا ہے کہ جلد ہی مسلمانوں کو سائنسی ضمن میں قرآن حکیم کے بارے میں وہی چیلنج پیش آئے گا جو انیسویں بیسویں صدی میں انجیل اور توراۃ کو پیش آیا تھا۔ لہٰذا لادین (Secular) دانشور رفقاؤں کا انتظار کئے بغیر اسلام کے یہ علماء از خود قرآن حکیم پر سائنسی کام کر رہے ہیں اور دنیا پر قرآن پاک کی سائنسی عظمت واضح کر رہے ہیں۔ ان کے نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن حکیم، انجیل کی طرح انسانی تخلیق نہیں بلکہ یہ ہو بہو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لئے اس میں کوئی حقیقی سائنسی غلطی ہو ہی نہیں سکتی لہٰذا مسلمانوں کو سائنس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن پاک جھوٹا ثابت ہو جائے گا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر سائنس کا کوئی مفروضہ قرآن حکیم سے ٹکراتا ہے تو وہاں سائنس غلطی پر ہوگی۔ ان کا خیال ہے کہ سائنس اور قرآن پاک کے درمیان موافقت دیکھ کر شرق ہو یا مغرب ہر جگہ کے عقل سلیم رکھنے والے دانشور اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے اس لئے ان کے نزدیک فی زمانہ قرآن پاک پر سائنس کے حوالے سے ریسرچ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے۔

6.3 وقت کی اہم ضرورت

دیکھا جائے تو دونوں قسم کے اسلامی دانشور اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔ اس میں کوئی شک

نہیں کہ کسی مسلمان کیلئے قرآن حکیم کی حقانیت پر ایمان کیلئے کسی سائنسی یا غیر سائنسی شہادت کی ضرورت نہیں لیکن قرآن پاک بذات خود یہ چاہتا ہے کہ اس کی آیات پر خوب غور وفکر کیا جائے۔ بلکہ تقریباً ایک چوتھائی کلام پاک تو انسان کو صحیفہ فطرت پر غور کی ہی دعوت ہے۔ ایسی فکر کا ہی دوسرا نام سائنس ہے لہٰذا قرآن حکیم میں سائنسی غور وفکر اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور ایک زبردست عبادت ہونی چاہیے لیکن اس کام میں کم علمی یا بے صبری خطرناک ہو سکتی ہے۔ اسلئے یہ کام ایسے لوگوں کو کرنا چاہیے جو ایک خاص علمی مرتبہ رکھتے ہوں۔ قرآن حکیم انہیں اولی الالباب کا اعلیٰ خطاب دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے، صحیفہ قدرت میں خوب غور کرنے والے، سمجھدار، حقیقت پسند مسلمان ہیں جو کسی دوسری ازم یا سائنس سے مرعوب نہیں، لیکن وہ متعصب بھی نہیں ہیں۔

اسلامی دنیا میں ایسے لوگوں کی بڑی کمی ہے۔ اس خلا کو پورا کرنے کے لئے کچھ ایسے بھی لوگ سامنے آئے ہیں جو بڑے پرجوش ہیں لیکن ان کی قرآنی واقفیت اور سائنسی علم سطحی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس طرح کے جوشیلے کم علم اور کم فہم لوگ اس نازک اور حساس موضوع کی کوئی صحیح خدمت نہیں کر سکتے بلکہ اُلٹا بہت سی غلط فہمیوں کا باعث بن رہے ہیں۔ ان کی اسلام سے محبت اپنی جگہ قابل قدر ہے لیکن مشورہ یہی ہے کہ وہ قرآن پاک اور سائنس دونوں کو اس وقت تک معاف رکھیں جب تک وہ علم کی پختگی کو نہیں پہنچتے۔

اس قبیلہ کے کچھ لوگوں کو نئی نئی تھیوریاں نکالنے کا بھی شوق ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی غلط تاویلات سے وہ بعض اوقات نئی دریافتوں کے دعوے بھی کر بیٹھتے ہیں مثلاً ایک صاحب نے حال ہی میں اپنی کتاب "قرآن اور سائنس" میں شمسی نظام کے بارہویں سیارے کی دریافت کا اعلان کیا ہے بلکہ یہ تک کہہ دیا ہے کہ عرش بریں اسی سیارہ پر ہے حالانکہ قرآن پاک کے مطابق اللہ تعالیٰ عرش بریں پر ضرور استویٰ ہے لیکن اسکی کرسی کی وسعت بھی تمام آسمانوں اور زمین سے زیادہ ہے۔ اس لئے عرش معلی اور کرسی کو کائنات کی حدود میں لانا ایک فحش غلطی ہوگی۔ ایک اور صاحب جن کی تعلیم B.A ہے وہ قرآن حکیم کی چند آیات کے حوالہ سے آئن سٹائن کے نظریہ اضافت

انکار کرتے ہیں حالانکہ اس نظریہ اضافت (Theory of Relativity) کے سلسلہ میں قرآن پاک سے ثبوت پیش کیے جاسکتے ہیں۔ ان سب حضرات میں قدر مشترک یہ ہے کہ عام طور پر وہ سائنس نہیں جانتے، مغرب سے بے حد مرعوب ہیں، مسلمانوں کی سائنسی پسماندگی کو محسوس کرتے ہیں چنانچہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے وہ پہلے اپنے ذہن میں کوئی نام نہاد (Pseudo) سائنسی تھیوری بنا لیتے ہیں اور پھر اس کے ثبوت کے لئے قرآن کریم سے آیات ڈھونڈنا شروع کر دیتے ہیں۔

قرآن کریم کے حوالہ سے اس طرح کا کام نہایت ہی خطرناک بات ہے۔ ایسا کام کرنے والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرنا چاہیے کہ جب لوگ ان کی بنائی ہوئی سائنسی تھیوری کو جھٹلائیں گے یا مذاق اڑائیں گے تو بے سوچے وہ قرآن کریم کو بھی جھٹلائیں گے اس لئے قرآن حکیم کے حوالہ سے جدید علوم ایک نازک مسئلہ ہے جس پر کام نہایت محتاط طریقہ سے اولی الالباب ہی کو زیب دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کا کام جدید دور کے لئے بھی قابل قدر خدمت ہوگی۔

6.4 سائنس کی حدود

اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ قرآن پاک اور سائنس میں کیا تعلق ہے؟۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم حق ہے اور سائنس حق کی تلاش ہے لیکن جدید سائنس کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ حق کی تلاش کے لئے صرف مادی طریقوں پر انحصار کرتی ہے اور مادیات کے ماوریٰ اقرار نہیں کرتی جس کی وجہ سے سائنس کی دسترس کائنات میں بہت محدود ہے۔ چنانچہ موجودہ سائنسی فہم (Insight) اور طریقہ کار خود ہی سائنس کی مزید ترقی پر بہت بڑی رکاوٹ بنتا جارہا ہے۔ آئن سٹائن کے نظریہ اضافت کے مطابق رفتار کی آخری حد خلا میں روشنی کی رفتار یعنی ۳لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے۔ دیکھنے میں یہ بہت بڑی رفتار ہے لیکن کائنات کی وسعتوں کے اعتبار سے یہ اس قدر کم ہے کہ بفرض محال انسان یہ رفتار حاصل کر بھی لے تب بھی وہ پوری حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتا۔

اس طرح مادی سائنس نے اپنی پہنچ کی حدود خود ہی محدود کر دی ہیں۔ یوں وہ پوری حقیقت کا تجرباتی طور پر ادراک کبھی بھی نہیں کر سکتی۔

جیسے بڑی سے بڑی حقیقت کے سلسلہ میں سائنس محدود ہے اسی طرح چھوٹی سے چھوٹی حقیقت کی پہچان کیلئے بھی سائنسی دریافتیں کافی نہیں۔ مشہور سائنسدان ہیزن برگ (Heizenberg) کا نظریہ بے یقینی (Uncertainty principle) یہ ہے کہ انتہائی باریک اور چھوٹی چیزوں کی ہیئت کو صحیح طور پر سمجھنا سائنس کے دائرہ کار سے باہر ہے اس لئے کہ ایک خاص حد کے بعد ہمارے پاس مزید پیمائش کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہ جاتا بلکہ جس چیز کی مدد سے پیمائش کی جاتی ہے اس کے اپنے اثرات زیر تجربہ چیزوں کی ہیئت کو تبدیل کر دیتے ہیں۔

اوپر کی تفصیل بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ انتہا کے حقائق سائنس کی بساط سے باہر ہیں۔ اس لئے جو لوگ سائنس کو حرف آخر سمجھتے ہیں انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کی یہ سوچ خود سائنس کے خلاف جاتی ہے۔ سائنس کی جدو جہد کا محور اجزا (Parts) ہیں۔ کل یعنی ٹوٹل (Total) کی حقیقت اس کے ادراک سے باہر ہے یعنی سائنس کے ذریعہ ٹوٹل سچائی کا ادراک ناممکن ہے اور کبھی سائنس اس بات کی دعویدار بھی نہیں رہی ہے۔ سائنس کا دائرہ کار صرف شہود تک ہے اور عالم الغیب اس کی دسترس سے باہر ہے۔ مثلاً زندگی اور موت کا درمیانی وقفہ تو کسی حد تک سائنس کے دائرہ کار میں آتا ہے لیکن زندگی سے پہلے اور موت کے بعد کے حقائق اس کے بس کی بات نہیں۔ یہ مخلوق کو سمجھنے کی تو کسی حد تک دعویدار ہے لیکن خالق کے بارے میں خاموش ہے۔ جسم کا تو تھوڑا بہت علم رکھتی ہے لیکن نفس اور روح کے معاملات اس کی پہنچ سے باہر ہیں یعنی ٹوٹل حقیقت کی تلاش میں سائنس ایک محدود ذریعہ علم ہے۔ ان حالات (Circumstances) میں یہ سوال اہم ہے کہ سائنس کے دائرہ کار سے باہر کے حقائق کا انسان کو کیسے علم ہو؟ اس کا جواب وحی ہے یعنی زمین پر آسان زندگی گزارنے کے لیے تو رب العالمین نے انسان کو سائنس کا علم دیا لیکن اس کی روحانی بالیدگی کے لئے اس نے وحی کا انتظام کیا۔

وحی اور سائنس میں فرق یہ ہے کہ سائنس عالم شہود (Physical Realm) کا علم

ہے اور وحی عالم الغیب (Metaphysical world) کا علم ہے۔تمام علوم اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور جسے جتنا چاہے وہ دے دیتا ہے ۔اسکی مرضی کے مطابق ہر دور میں سائنس اور وحی کے علوم اترتے رہے ہیں جبکہ سائنس کے لئے اللہ تعالیٰ نے سائنسدان پیدا کیے وحی کے لئے وہ اپنے مخصوص بندے جنہیں پیغمبر یا رسول کہتے ہیں بھیجتا رہا۔اس علم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آخری نبی اور ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکمل کردیا۔انسانیت کی یہ انتہائی خوش قسمتی ہے کہ سو فیصد شک وشبہ سے بالاتر وحی کا یہ علم قرآن حکیم کی شکل میں محفوظ ہے اور اس کی تفصیلات اور جزئیات حامل وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں موجود ہیں۔

قرآن حکیم یہ ثابت کرتا ہے کہ عالم شہود اور عالم الغیب آپس میں لاتعلق نہیں بلکہ دونوں باہم متصل (Interlinked) ہیں اس لئے ظاہر سے باطن کی پہچان ہوگی، جبکہ ظاہر کی پوری حقیقت تک پہنچنے کے لئے باطن کا ادراک بھی ضروری ہے۔مثلاً قرآن حکیم اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ خالق ہے لیکن خالق کی پہچان اس کی مخلوق سے ہوتی ہے۔صلوٰۃ ایک روحانی عبادت ہے لیکن جسمانی طور پر ادا کی جاتی ہے اور اسکی بنیادی تیاری وضو ہے جو پانی سے کیا جاتا ہے۔غرض قرآن روح اور جسم، دنیا اور آخرت کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کرتا بلکہ اسکی تعلیم یہ ہے کہ آخرت کا سامان اسی دنیا میں سے بن کر جاتا ہے۔یہ سب ایک ہی وحدت کے مختلف نظارے ہیں۔پہلی اور آخری حقیقت وحدت ہی ہے۔سائنس اور مذہب دونوں کا مقصد اس حقیقت کا کلی طور پر ادراک ہے اور اسی تلاش میں انسان کی معراج ہے۔

روح اور جسم آپس میں باہم متصل ہیں

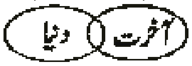

دنیا و آخرت آپس میں باہم متصل ہیں

سائنس اور وحی آپس میں متصل ہیں

6.5 قرآن پاک سائنس کی انتہا ہے

سائنس اور قرآن حکیم کے دائرہ کار کو سمجھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو سائنس کی انتہا ہے وہ کلام اللہ کی ابتدا ہے ۔جب کہ قرآن حکیم "کل" ہے سائنس "جزو" ہے۔آپ اس بات کو قرآن حکیم کے وژن (Vision) اور مقصد (Mission Statement) میں دیکھ سکتے ہیں جو سورہ فاتحہ (Opening Sura) کا مضمون ہے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O

یہاں قرآن ایک دنیا کی نہیں دنیاؤں کی بات کرتا ہے،ایک کائنات کی نہیں کائناتوں کی بات کرتا ہے،اور پھر یہ بھی بتاتا ہے کہ کائناتوں کا وجود بھی ہمیشہ کے لئے نہیں۔پھر یوم حساب ہوگا۔یہی تو بیسویں صدی کے آخیر میں سائنس کی آخری حد کا مضمون رہا ہے اور اب بھی ہے کہ کائنات میں ہمارے علاوہ بھی ایسے اور سیارے ہونگے جہاں انسان بستے ہیں اور یہ سارا نظام زوال پذیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کلام اللہ سائنس کے دائرہ کار سے باہر ہے لیکن سائنس کلام اللہ کے دائرہ کار سے باہر نہیں۔یہ ایک ٹوٹل حقیقت (Superset) ہے وہ اس کا ایک ادنیٰ حصہ ہے۔قرآن حکیم کل (Holistic Apporach) کی تعلیم دیتا ہے جبکہ سائنس جزئیات

(Partials) کے متعلق بات کرتی ہے۔اور جیسےاوپر کہا گیا ہے کہ "سائنس دنیا کے لئے ہے" قرآن دنیاوآخرت دونوں کے لئے رہنمائی کرتا ہے۔اسی لئے مومن قرآن حکیم کے ذریعہ سائنس اوروحی دونوں کی حقیقت کاداعی ہےاور دونوں کی بھلائی کا متلاشی ہے۔اس کی دعا ہے، **رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً** O (سورۃالبقرہ آیت ۲۰۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق علم مومن کا ہتھیار ہے۔آپ ہی کی دعا تھی۔ **ربی زدنی علما** (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۴) اس دعا میں علم وحی اور علم سائنس دونوں شامل ہیں۔

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ قرآن حکیم میں کس قدر سائنس ہے؟۔اس سوال کو سمجھنے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی کے فرق کو سمجھیں۔سائنس دراصل قدرت کے اصولوں سے آگاہی کا نام ہے۔جبکہ ٹیکنالوجی ان اصولوں کے استعمال کا نام ہے۔مثلاً موجودہ زمانہ الیکٹرانک کمیونیکشن (Electronic Communications) کا حیران کن دور ہے۔ ٹیلی فون، موبائل فون، ریڈیو، ٹی وی، کمپیوٹر اور سیٹلائٹ ذرائع ابلاغ وغیرہ نے دنیا بھر میں ایک انقلاب برپا کردیا ہے۔یہ ٹیکنالوجی کا نتیجہ ہیں لیکن ان سب کے کام کرنے کا بنیادی اصول الیکٹرومیگنیٹک ریڈیشن (Electromagnetic Radiation) ہے جس کے اصولوں کو میکسویل (Maxwell) نے ۱۸۷۰ء میں دریافت کیا تھا۔ایک اور مثال ایٹمی توانائی کی ہے۔ جس کے مرہون منت دنیا بھر میں چلنے والے ایٹمی ری ایکٹرز ہر طرح کے ایٹمی ہتھیار اور تمام طرح کے ایٹمی ریڈیشن (Atomic Radiation) پر چلنے والے آلات ہیں۔ان سب کا بنیادی عنصر یہ سائنسی اصول ہے کہ مادہ توانائی میں تبدیل ہوسکتا ہے جو آئن سٹائن نے ۱۹۰۴ء میں دریافت کیا تھا۔مزید آگے بڑھیں تو معلوم ہوگا کہ میکسویل اور آئن سٹائن کی دریافتوں کا تعلق بھی دراصل ایٹم کی ساخت سے ہی ہے کہ ہر چیز انتہائی چھوٹے چھوٹے ذرات سے بنی ہے جو اپنی ہیت میں کبھی مادہ کبھی توانائی ہوتے ہیں اور توانائی کی تمام اشکال انکے مختلف حالات کا اظہار ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ایک وحدت (Singularity) کا حصہ ہے جو کائنات کی اصل حقیقت ہے۔

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کا تمام کاروبار چند بنیادی سچائیوں پر قائم ہے اور یہ قدرتی قانون زندگی کے ہر شعبہ میں محرک نظر آتے ہیں۔ان کی دریافت اور سمجھ بوجھ ہی اصل سائنس ہے۔باقی جو کچھ نظر آرہا ہے وہ انہی اصولوں کی عملی اشکال اور تفصیلات ہیں۔وحدت کے معیار کے مطابق قرآن حکیم کائنات میں سب سے بڑی سائنسی کتاب ہے۔جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کی بنیاد فراہم فرمادی ہے۔اس کتاب میں خالق کائنات نے ہر طرح کی مادی، عمرانی، معاشی، اخلاقی اور روحانی سائنسوں کی بنیاد رکھ دی ہے تفصیلات کا کام انسان پر چھوڑ دیا گیا ہے۔لیکن وہ علوم جن کی تفصیل کا مادی ذرائع سے جاننا انسانی بس سے باہر تھا۔مثلاً عالم غیب کے حقائق یا اخلاقیات کے کائی اصول یا روحانیت وغیرہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے مفصل طور پر سمجھا دیا۔

6.6 قرآن پاک علم وحکمت کا شاہکار

اس ضمن میں سب سے اہم سوال خود انسان کی اپنی حقیقت ہے۔جس پر ہم باب نمبر 2 میں بات کر چکے ہیں۔سائنس نے اس کے جسم کے مادی اجزاء پر تو خوب بحث کی ہے لیکن انسان بحیثیت انسان کا جواب سائنس کی کسی کتاب میں نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس کا علم صرف مادیات تک محدود ہے یعنی "سائنس کے لئے انسان کائنات کا ایک حصہ ہے۔بقول اقبال:

نہ تو زمیں کے لئے ہے، نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے تُو نہیں جہاں کے لئے

جب کہ وحی کے مطابق کائنات انسان کا ایک حصہ ہے" اور یہی دونوں کی سوچ میں بنیادی فرق ہے۔اور یہ ایک بہت بڑا فرق ہے۔اس کے مطابق "سائنس کا انسان مادہ کا غلام ہے جب کہ قرآن کا انسان کائنات کا حکمران ہے" ارشاد ربانی ہے کہ: **وسخر لكم ما في السموت وما في الارض وما بينهما** اور تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں

ہے سب کچھ مسخر کر دیا گیا ہے۔(سورۃالجاثیہ آیت مبارکہ۱۳)

قرآن پاک کاانسان کائنات میں ایک مکرم ہستی بےفرمایا"**ولقد کرمنا بنی آدم**"(سورۃبنی اسرائیل آیت مبارکہ۷۰)یعنی"بلا استثناءہم نے آدم کی اولادکوقابل عزت بنایا ہے۔یہ آیت مبارک انسان کیلئے خداوندکائنات کی طرف سے گویالیٹر آف اتھارٹی (Letter of Authority) ہے کہ"قرآن پاک کاانسان نہ صرف مکرم ہے بلکہ کائنات اس کے سامنے سرنگوں کر دی گئی ہے"۔اس عظیم اصول کہ""کائنات کا مرکز انسان ہے"کے مطابق تمام کی تمام کائنات کوانسان کے مقابلہ میں ثانوی حیثیت حاصل ہے۔انسان کی لامحدودصلاحیتوں والے اس قانون کی تشریح قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کے ظہور کے متعلق قرآنی آیات میں اچھی طرح کر دی گئی ہے۔سورۃ البقرہ کی آیات مبارکہ۳۱سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ہر تخلیق کاعلم بخشااورفرشتوں پر اپنی اس نئی تخلیق کی برتری ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کائنات کوبطور امتحان آگے رکھ دیا۔دونوں سے ان کے خواص کے بارے میں سوال کیا۔حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے مطابق ہر چیز کے متعلق صحیح صحیح جواب دیا جبکہ فرشتوں نے اپنی کم فہمی کا کھلے بندوں اعتراف کر لیا۔اس امتحانی کامیابی کے بعداللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کومسجود ملائک ہونے کا عظیم شرف عطا فرمایا۔

علم حاصل کرنے کی وہ صلاحیت آج بھی اولاد آدم کے جین (Gene) میں چلی آتی ہے۔اس کی صلاحیتوں کا یہ حال ہے کہ ایک عام آدمی اپنی زندگی میں شاید ہی پانچ فی صد سے زیادہ ان کا استعمال کرتا ہو جبکہ بہت لائق اور عظیم لوگ شاید دس سے پندرہ فی صد کرتے ہونگے۔آیت مبارکہ"**وسخر لکم مافی السموات وما فی الارض وما بینھما**"انسان کوودیعت کی گئی بے مثال صلاحیتوں کااعلان ہے،اورابتدائے تخلیق میں فرشتوں سے آدم علیہ السلام کوسجدہ کروانا انسان کی برتری کا عملی اعتراف ہے۔

اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ قدرت کے قوانین،انسان کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتے۔ بحیثیت مجموعی قرآن کے انسان کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں۔قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنی

خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے تمام کائنات کو اس حد تک زیرنگوں کر سکتا ہے جس تک اللہ تعالی کی طرف سے اجازت ہو۔

"سخر لکم" والا قانون ہمیں یہ بھی بتاتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز اگرچہ ظاہراً انسان کے لئے خطرناک ہی کیوں نہ ہو، دراصل کسی نہ کسی پہلو سے انسانی بقا اور ترقی کے لئے کام کر رہی ہے۔ لہٰذا زہر میں بھی تریاق ہے۔ اسی اصول پر قرآن کریم "سائنس برائے انسان" پر زور دیتا ہے، یہ نہیں جیسے کہ سیکولر تہذیب نے کر دیا ہے کہ انسان سائنس کا غلام بن جائے بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ سائنس صرف انسان کی بہتری کے لئے استعمال ہو۔

قرآن حکیم انسان کو اس بات کی خوشخبری سناتا ہے کہ اس کی روح امر ربی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اپنی حد تک تمام خدائی صفات اور طاقتوں کا مظہر ہے۔ مثلاً اللہ تعالی خالق ہے اس لئے اپنی حد تک انسان بھی خالق ہوگا۔ اللہ تعالی حکیم ہے اس لئے اپنی حد تک آدمی بھی حکمت رکھتا ہے۔ امر ربی کی بنا پر خدائی صفات کا مظہر ہونا انسان کے لئے اتنا بڑا اعجاز ہے کہ جس کی کائنات میں کوئی دوسری مثال نہیں۔ وہ جو اس معیار پر پورا اترتے ہیں زمین پر خلیفہ کہلانے کے حق دار ہیں۔ افسوس ان دانشوروں پر جو انسان کو بھی حیوانوں کے زمرہ میں ڈال دیتے ہیں۔

6.7 قرآن پاک میں سائنس کی تلاش

قرآن حکیم کی حکمت اور سائنس کو سمجھنے کیلئے اس مثال پر غور فرمائیں کہ بڑے آدمیوں کی بڑی باتیں ہوتی ہیں۔ جتنا بڑا آدمی اتنی بڑی اس کی باتیں۔ ان کی باتیں دنیا جہان کے علوم کی مثالوں اور معلومات سے بھری ہوتی ہیں۔ جن میں سے سننے والا اپنی سمجھ، شوق اور ہمت کے مطابق بہت کچھ اخذ کر لیتا ہے۔

اب فرض کریں کہ وہ ہستی جو آپ سے باتیں کر رہی ہے ساری کائنات کی حکمران بلکہ اس کی خالق بھی ہو۔ ماضی، حال اور مستقبل کے تمام راز اس کے سامنے ظاہر ہوں۔ وہ لوگوں کے

اندر کے خوف اور غم اور اس کی سوچوں سے آگاہ ہو تو اس ہستی کے کلام میں کیسی کیسی حکمت اور سائنس ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ سمجھنے والے کے لئے قرآن کریم کی باتوں میں وہ گہرائی ہے جو کسی سمندر میں نہیں، اس میں وہ خوبصورتی ہے جو کسی پھول میں نہیں، وہ معلومات ہیں جو کسی انسائیکلوپیڈیا میں نہیں، یہ وہ معجزہ ہے جس کی مثال نہیں۔ گزشتہ انبیاء کے بھی معجزات تھے لیکن وہ انسان کے ذہن کان اور آنکھ کو وقتی طور پر مسخر کرتے تھے لیکن قرآن پاک رب العالمین کی طرف سے رحمت اللعالمین پر ذکر اللعالمین کے طور پر نازل ہوا۔ جب سے اور جب تک عالمین یعنی کائنات قائم دائم ہے، نہ تو رب کی ربوبیت میں، نہ رحمت اللعالمین کی رحمت میں، اور نہ ذکر اللعالمین کے ذکر میں کمی ہوگی۔

چنانچہ قرآن پاک وہ زندہ حقیقت ہے جو دنیا و آخرت یعنی زمان و مکان کے تمام مقامات پر انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا اور جو کوئی بھی ہدایت کے لئے اس کی طرف آئے گا یہ اس کے ذہن، فکر، قلب اور روح کو متاثر کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اسی کی برکت اور اس کا فضل، زمان و مکاں کے پر سدا جاری و ساری ہے اور یوں یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبیین اور رحمۃ اللعالمین ہونے کا بھی کھلا ثبوت ہے۔ اس سے پہلے جو دین اترے وہ بھی لوح محفوظ میں سے لیے گئے قرآن حکیم کے اجزا تھے، اور اب یہ کل کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ (اللہ تیرا شکر ہے) ضرورت صرف یہ ہے کہ ہم طالب علم بن کر سچے دل اور عقل سے اس پر غور کریں اور اپنی باتوں کو چھوڑ کر اس کی باتیں سمجھیں، پھر ہمیں تمام دیگر مذاہب کی حکمت کی باتیں بھی یہیں ملیں گی، اور اسی میں سے ہمیں دنیا اور آخرت کے ایسے ایسے حقائق کا پتہ چلے گا جنہیں ماہرین عمرانیات، معاشیات، اخلاقیات غرض ہر طرح کے سائنس دان سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جبکہ سائنس "کیا" اور "کیسے" میں پھنسی ہوئی ہے قرآن "کیوں" کا حتمی جواب دیتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ جہاں انسانی عقل کی انتہا ہے وہاں قرآن پاک کی ابتدا ہے۔ جہاں فزکس کے ماہرین نہ پہنچ سکے وہ راز یہاں ہے۔ جو فلاسفر کی عقلوں سے بالاتر ہے وہ حکمت کی

باتیں اس میں ہیں۔غرض ظاہر اور باطن کے ہر علم کی بنیاد اس میں موجود ہے اس لئے کہ یہ کلام اللہ ہے۔سمجھنے کے لئے صرف ایک قلبِ سلیم کی ضرورت ہے۔

6.8 سائنس کے لئے قرآن فہمی کے اصول

قرآن پاک سے علم و حکمت کے موتی چننے کے لئے مندرجہ ذیل اصول لازمی ہیں۔

☆ پہلی بات پختہ یقین ہے کہ یہ کتاب رب العالمین کا کلام ہے اس لئے اس کا حرف حرف حق ہے اور لفظ لفظ سچ ہے۔ہمیں سمجھ آئے یا نہ آئے اس کی آیت آیت حکمت ہے۔اس ذہن اور صدقِ دل سے اگر ہم رجوع کریں تو تھوڑی سی محنت کے بعد قرآن حکیم اپنی حکمت ہم پر کھولنے لگیگا۔(انشا ءاللہ)

☆ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لئے دوسری اہم بات یہ ہے کہ مولا کریم کا شریک بننے سے ہر صورت میں بچا جائے۔ایسا قاری قرآن پاک میں اپنے رب کی حکمت کی بجائے اپنے ذہن کو تلاش کر رہا ہوتا ہے۔بدقسمتی سے کئی علماء اور مفسرین اس گناہ میں مبتلا ہیں۔وہ اپنے گھڑے ہوئے مفروضوں کو قرآن پاک کی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔کلام اللہ کی بجائے وہ قرآن پاک کی آیات کے ذریعہ اپنی سوچوں اور عقائد کا پرچار کرتے ہیں۔اسی حوالہ سے اقبال کہتے ہیں کہ:

احکام ترے حق ہیں مگر تیرے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند

یہ طریقہ نہ صرف انتہائی غیر ذمہ دارانہ ہے بلکہ بہت خطرناک ہے۔جو آدمی قرآن پاک کے حوالے سے جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔(نعوذ باللہ)

☆ بہت سے "نادان دوست" ایسے بھی ہیں جو قرآن کریم سے مخلص تو ہوں گے لیکن ان کا علم بہت محدود ہوتا ہے۔وہ نہ سائنسدان ہوتے ہیں اور نہ قرآن فہمی کے عالم ہوتے

ہیں۔بس سائنس سے مرعوب ہو کر قرآن پاک کی عظمت کو سائنس کی مدد سے ثابت کرنا چاہتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم کو اپنی عظمت کا لوہا منوانے کے لئے کسی طرح کی جیسا کھیوں یا سائنسی شہادتوں کی قطعاً ضرورت نہیں چنانچہ اپنی جہالت کی بنا پر کلام اللہ میں سے کسی آیت کو عجیب سا معنی دے کر بلا تحقیق اپنے وہم کا فوری اعلان کر دیتے ہیں۔قرآن فہمی کا یہ طریقہ انتہائی درجے کی بے ادبی اور غیر ذمہ دارانہ رویہ کا مظہر ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ایسی جہالت سے بچائے۔

☆ غیر ذمہ دارانہ نتائج سے بچنے کے لئے قرآن فہمی کا مناسب طریقہ یہ ہے کہ تقویٰ کے بغیر قرآن کی تفسیر نہ کی جائے،اور قاری ہر ممکنہ حد تک کلامِ الٰہی کے الفاظ کے قریب ترین رہے اور ان میں اپنے ذہن کے معنی تلاش نہ کرے۔الفاظ کے مروجہ معنی کے ساتھ ان کے مصادر (Roots) پر غور کرے تا کہ سمجھ آئے کہ قرآن پاک اسے کیا کہہ رہا ہے اس کے لئے کسی مستند لغت کی مدد لینا بھی ضروری ہے لیکن صرف اپنے من پسند معنوں پر اتفاق نہ کرے بلکہ الفاظ کے تمام معنوں پر برابر کاوش کر کے نہایت تقویٰ اور اخلاص سے اپنی رائے قائم کرے۔

☆ چونکہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کوئی کجی نہیں رکھی وہ اپنی بات کرنا خوب جانتا ہے۔اس لئے اگر کسی لفظ کے ایک سے زائد معنی ہوں تو وہ سب بھی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔یاد رہے کہ قرآن پاک اپنی تفسیر آپ ہے اور اس کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ مشکل مضامین نظریات اور عقائد کو مختلف اسلوب سے قرآن پاک میں کئی تناظر میں دہرایا گیا ہے تا کہ قاری اپنے رب کی منشا کی تہہ تک بغیر کسی غلطی کے پہنچ سکے۔لہٰذا کسی خاص مضمون پر جس قدر آیات ہوں ان پر علیحدہ علیحدہ اور اکٹھا بھی غور کیا جائے اور پھر کوئی نتیجہ نکالا جائے۔اس لئے جن مفسرین کے سامنے پورا قرآن پاک نہیں ہوتا وہ کافی غلطیاں کرتے ہیں۔

☆ یہ بات خاص طور پر ذہن میں رکھیں کہ قرآن پاک کو جناب صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی مبارک شخصیت کو سمجھے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔اس لئے قرآن فہمی کے لئے ایک طرف اگر سارے قرآن پاک پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے تو دوسری طرف سیرت طیبہ،احادیث مبارکہ اور تاریخ اسلام کی کتابوں پر عبور ہونا بھی بہت ضروری ہے اور جیسے کہا گیا ہے کہ "زمانہ خود قرآن کریم کی تفسیر ہوگا" اس کے ساتھ ساتھ جدید ترین سائنسی علوم کا صحیح ادراک بھی قرآن فہمی کے لئے ضروری امر ہے۔

6.9 قرآن پاک اور سائنس کی بنیادیں

جہاں تک کائنات میں براہ راست سائنسی رازوں اور اس کے پیچھے "کیوں اور کیسے" کو سمجھنے کا مسئلہ ہے قرآن حکیم چونکہ **علیم البصیر ، عزیز الحکیم خالق السمٰوت والارض وما بینھما** کا کلام ہے اس لئے جیسے ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں گا ہے گا ہے اس میں کائنات کے متعلق کیوں اور کیسے کے جواب بھی مل جاتے ہیں۔"قرآن کے مطابق کائنات کی بنیاد وحدت کے کلیہ پر استوار ہے۔واحد اللہ اسکا خالق ہے اور اسکی تخلیق کا مرکز انسان ہے،اور زمان ومکاں کی تمام سمتوں میں ایک جیسے قانون کام کرتے ہیں"۔یہ وہ نکات ہیں جن کی سائنسی اہمیت بے پایاں ہے۔اس کلیہ کی روشنی میں قوانین قدرت کو جاننے اور سمجھنے میں بڑی آسانی رہے گی۔لیکن یہ خیال رکھنا پڑے گا کہ بھرپور سائنسی انکشافات کی طرف اشاروں کے باوجود قرآن پاک کسی لحاظ سے بھی سائنس کی درسی کتاب نہیں۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ در حقیقت سائنس یعنی علم الاشیاء کوئی ایسی بات نہیں جس کے لئے وحی بھیجی جاتی بلکہ قرآن کریم یہ بتاتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہی میں اس علم کو ودیعت کر دیا تھا یعنی سائنسی علوم انسان کے جینیاتی نظام (Genetic make-up) کا حصہ ہیں لہٰذا سائنسی علوم تمام بنی آدم کی برابر کی میراث ہیں اور جو کوئی بھی محنت کرے گا ضرور پائے گا **(مَنْ طَلَبَ وَجَدَا)** لیکن اصل جاننے کی بات یہ ہے کہ سائنس کا اپنا مقصد کیا ہے؟ یہ وہ بات ہے جو کوئی محنت نہیں سکھا سکتی اور در اصل یہی جدید دور کا سب سے

بڑا مسئلہ ہے۔اس کے نزدیک "سائنس برائے انسان" کی بجائے سائنس برائے تجارت یا "سائنس برائے سائنس" ہے۔

قرآن حکیم جہاں زندگی کے دیگر تمام مسائل کے لئے صراط مستقیم ہے وہاں سائنس کی بھی صحیح سمت میں رہنمائی کرتا ہے کہ "سائنس برائے انسان" ایمان کا ایک درجہ ہے۔اس اصول کے مطابق کائنات کی ہر چیز انسان کے کسی نہ کسی فائدہ کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ بھی بیتاب ہے کہ کسی انسان کے کام آجائے ۔وہ شدید خواہش رکھتی ہے کہ انسان اسے سمجھ پائے اسلئے کہ وہ اسی کے لئے بنائی گئی تھی۔اس کی خوشی ہی اس بات میں ہے کہ آدمی اسے استعمال کرے۔یوں اشیاء اور انسان ایک ہی وحدت کے دو جوڑے ہیں۔اس اصول کے تحت کائنات کی ہر چیز انسان کی طرف کشش رکھتی ہے۔اسے محبت کرتی ہے اسکی تعظیم کرتی ہے،اس لئے کہ وہی غائت کائنات ہے۔افسوس کہ مغربی سائنس اس نکتہ سے بالکل آگاہ نہیں۔جب تک وہ کائنات کو انسان سے جدا محض مادی تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں گے وہ حقیقت کی تہہ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔بلکہ جیسا کہ ہو چکا ہے سائنس سرمایہ دار کا آلہ ءکار بنی رہے گی۔

6.10 قرآن پاک کا ظاہر و باطن

فہم قرآن کے لئے اسلوب قرآن سے بھی آگاہ ہونا بہت ضروری ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے پہیلیوں میں باتیں نہیں کرتا۔اس کی باتیں صاف ظاہر اور مکمل ہوتی ہیں۔یہ کوئی شاعری نہیں نہ ہی کوئی جادو ٹونے کے جملے ہیں جن میں دقیق اور ناقابل سمجھ جملوں میں اصل کو نقل اور سچ کو جھوٹ سے ملا کر پیش کیا جاتا ہے بلکہ اس کی ہر آیت مبارکہ بذات خود ایک کھلی دلیل سچے تلے الفاظ اور انتہائی ذمہ دارانہ کلام ہے۔اس لئے قرآن حکیم کی آیات مبارکہ میں باطنی معنی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔اس کا ظاہر و باطن ایک ہی ہے۔نہ ہی اس میں عوام اور خواص کی تفریق کی گئی ہے کہ کچھ حکم عوام کے لئے ہیں اور کچھ خواص کے لئے یا ظاہری معنی عوام کے لئے ہیں

اور باطنی معنی خواص کے لئے ہیں۔ایسا ہرگز نہیں۔اللہ تبارک وتعالٰی کے نزدیک ہدایت کے لئے اس کے سبھی بندے برابر ہیں۔وہ غور وفکر کی دعوت دیتا ہےاور علی الاعلان بتاتا ہے کہ جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہوسکتے۔یعنی قرآن حکیم میں ظاہر باطن والی بات نہیں بلکہ جاننے یا نہ جاننے کی بات ہے۔اس کی آیات مبارکہ انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں اور جس قدر کوئی گہرا غوطہ زن ہوگا،علم کے اس وسیع وعریض وعمیق سمندر میں سے وہ اپنی استطاعت اور ہمت کے مطابق موتی چن لے گا۔حتیٰ کہ جو کنارے پر کھڑے صرف دیدار کرنے والے ہیں وہ بھی اس رحمت کی پھوار سے مستفید ہوجاتے ہیں۔

قرآن حکیم کی سورۃ الکہف میں فرمان ہے کہ"اگر سمندر سیاہی بن جائیں۔یہ ختم ہو جائیں گے لیکن میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی"اور اسی بارے میں عظیم مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول"**القرآن یفسره الزمان**"(حوالہ تفسیر نمونہ مقدمہ جلدا) یعنی"زمانہ قرآن پاک کی تفسیر کرتا ہے"مطلب یہ ہے کہ جوں جوں علوم انسانی ترقی کریں گے قرآن حکیم کی حکمت انسان پر مزید واضح ہوتی جائے گی۔کلام اللہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ قیامت سے پہلے انسان کی اپنے اندر اور باہر کی دنیا میں قرآن پاک کی سچائی کے متعلق بکھرے ہوئے تمام شواہد سائنس کی صورت میں ہویدا ہوجائیں گے۔اس لئے قرآن پاک ایک مستقل حقیقت ہے۔اس کی خوبیاں کبھی ختم نہ ہوں گی اس کی باتیں کبھی پرانی نہ ہوں گی اور قیامت تک ہر آنے والا مفسر اپنے زمانہ کی استعداد کے مطابق اس میں سے حکمت کے موتی چنتا رہے گا۔

6.11 مفسرین کی ذمہ داری

اس سب کا مطلب یہ ہے کہ سائنسی علوم پر عبور اللہ تبارک وتعالٰی کی کتاب پر غور وفکر کے لئے ضروری ہے۔مفسرین کی ذمہ داری ہے کہ فی زمانہ تقوٰی کی حدود میں رہتے ہوئے محکم سائنسی علوم کے حوالہ سے قرآن پاک کی تفسیر کریں۔اگر کوئی محقق اور مفسر خالص نیک نیتی اور علم کی پیاس سے قرآن پاک کی طرف رجوع کرے گا تو اللہ تبارک وتعالٰی ضرور اس پر اپنی حکمت واضح

کرے گا (انشاءاللہ) لہٰذا سائنس کے حوالے سے جو قاری قرآن پاک کو سمجھنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ متقی بن کر اپنے آپ کو بھول کر قرآن پاک میں غوطہ زن ہو اور جدید علوم اور سائنس کے محکم حقائق کی روشنی میں اس میں اپنا ذہن ڈھونڈنے کی بجائے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت تلاش کرے۔

باب نمبر 7

قرآن پاک۔ اعجاز فصاحت

7.1 اعجاز فصاحت

قرآن حکیم سراسر معجزہ ہے۔ جس کی مثل ناممکن ہے۔ عرب اپنی فصاحت اور زبان دانی پر فخر کرتے تھے اور غیر عربوں کو کم تر سمجھ کر عجمی یعنی گونگا کہتے تھے۔ سالانہ حج ایک بہت بڑا مذہبی تہوار تھا جس پر بڑے بڑے عرب شعراء اور ادیب خانہ کعبہ کے احاطہ میں ادبی محفلوں کا انعقاد کرتے، داد وصول کرتے اور غیر معیاری کلام کو فوراً رد کر دیتے۔ اس دور کے شعراء کا کلام آج بھی عربی ادب کا شاہکار سمجھا جاتا ہے۔ اس ماحول میں جب قرآن پاک اترا تو اہل عرب کو جس بات نے سب سے زیادہ ششدر کر دیا وہ اس کلام کی فصاحت و بلاغت تھی۔ اس سے پہلے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ میں شہرت ان کی امانت اور صداقت کی وجہ سے تھی لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی عرب کی ادبی محفلوں میں حصہ نہیں لیا تھا۔ آپ خاموش طبع کسی گہری سوچ میں گم چپ چاپ قسم کے آدمی تھے۔ اس لئے نزول قرآن پر مکہ مکرمہ میں مخالفین اس بات پر خاص طور پر پریشان تھے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی جسے ادب اور شعر سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی قرآن جیسے عظیم الشان کلام کا خالق ہو۔ ان کی بیچارگی یہاں تک تھی کہ انہیں یہ بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ قرآن پاک کلام کی کون سی صنف سے تعلق رکھتا ہے۔

چنانچہ جب کسی نے کہا کہ قرآن پاک شعر ہے تو مکہ مکرمہ کے شاعروں اور ناقدوں نے اس سوچ کو فوری طور پر رد کر دیا کہ "وہ شعر کے تمام محاسن سے بخوبی واقف ہیں، یہ شاعری نہیں"۔ کسی نے کہا یہ نثر ہے تو انہوں نے کہا "ایسا خوبصورت بے مثال فصیح و بلیغ کلام نثر نہیں ہو سکتا"۔ اس پر جھنجھلا کر ایک بڑا کافر بولا "تو آخر پھر یہ کیا ہے؟" تو کسی نے کہا یہ جادو ہے۔ "ہاں

یہ جادو ہے" سب نے ہاں میں ہاں ملائی کہ "جو سنتا ہے اس کا اسیر ہو جاتا ہے"۔ یہ واقعی جادو ہے۔

7.2 ادبی چیلنج

عربوں کی ایک بڑی خاصیت ان کی غیرت تھی اور اس میں شدت کا یہ حال تھا کہ اپنی عزت کی خاطر جان تک قربان کر دیتے تھے۔ قرآن حکیم نے عربوں کی اسی غیرت کو چیلنج کرتے ہوئے اعلان کیا اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے پر شک ہے تو "اس جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ بلکہ تم اپنے تمام ساتھی اور حواری بھی اپنی مدد کے لئے بلا لاؤ۔ پھر بھی تم ایسا کلام ہرگز نہیں پیدا کر سکو گے۔" اس چیلنج کے بعد کفار کو دق کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام نے سالانہ حج سے پہلے کعبہ کی ایک دیوار پر قرآن حکیم کی سب سے چھوٹی سورت "سورۃ الکوثر" کو خوبصورت انداز میں لکھ کر لٹکا دیا اور چیلنج کر دیا کہ کوئی ہے جو اس سے بہتر کلام پیش کر سکے؟ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ حج کے موقع پر عرب کے فصیح و بلیغ خطیب اور شعراء جمع ہو کر اپنا اپنا کلام سنا کر لوگوں سے داد حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ قرآن کریم کے مخالف تو ہو سکتے تھے لیکن اس کے ادبی محاسن سے کیسے انکار کرتے چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چیلنج کو دیکھا تو اس وقت کے عرب کے ملک الشعراء لبید نے اپنی بے بسی کو تسلیم کرتے ہوئے سورت کے نیچے لکھ دیا۔

"ما هذا کلام البشر"

یہ کلام بشر کا نہیں ہو سکتا

اس چیلنج کو آج چودہ سو سال سے اوپر ہونے کو آئے ہیں لیکن آج تک عرب اور غیر عرب، کٹر سے کٹر مخالف اور حاسد اس عظیم اور کھلے عام چیلنج کا جواب نہیں دے سکے۔ جھوٹے نبیوں کے جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے بھی یہی چیلنج کافی ہے۔ کہ وہ ایسا کلام لانے کی سکت نہیں رکھتے۔ اس لئے قرآن حکیم کو جوں کا توں تسلیم کر لیتے ہیں اور اپنے جھوٹ اور فریب کے لئے جھوٹی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں مثلاً ہندوستان کے کاذب مرزا غلام احمد اور مصر کے کاذب خلیفہ راشد نے جب اپنی جھوٹی نبوت کے دعوے کئے تو قرآن حکیم کو جوں کا توں تسلیم کرنے کے سوا ان کے

پاس بھی کوئی اور چارہ نہیں تھا۔مسیلمہ کذاب جس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا،ثبوت کے طور پر کہ وحی اس کی طرف بھی آتی ہے تو اس نے بھی کچھ آیات بنائیں جو تاریخ کی کتابوں میں آج بھی محفوظ ہیں۔ان کا معیار فصاحت مضمون اور سٹائل قرآن حکیم کی آیات کا مقابلہ تو کیا کرتا بلکہ عرب اب تک اس کے کلام کو مذاق کے طور پر پیش کرتے ہیں۔اپنی اس کمزوری کو بھانپ کر مسیلمہ نے حضور انور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس امر پر بات چیت کے لئے ملنے کی خواہش کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا ہے، قرآن پاک کو صحیح تسلیم کرتا ہے صرف آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ملعون کو اپنی نبوت میں حصہ دار تسلیم کر لیں۔

ایک غیر عرب کے لئے قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور حسن کو سمجھنا تقریباً ناممکن ہے لیکن اس کے اثرات سے وہ بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔انگریز نومسلم محمد مارما ڈیوک پکتھل نے قرآن کریم کے اپنے انگریزی ترجمہ (The Glorious Quran) کے دیباچہ میں خوب لکھا ہے کہ "اس عجیب کتاب کے عجیب الفاظ ہیں کہ سننے والا ان کی تاثیر سے پگھل جاتا ہے۔دل دھڑکنے لگتے ہیں اور آنکھیں تر ہو جاتی ہیں"۔وہ تمام لوگ جنہوں نے بغور اور ہوش و حواس کے ساتھ اس قرآن کریم کو پڑھا سنا ہے وہ مارماڈیوک پکتھل کے اس مشاہدہ کے خود شاہد ہیں۔حق تعالیٰ سورۃ المائدہ میں فرماتے ہیں:

"اور جب وہ اس کتاب کو سنتے ہیں جو اس پیغمبر پر نازل ہوئی ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں ،اس لئے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔اور وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں اے پروردگار ہم ایمان لے آئے پس ہمیں ماننے والوں میں لکھ لے"۔(سورۃ المائدہ آیت 3)

7.3 قرآن حکیم کی بار بار تلاوت کے اثرات

قرآن حکیم کی ایک اور بہت بڑی صفت جس کا ہر قاری گواہ ہے کہ یہ واحد وہ کتاب ہے

جسے جتنا زیادہ پڑھا جائے اسی نسبت سے مزید پڑھنے کا اشتیاق بڑھتا جاتا ہے۔ یہ صفت دنیا کی کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔ یہاں تک کہ انتہائی دلچسپ اور معلوماتی کتابیں بھی ایک دو دفعہ سے زیادہ برداشت نہیں ہوتیں اور آدمی بور ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی یہ نرالی شان ہے کہ بار بار تلاوت سے بوریت کی بجائے یہ کسی مقناطیسی قوت سے قاری کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اگر کوئی خوش قسمت اس کے معانی کو بھی سمجھتا ہو تو پھر معاملہ نورٌ علیٰ نور والا ہے اور ہر دفعہ قاری پر نئے سے نئے انکشافات وارد ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم کا منبع امرِ ربی ہے انسانی روح بھی امرِ ربی ہے۔ چنانچہ جب روح روح سے ملتی ہے تو کلام اللہ کے الفاظ کا نور اس کے سرور کا باعث بن کر اسے بھی پرنور بنا دیتا ہے۔ افسوس کہ آج کچھ لوگ موسیقی کو روح کی غذا کہہ کر نہ صرف خود بلکہ اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ موسیقی روح کی غذا تو دور کی بات الٹا روح کی بیماری ہے۔

7.4 قرآن پاک کا نور

یہ کہ قرآن پاک نور ہے اسی سلسلہ میں بے شمار لوگوں کا تجربہ ہے کہ باقاعدہ قرآن حکیم کی تلاوت کرنے والوں کی نظر خراب نہیں ہوتی اور مسجدوں میں بڑی بڑی عمر والے بزرگ کتنی آسانی سے قرآن حکیم کی تلاوت کرتے نظر آتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم بصیرت ہے اس لئے بصارت کے لئے اس کا شفا ہونا ایک قدرتی امر ہے۔ قرآن پاک نہ صرف قلب اور روح کا نور ہے بلکہ آنکھیں جن کے راستہ سے اس کے الفاظ کی اشکال دماغ تک پہنچتی ہیں، انہیں بھی منور کرتا جاتا ہے، ہاتھ جو اسے چھوتے ہیں انہیں آگ نقصان نہیں پہنچا سکتی، کان جو اسے سنتے ہیں وہ برائی سے محفوظ رہتے ہیں، گھر جہاں پر یہ پڑھا جاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے فرشتوں کا نزول رہتا ہے اور شہر جس میں قرآن حکیم کا شوق بالاتر ہو وہ عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

باب نمبر 8

قرآن کریم کی حیرت انگیز پیشنگوئیاں

قرآن کریم خالق کائنات کی کتاب ہے جسکے لئے ماضی، حال اور مستقبل برابر ہیں۔ اسلئے اس میں پیشنگوئیوں کا ہونا لازمی امر ہے۔قیامت، حیات بعد الموت اور جزا، سزا، جنت، جہنم کے متعلق جتنی تفصیلات آئی ہیں وہ سب مستقبل ہی کا بتاتی ہیں۔جہاں تک عالم شہادت کے متعلق پیشنگوئیوں کا تعلق ہے وہ بھی کلام پاک میں کم نہیں جو اس کے منجانب اللہ ہونے کا زندہ معجزہ ہیں۔ ذیل کے مضمون میں ہم انہی میں سے کچھ کا ذکر کر رہے ہیں۔

8.1 کلام پاک کی حفاظت کے متعلق پیشنگوئی

کلام پاک جب نازل ہو رہا تھا اس زمانہ میں عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت ہی کم تھا۔کتاب نام کی کوئی چیز نہیں تھی، شعراء وغیرہ کا کلام جہاں تک ممکن ہوا لوگ زبانی یاد رکھتے تھے وہ بھی وقت کے ساتھ ذہنوں سے مفقود ہو جاتا حتیٰ کہ مذاہب عالم کی مقدس کتابیں بھی وقت کے ہاتھوں محفوظ نہیں رہی ہیں۔اکثر تو وہ زبانیں جن میں یہ نازل ہوئی تھیں وہ بھی ختم ہو گئی ہیں مثلاً حضرت عیسٰے علیہ السلام جنہیں آسمانوں کی طرف اُٹھائے جانے میں صرف 2000 سال ہوئے ہیں ان کے خطبات ناپید ہیں۔ان کی تالیف کردہ انجیل کہیں نہیں اور جو کچھ باقی ہے وہ ان کے پیروکاروں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں جنہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے 150 سال بعد لکھا گیا وہ بھی صرف ترجموں میں۔اصل زبان جس میں یہ لکھی گئی تھی اب باقی نہیں رہی۔باقی مذاہب کی کتابوں کا بھی یہی حال ہے۔اس پس منظر میں قرآن حکیم ایک اعلان کرتا ہے۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (9) 15

ہم ہی اس پیغام کو نازل کرنے والے ہیں اور اسکی حفاظت کی ذمہ داری
بھی ہم پر ہی ہے۔(سورۃ الحجر، آیت 9)

یہ ایک بہت بڑی پیشگوئی تھی۔وقت قرآن کریم کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکا ہے بلکہ اس سے عربی زبان کو دوام مل گیا ہے۔قرآن کریم کے غیر مسلم ناقدین کے نزدیک بھی قرآن حکیم اپنے حروف، الفاظ، آیات، سورتوں کی ترتیب غرض ہر لحاظ سے بالکل وہی ہے جو دنیا کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا۔اللہ تعالےٰ نے اسکی حفاظت کو قلم، کاغذ اور پرنٹنگ کے سپرد کرنے کی بجائے یہ کام لوگوں کے دلوں کو سونپ دیا اور اسے یاد رکھنا اتنا آسان بنا دیا کہ چھ سات سال کی عمر کے بچوں کو بھی قرآن کریم زبانی یاد ہو جاتا ہے۔چنانچہ آج بھی دنیا میں لاکھوں لوگ قرآن کریم کے حافظ ہیں۔مطلب یہ کہ جب تک دنیا میں انسان باقی ہے قرآن باقی ہے۔

یہ قرآن پاک کا زندہ معجزہ ہے کہ کٹر سے کٹر مخالفین بھی اسکی صحت پر انگلی نہیں اُٹھا سکتے۔
لیکن ان کے بیانات میں کچھ خبث باطن ضرور ہوتا ہے۔اس لئے کہ جب تک کوئی آدمی پوری طرح اسلام میں داخل نہ ہو جائے اس کا تعصب ختم نہیں ہو سکتا۔بہر حال یہاں چند ایسے ہی لوگوں کے تاثرات دیئے جا رہے ہیں۔

ہیری گیلارڈ ڈارمن اپنی کتاب (Towards Understanding Islam) میں کہتا ہے "قرآن پاک کے بیانات جو مسلمانوں کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے وحی (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے نازل کئے وہ اپنے معنی میں ہر زمانے کے لئے یکے معجزات کی طرح ہیں۔"

فرانسیسی مصنف لورا ویسیا والر اپنی کتاب Apologie De-Islamism کے صفحہ 57-59 میں کہتی ہے "قرآن پاک کے کتاب قدسی ہونے کا یہی ایک ثبوت کافی ہے کہ زمانہ اس

میں زیروزبر کا تغیر نہ لا سکا۔"

انگریز پروفیسر اے جی ابیرے جنہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے، نے یہ دلیل پیش کی، "کہ اہل مغرب کے دلوں میں قرآن پاک کے سلسلہ میں جو غلط فہمیاں ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس صحیح قسم کے تراجم نہ پہنچے اور مغرب کے سکالروں کو صحیح طور پر کسی نے یہ نہ سمجھایا کہ وہ قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں۔ وہ جس طرح تورات یا انجیل کو پڑھتے ہیں یہ طریقہ قرآن پاک کو سمجھنے میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا۔"

ایف ایف آر تھناٹ کہتا ہے "قرآن پاک کے ساتھ مشابہت رکھنے والے کئی صحیفے تیار کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس میں کسی کو کامیابی نہ ہوئی" ظاہر ہے قرآن پاک کی سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ ۲۳ میں ارشاد ربانی ہے "اے لوگو! اگر تم اس پر شک کرتے ہو جو میں نے اپنے بندے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کیا تو پھر اس قسم کی ایک سورۃ بنا ڈالو اگر تم سچے ہو"۔

یہ صرف چند اقتباسات ہیں ورنہ مشرق و مغرب کے بے شمار ایسے دانشور ہیں جنہوں نے اگرچہ قرآن حکیم پر سرسری اور غیر مسلم تعصب کی نگاہ سے غور کیا ہے پھر بھی وہ اس کی سچائی اور عظمت کے قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس مضمون پر زیر نظر کتاب کے مصنف سلطان بشیر محمود صاحب کی کتاب "The First and the Last" (PBUH) جسے قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن نے شائع کیا ہے تفصیلات کے لئے نہایت فائدہ مند ثابت ہوگی (انشاء اللہ)۔

8.2 کلام اللہ کے مضامین کے متعلق پیشگوئی

علم ایک ارتقائی چیز ہے اسلئے ہر کتاب کے مضامین وقت کے ساتھ ساتھ اپنی افادیت کھو دیتے ہیں۔ جیسے کہ سائنسی دریافتیں بھی بدلتی رہتی ہیں ناقدین نئے نئے نکات اُٹھاتے ہیں اور پرانی باتوں کو نئے حقائق کے ساتھ رد کرتے جاتے ہیں۔ اسلئے کبھی نہیں ہوا کہ کوئی دانشور، مصنف سائنسدان، اپنی بات کو شک و شبہ سے بالاتر قرار دے۔ لیکن کلام پاک کے آغاز ہی میں

ایک عجیب وغریب اور حیران کن دعویٰ ہے۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ(سورۃالبقرۃ،آیت۲)

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں''۔(سورۃالبقرۃ،آیت۲)

اس طرح کا دعویٰ کوئی بڑے سے بڑا دماغ اپنی کسی ایک بات پر بھی نہیں کرسکتا۔اگر کسی نے کیا تو جلد ہی لوگوں نے اسے جھوٹا ثابت کردیا۔لیکن قرآن پاک تو ایسی کتاب ہے جسکے ہر صفحہ پر نئے نئے مضامین بیان کئے گئے ہیں زندگی کا کوئی مسئلہ چھوڑا ہی نہیں گیا۔آسمانوں سے زمین تک کی بات ہوئی ہے۔تاریخ،جغرافیہ،معاشرتی علوم،سائنسی علوم،کائناتی علوم،حیوانی علوم، نباتاتی علوم،انسانی علوم،روحانی علوم،کونسا وہ علم ہے جس پر قرآن نے اظہار خیال نہ کیا ہو اور وہ بھی چودہ سو سال پہلے عرب جیسے ملک میں جو اپنے زمانہ کی تہذیبوں سے بھی علیحدہ ایک تاریک جزیرہ نما تھا۔سوچیے کہ اس جیسے ملک میں چودہ صدیاں پہلے ایک شخص ایک کتاب لکھتا ہے اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسکے مضامین شک وشبہ سے بالاتر ہیں اس کا یہ دعویٰ سچ ہوسکتا ہے؟ اس وقت سے آج تک مخالفین اسلام قرآن کے اس دعوے کو جھوٹا ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں لیکن کلام اللہ کی کسی ایک بات کو بھی غلط ثابت نہیں کرسکے بلکہ جدید ترین سائنسی دریافتیں اسکی موافقت میں ہو رہی ہیں۔فرانس کا محقق ''ڈاکٹر مارس بوکائیلے'' ایک عرصہ کی تحقیق کے بعد اپنی مشہور کتاب ''بائبل قرآن اور سائنس'' کے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ ''میں قرآن میں ایسی کوئی بات نہیں پا سکا ہوں جو سائنس نہ مانتی ہو۔'' آپ کا یہ مصنف خود بھی طویل عرصہ پر پھیلی ہوئی اپنی تحقیقات سے اس بات کا اعلان کرتے ہوئے کسی طرح کی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ ''جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کریم کی ابتداء ہے'' چنانچہ کلام پاک کی یہ پیشگوئی کہ یہ کتاب شک وشبہ سے بالاتر ہے،ایک زندہ معجزہ ہے جو قیامت تک عقل سلیم والوں کیلئے ایمان لانے کیلئے کافی ہونا چاہیے۔

8.3 کسی طرح کی پروف ریڈنگ کی ضرورت نہیں تھی

کلام اللہ کی ایک عجیب خوبی یہ ہے کہ اسکا پہلا اور آخری مسودہ ایک ہی تھا۔ اللہ نے فرمایا کہ "یہ وحی ہے کائنات کے رب کی طرف سے" اسلئے اس میں کسی طرح کی پروف ریڈنگ کی ضرورت نہیں جو کچھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر نازل ہوتا وہ اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قلب پر ثبت ہوجاتا جو بذات خود ایک معجزہ تھا۔ شروع شروع میں بشری تقاضوں کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ کہیں میں بھول نہ جاؤں چنانچہ آپ جبرائیل علیہ السلام کے پیچھے پیچھے کلام پاک کو یاد رکھنے کے لئے بار بار پڑھتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے منع فرمادیا کہ یہ ہمارا کلام ہے، اسے یاد رکھوانا اور اسکا جمع کروانا بھی ہمارا کام ہے فرمایا: **لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ O اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ O فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ O ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ O** (اے نبی) اپنی زبان کو قرآن یاد رکھنے کے لئے (بلاضرورت) مت ہلاؤ جلدی نہ کرو، اسکا جمع کرانا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے، اور جب ہم اسے پڑھا چکے ہوں تو اس پڑھے کا اتباع کرو۔ اسکی تشریح بھی ہمارے ذمہ ہے۔

(سورۃ القیمۃ ۱۹۔۱۶)

چنانچہ جو حصہ اترتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک پر ثبت ہوجاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امین علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق کاتبان وحی کو یہ بتادیتے کہ یہ آیت مبارک فلاں سورۃ فلاں آیت کے بعد یا پہلے لکھ لو۔ یعنی کلام پاک جیسے جیسے نازل ہوتا ویسے ہی کتابی شکل میں ترتیب بھی پایا گیا۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ جو کچھ پہلی دفعہ کہا گیا وہی حتمی بات تھی۔ بڑے سے بڑے ماہر مصنفین کی تحریروں کے مسودے دیکھیں کئی بار کی کاٹ چھانٹ نظر آئے گی۔ مصنف کے علاوہ دیگر حضرات بھی پروف ریڈنگ کرتے ہیں پھر بھی کتاب میں کئی

غلطیاں رہ جاتی ہیں۔لیکن کلام پاک کا یہ زندہ معجزہ ہے کہ یہ واحد وہ کتاب ہے جو کسی پروف ریڈنگ کے بغیر ہی ترتیب دے دی گئی،ایک دفعہ جو نبی پاک کی مقدس زبان مبارک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم سے فرما دیا گیا وہی آخری اور فائنل کلام تھا۔ایک لفظ بھی بدلنے کی ضرورت نہیں پڑی حالانکہ آپ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔یہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی دنیا بھر میں کہیں بھی کوئی مثال نہیں اور قرآن کریم کی سچائی پر ایمان لانے کیلئے کافی دلیل ہے۔

8.4 قیامت تک کے لئے ادبی چیلنج

اس بات کا ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ عرب اپنی زبان گوئی، شاعری اور قادرالکلامی پر فخر کرتے تھے۔حج کے موقع پر تمام عرب سے قادر کلام لوگ جمع ہوتے اور ایک دوسرے کے کلام کی داد دیتے، ملک الشعراء کا انتخاب بھی وہیں ہوتا۔جب قرآن پاک اترا تو اسکے نہ صرف مضامین بلکہ انداز بیان بھی ان کے لئے حیران کن تھا۔مختلف وجوہ سے عربوں کی اکثریت اسلام کی مخالفت پر اتر آئی۔انہوں نے کہا کہ یہ کلام اللہ نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم خود بناتا ہے یا کسی سے لکھوا لاتا ہے۔اس شدید مخالفت کے دور میں قرآن کریم دنیا بھر کے لوگوں کو تاقیامت ایک چیلنج کا اعلان کرتا ہے۔**وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ O** "اگر تمہیں اس کلام میں کوئی شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر اُتارا ہے تو لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی اور بلالو اپنے مددگار ماسوائے اللہ کے۔اگر تم سچے ہو۔(سورۃ البقرہ۔آیت مبارکہ ۲۳)

بظاہر اس چیلنج کا مقابلہ کوئی مشکل بات نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن اہل ادب وفن نے جب مقابلہ کا سوچا تو انہیں پتہ چلا کہ قرآن اپنی پیشگوئی میں سچا ہے اور ہم اس جیسی ایک سورۃ تو کیا

ایک حصہ بھی اسکے مقابلہ میں نہیں لا سکتے۔ چنانچہ عرب کے اس وقت کے ملک الشعراء جن کا نام لبید تھا، کو کعبہ میں لٹکائی گئی سورۃ کوثر کے نیچے لکھنا پڑا۔ **"ماھذا کلام البشر"** یہ تو اس وقت کی بات تھی لیکن ہمارے زمانہ میں کلام پاک میں جو حسابی نظام دریافت ہوا ہے اسکے بعد تو آج کا بڑے سے بڑا سائنس دان، حساب داں اور ماہر زبان اگر وہ پکا ڈھیٹ نہیں، تو ماسوائے یہ کہ کلام اللہ کی عظمت کے سامنے اپنا سر نگوں کر دے اسکے پاس اسکے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

8.5 کامیابی کی حتمی پیشگوئی

قرآن حکیم نازل ہو رہا تھا اور عربوں کی مخالفت بھی شدت اختیار کرتی جاتی تھی۔ جس مسلمان پر بھی بس چلتا کفار اسے سخت سے سخت سزا دیتے تا کہ ڈر کر وہ واپس اپنے پرانے دین پر آجائے لیکن یہ حربہ کسی ایک پر بھی کامیاب نہ ہوا۔ مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ ظلم سے بچنے کے لئے ان میں سے نسبتاً ایک بڑی جماعت حبشہ ہجرت کر گئی۔ خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو سخت مشکلات کا سامنا تھا۔ کھل کر تبلیغ کا عمل رک رہا تھا۔ آخر کار مسلمان مکہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر جاتے ہیں۔ بظاہر کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔ تعداد بھی کم وسائل بھی کم اور جو مسلمان ہوئے ہیں ان میں بھی بعض منافقین ہیں جو اندر سے اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے تھے ان انتہائی مایوس کن حالات میں پیشگوئی اترتی ہے۔ "تم ہی کامیاب ہو گے اگر تم مومن ہو"

(سورۃ آل عمران، آیت ۱۳۹)

مخالفین مذاق اڑاتے ہیں کہ یہ لوگ مدینہ شہر کی حدود سے باہر قضائے حاجت کے لئے تو جا نہیں سکتے لیکن قیصر و کسریٰ پر غلبہ کی باتیں کرتے ہیں۔ پھر دنیا نے اس پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھا۔ حالات تیزی سے بدلتے ہیں۔ ناممکن ممکن ہو جاتا ہے۔ دنیا جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہی ہے اور مسلمان قیصر و کسریٰ کی ظالمانہ حکومتوں کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیتے ہیں۔

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے صرف 23 سال بعد وہ اپنے وقت کی سپر پاور ہوتے ہیں۔یوں کلام اللہ کی یہ پیشگوئی آج بھی تاریخ دانوں کے لئے حیران کن ہے اور اسلام کے دشمنوں کو خوف زدہ کر رہی ہے کہ اگر دوبارہ یہ لوگ قرآن پاک پر آ گئے تو پھر دنیا ان کے قدموں کے نیچے ہوگی۔(انشاءاللہ)

8.6 رومیوں اور مسلمانوں کی فتح کی پیشگوئی

اب ہم قرآن کریم کی اس پیشگوئی کا ذکر کریں گے جس پر مسلمانوں اور کفار کے درمیان شرط لگ گئی تھی۔سورۃ الروم کی آیات مبارکہ ۱ تا ۴ میں اس پیشگوئی کا ذکر ہے۔

الٓمّٓ O غُلِبَتِ الرُّوْمُ O فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ O فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ط
لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ط وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ
الْمُؤْمِنُوْنَO

"ا۔ل۔م۔کہ رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن اپنے مغلوب ہونے کے چند سال کے اندر وہ پھر غالب آجائیں گے اور وہ دن ہوگا جب اللہ تعالےٰ کی بخشی ہوئی فتح پر مسلمان خوشیاں منائیں گے"۔

(سورۃالروم۔آیات نمبر ۱ تا ۴)

سورۃ الروم مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی جب مسلمان انتہائی کمزور حالات میں تھے کافی زیادہ صحابہ کرامؓ ابے سینیا میں ہجرت کر گئے تھے۔اور باقی ہجرت مدینہ کی تیاری کر رہے تھے اس وقت مسلمانوں کی فتح کی بات پر کوئی یقین کرنے کو تیار نہ تھا۔دوسری طرف ایران کا خسرو پرویز جس طرح ہرقل قیصر روم کو شکست سے دوچار کر رہا تھا وہ بھی حیران کن فتوحات تھیں اور

روم کے غالب آنے کے کوئی آثار نظر نہ آرہے تھے۔613 عیسوی میں ایرانیوں نے دمشق کو فتح کرلیا تھا اور 614 عیسوی میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے ایرانیوں نے وہاں 90 ہزار عیسائیوں کو قتل کر دیا تھا۔615 عیسوی میں مسلمانوں نے ابے سینیا میں ہجرت کی اور انہی دنوں میں سورہ الروم نازل ہوئی۔کفار مکہ نے اس کا خوب مذاق اُڑایا۔ابی بن خلف حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ 10 اونٹوں کی شرط لگانا چاہتا تھا کہ اگر تین سالوں میں یہ پیشنگوئی پوری ہوئی تو جیتنے والے کو دس اونٹ ملیں گے۔جناب ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ مسلمانوں کی ہمدردیاں اہل روم کے ساتھ تھیں۔اس وقت تک شرط لگانا حرام نہ قرار پایا تھا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ شرط پوری ہونے کی میعاد دس سال کر دی جائے اور اونٹوں کی تعداد ایک سینکڑہ کر دی جائے اس طرح یہ شرط باندھی گئی۔

لیکن اہل روم کے خلاف حالات اور خراب ہوتے گئے 619 عیسوی میں ایرانیوں نے پورے مصر پر قبضہ کرلیا۔617 عیسوی میں ایرانی باسفورس تک یعنی قسطنطیہ (موجودہ استنبول) کے نزدیک تک پہنچ گئے تھے اور قیصر روم عاجزی سے صلح کی درخواستیں کر رہا تھا۔لیکن خسرو پرویز یہ گزارشات رد کر رہا تھا کہ صلح تب ہو سکتی ہے کہ قیصر روم "خدائے مصلوب" کو چھوڑ کر "خداوندہ آتش" کی بندگی اختیار کر لے۔لیکن 622 عیسوی میں جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو قیصر روم بھی چپکے سے آرمینیا والے راستے 623 میں آذربائیجان کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔624 عیسوی میں اس نے زرتشت کے مقام پیدائش ارمیاہ کو تباہ کر دیا اور ایرانیوں کے سب سے بڑے آتش کدہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔اللہ تعالٰے کی قدرت کہ یہ اسی سال کی بات ہے جس میں سال بدر کے مقام پر اللہ تعالٰے نے مسلمانوں کو عظیم فتح عطا کی۔ یوں 9 سال کے اندر دونوں پیشنگوئیاں پوری ہو گئیں۔ 627 عیسوی میں ہرقل کے لشکر ایرانی دارالسلطنت مدائن کے سامنے پہنچ گئے اور کسریٰ ایران خسرو پرویز کو مجبوراً قیصر روم کے ساتھ صلح

کرنا پڑی۔ یہ وہی سال تھا کہ مسلمانوں نے کفار مکہ کے ساتھ صلح حدیبیہ کا معاہدہ کیا۔ جس کو سورۃ الفتح میں "فتح مبین" قرار دیا گیا۔

8.7 سائنسی علوم میں ترقی کے متعلق پیشگوئیاں

مندرجہ ذیل میں ہم کلام اللہ کی ان سائنسی پیشگوئیوں کا ذکر کریں گے جن کو آج ہم خود دیکھ رہے ہیں۔ آج سے صرف ایک سو سال پہلے تک ان پیشگوئیوں کو سمجھنا مشکل تھا۔

1) علم کی کوئی حد نہیں

جس زمانہ میں کلام اللہ نازل ہو رہا تھا اس وقت انسان کا اپنے اور کائنات کے بارے میں علم محدود تھا۔ اس کی دنیا انتہائی مختصر تھی۔ اس کے بعد علم مسلسل ترقی کرتا جاتا ہے۔ لیکن ہر دور کے لوگوں نے یہی سوچا کہ وہ علم کی آخری منزل پا چکے ہیں۔ زیادہ دور کیا جانا 1904ء میں آئن سٹائن کی مشہور تھیوری ریلٹیوٹی (Theory of Relativity) سے صرف ایک سال پہلے انگلینڈ کے کچھ بڑے سائنس دانوں کا دعویٰ تھا کہ جو کچھ انسان نے معلوم کرنا تھا وہ سب معلوم ہو چکا ہے۔ لیکن قرآن کریم کے اندر یہ دعویٰ 1443ء سال سے موجود تھا کہ "اگر سارے سمندر سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلم تو لکھتے لکھتے یہ سب ختم ہو جائیں گے بلکہ مزید اتنے ہی اور لے آؤ پھر بھی آپ کے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی"۔

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ O

اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں
اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر مزید
ہوں (سیاہی ہو جائیں) تو بھی اللہ کی باتیں (یعنی اس کی صفتیں لکھتے
لکھتے) ختم نہ ہوں ۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (سورہ لقمان،
آیت ۲۷)

یہ ایک زبردست حیران کن دعویٰ ہے ۔اس کی بنا پر ہم مستقبل کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم ابھی بہت ترقی کرے گا۔

2) عظیم صنعتی دور کے متعلق پیشگوئی

ایک بڑی اہم اور نمایاں پیشگوئی جو قرآن حکیم آخری زمانہ کے متعلق دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کرہ ارض کے لوگ بہت اونچے پایہ کی تکنیکی مہارتیں حاصل کر چکے ہونگے اور یہ ایک عظیم صنعتی اور سائنسی دور ہوگا۔ ایسے لگے گا جیسے اب انسان سب کچھ کرنے کے قابل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ
اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا
فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ
نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا سنگھار لے لیا اور خوب آراستہ ہو گئی اور
اس کے مالک سمجھے کہ اب ہم اس پر قادر ہو گئے ہیں ۔تو اس پر ہمارا حکم ہوا
رات میں یا دن میں،تو ہم نے اسے ملیامیٹ کر دیا گویا کہ وہ کل تھی ہی

نہیں۔ایسے ہی ہم اپنی آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں، غور اور فکر کرنے
والوں کے لئےO(سورہ یونس آیت ۲۴)

جرمن نژاد نومسلم مرحوم محمد اسد اس آیت مبارکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آخری زمانہ میں لوگوں کو اس غلط فہمی پر یقین ہوگا کہ انہوں نے قدرت پر کنٹرول حاصل کرلیا ہے اور جو وہ چاہیں کرسکتے ہیں حالانکہ وہ اس حد تک نہ پہنچ پائے ہونگے۔اس بودی سوچ کے تحت انسان یہ سوچے گا کہ اس نے اپنی مہارت اور صنعت کے زور سے اس کی زینت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔اس کو بڑا زعم ہوگا کہ وہ اپنی طاقت، عقل، سائنس اور صنعت کی مدد سے سب کچھ کر سکتا ہے لیکن اصل میں وہ اپنی تباہی کی طرف جارہا ہوگا۔

بہرحال بیسویں صدی کی صنعتی اور سائنسی ترقی اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے اور مزید ترقی کے بھی امکان نظر آتے ہیں۔خشکی ہو یا تری پہاڑ ہو یا غار کوئی ایسا خطہ نہیں رہ گیا جو انسان کی دسترس سے اب باہر ہو۔دریاؤں کے رخ موڑ دیئے ہیں سمندروں کے آگے بند باندھ دیئے ہیں۔یوں لگتا ہے انسان نے دنیا کو مسخر کرلیا ہے۔اب تو اس نے ماحول کو کنٹرول کرنا شروع کردیا ہے اپنی مرضی سے بارش برسا لیتا ہے اور زمین کے ذرائع کا بھرپور استعمال کررہا ہے، ریگستانوں کو باغات میں تبدیل کررہا ہے اور دور دراز علاقوں کو خوبصورت قطعات میں تبدیل کررہا ہے، اوپر کی فضاء میں اسکی پہنچ ہے چاند پر اترنے کے بعد اسکو آباد کرنے کی تگ و دو جاری ہے۔زمین کے لاکھوں میل اوپر اسکے سیٹلائٹ چکر لگا رہے ہیں مواصلات کی ترقیوں سے فاصلے سمٹ گئے ہیں۔فضاء میں جزیرے قائم کئے جارہے ہیں۔ایک عام آدمی کو آج جو کچھ میسر ہے وہ پہلے بادشاہوں کو بھی میسر نہیں تھا۔

یوں پچھلی چند صدیوں میں انسان نے اتنی صنعتی ترقی کرلی ہے جو پچھلے ہزاروں

سالوں میں نہیں ہوئی تھی ۔اس کے ساتھ ساتھ انسان نے اپنی تباہی کے بھی اتنے ذرائع جمع کر لئے ہیں کہ اسکے ایٹم بم زمین کو کئی بار تباہ کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں ۔یہ طوفانی ترقی بڑی معنی خیز ہے اور اس کے بعد کیا ہونے والا ہے اس سے بھی زیادہ قابل غور ہے۔قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات میں جہاں اس دور کی پیش گوئی اور اس حیرت انگیز ترقی کی خبر دی گئی ہے وہاں اس کمال کے بعد زبردست زوال کی بھی پیش گوئی کر دی گئی ہے ۔چاہیے کہ انسان ان نعمتوں پر اپنے رب کا بہت شکر ادا کرے اور اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کی معافی مانگتا رہے تا کہ آنے والے عذاب سے بچ جائے ۔جو شاید انسان کے اپنے ہاتھوں ہی ہو۔

(3 عظیم فضائی دور

ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ ساتھ قرآن پاک میں ایک اور اہم انکشاف یہ ہے کہ آخری دور میں کرہ ارض کے لوگ آسمانوں میں دور دراز تک سفر کرنے کے قابل ہو جائیں گے اور اتنی مہارت پیدا کرلیں گے کہ وہ دوسری دنیاؤں میں اپنی نوآبادیات بنانے کی تگ و دو میں ہونگے ۔جو لوگ استطاعت رکھیں گے وہ زمین کو چھوڑ کر کائنات کے دوسرے حصوں میں جانے کی تیاری کریں گے۔ان حالات کی پیش بینی سورۃ الرحمٰن کی درج ذیل آیات مبارکہ میں کی گئی ہے۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا
مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُرْسَلُ
عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝

اے گروہِ جن وانس !اگر تم آسمان وزمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو

نکل جاؤ(اس نے یہ صلاحیت تمہیں دی ہے لیکن جدھر بھی جاؤ گے ہر جگہ اسی کی بادشاہت ہے) لیکن تم طاقت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتے O تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے O (جب تم زمین سے باہر خلائی دنیاؤں میں پناہ کے لئے جاؤ گے تو) تم پر آگ کے انگارے بھیجے جائیں گے اور پگھلے ہوئے تانبے کی مانند مادہ پھینکا جائے گا، پھر تم اس سے بچ نہ سکو گے O (سورہ الرحمٰن آیت ۳۳۔۳۵)

سورۃ الرحمٰن کی آیت مبارکہ ۳۵ بتاتی ہے کہ اس شاندار خلائی ٹیکنالوجی پر دسترس کے باوجود انسان تنگیوں سے نہ بچ سکے گا۔زمین پر خطرات کے پیش نظر جب وہ زمین و آسمان کی حدود سے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا تو آگ اور نار یکار شعلے اسکو آگے نہیں بڑھنے دیں گے۔

آج سے کچھ عرصہ پہلے تک قرآن کریم کی ان پیشنگوئیوں کا ادراک مشکل تھا لیکن بیسویں صدی کے آخری نصف حصہ میں خلاء کی تسخیر کے سلسلے میں ہونے والی حیرت انگیز ترقی دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیشنگوئی بھی پوری ہونے والی ہے۔چاند بیچارے کی حیثیت تو اب دوسرے محلّے کی سی ہے۔انسان اس سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔آج کل زمین سے لاکھوں میل اوپر امریکہ کی طرف سے ایک خلائی جزیرہ (Space Station) بنانے کے منصوبہ پر کام ہو رہا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ زمین سے اوپر اسکے مالکوں کی پناہ گاہ بھی اور کمین گاہ بھی ہو جہاں سے وہ آسانی سے اوپر نیچے آجا سکیں۔قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیات میں یہ آشکارا کیا گیا ہے کہ آخری زمانہ میں انسان فضاء پر نو آبادیاں قائم کرے گا۔بعض اقوام کی یہ فضائی کامیابی ان کی خلائی جنگوں کے لئے بھی ایک اہم پلیٹ فارم ہوگا۔ان نو آبادیوں کے مالک وہاں سے زمین پر حکومت کے خواب دیکھ رہے ہونگے۔لیکن ان کی یہ ساری چالیں مشیت الٰہی کے سامنے بے بس ہوں گی۔

جہاں تک فضائی تابکاری اور شعاؤں کا تعلق ہے خلائی مسافر کو ہر وقت انکا خطرہ رہتا ہے۔ سورج سے چھوٹنے والے آگ کے طوفانی گولے بھی ایک مسلسل خطرہ ہیں اس کے علاوہ سورج کے مدار میں اربوں کے قریب چھوٹے چھوٹے شہاب ہیں جو انسانی سیٹلائٹ اور فضائی مشینوں اور گاڑیوں کو ٹکرا کر تباہ کر سکتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے خلا کے اندر مزید دور جانے پر یہ خطرات بڑھتے ہی جائیں گے۔

4) عظیم سائنسی دور

اوپر دی گئی آیات مبارکہ حیرت انگیز صنعتی ترقیوں کے بارے میں پیشگوئیاں ہیں جن کا آج سے چودہ سو سال پہلے تصور بھی ناممکن تھا۔ صنعتی ترقیوں کے ساتھ ساتھ انسان کے آخری دور میں قرآن حکیم اس کی بے مثال سائنسی ترقی کی بھی پیشگوئی کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں سورۃ حم سجدہ کی آیت مبارکہ ۵۳ انتہائی قابل غور ہے جس میں بتایا گیا کہ اس وقت تک انسان خصوصی طور پر کائنات اور اپنی تخلیق کے بارے میں بہت کچھ جان چکا ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَافِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰي يَتَبَيَّنَ
لَهُمْ اَنَّـهُ الْحَقُّ ط اَوَلَمْ يَـكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّه عَلٰي كُلِّ
شَيْءٍ شَهِيْدٌ O

پس ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں کائنات میں اور خود ان کی ذات میں، یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائیگا کہ یقیناً وہ (قرآن) حق ہے۔ کیا آپ کے رب کا ہر چیز پر متصرف ہونا کافی نہیں بے شک تمہارا رب ہر چیز پر گواہ ہے O (سورۃ حم سجدہ۔ آیت ۵۳)

ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب قرآن پاک نازل ہو رہا تھا اس وقت آفاق اور انفاس کے بارے میں انسانی علم نہ ہونے کے برابر تھا۔ آج جو معلومات ہمیں حاصل ہیں انکا تصور بھی ناممکن تھا بلکہ اس وقت انسانیت نہایت مہمل لغویات اور توہمات میں پھنسی ہوئی تھی۔ اس وقت قرآن پاک کا یہ اعلان کہ "عنقریب ہم انسان پر آفاق اور ان کے نفوس کے راز ظاہر کر دیں گے" ایک عجیب پیشگوئی تھی۔ آج چودہ صدیوں بعد ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ کیسے پوری ہو رہی ہے۔ تمام سائنس اس قرآنی آیت کی تفسیر بن کر سامنے آ رہی ہے۔ ان چودہ صدیوں میں انسان نے ایک طرف زمین سے دور آسمان کی لامتناہی وسعتوں کا کھوج لگایا ہے (Cosmic Understanding) اور دوسری طرف اپنے نفس کے اندر کی دنیا میں جو جھانکا ہے (Biological Discoveries) یہ سب دریافتیں حیران کن ہیں۔ فضائی سائنس، حیاتیاتی سائنس اور طبعی سائنس میں جو مزید دریافتیں ہو رہی ہیں وہ انسان کو آہستہ آہستہ حقیقت کے قریب لا رہی ہیں۔ جیسے آیہ مبارکہ میں کہا گیا ہے یہ سب اس بات کا پیش خیمہ ہے کہ انسان پر جلدی قرآن پاک کی سچائی واضح ہو جائے گی۔ (انشاءاللہ)

8.8 اہم ترین سبق

مادی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو یہ سائنسی ترقیاں انسانی عقل کیلئے خراج تحسین ہیں لیکن ایک صاحب نظر کیلئے اس میں بہت اسباق ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور قرآن کریم کی پیشگوئیوں پر غور کرنے سے سائنسی علوم اور دریافتوں کے منطقی نتائج بالکل ظاہر ہیں۔ وہ سائنسی معراج میں انسانیت کا خاتمہ دیکھ رہا ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ لوگوں کی اکثریت اب بھی قرآن پاک کے بتائے ہوئے سیدھے راستہ پر چلنے کیلئے تیار نہیں۔

اب سائنس دان ماننے لگا ہے کہ جسمانی حواس خمسہ کے علاوہ بھی انسان میں کچھ ماورائی حواس صلاحیتیں (Extrasensory perceptory powers) ہیں۔ مرنے کے بعد کی حالت پر جو ریسرچ ہو رہی ہے وہ بھی یہی ثابت کرتی نظر آتی ہے کہ موت خاتمہ نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی وہ حیات بعد الموت اور جزا و سزا کو دل سے تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

کائنات میں جو کچھ دیکھا گیا ہے وہ بھی ہر سو خالق کی طرف متوجہ کرتا ہے لیکن اسکے باوجود شیطان نے اسے سیدھے راستے پر آنے سے روکا ہوا ہے۔ تمام تر سائنس اللہ کی ہستی کی گواہ ہے لیکن آج کا انسان ادھر متوجہ نہیں۔ عقل اسکے سامنے عاجز ہے لیکن وہ اسکی عظمت سے بے خبر ہے۔ فلاسفر مقصدیت کو مانتا ہے لیکن اپنی حیات کو بے مقصد شے سمجھ رہا ہے۔ دراصل یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن پاک بتاتا ہے کہ:

ان کے دماغ ہیں لیکن سوچتے نہیں، آنکھیں ہیں لیکن دیکھتے نہیں، کان ہیں مگر سنتے نہیں، دل ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ وہ مانند حیوانات ہیں، نہیں! بلکہ وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہیں"۔

(سورۃ الاعراف، آیت ۱۷۹)

ہماری ثقافت، عقیدہ یا قوم کچھ بھی ہو سکتی ہے لیکن موت والے معاملے میں ہم سب اکٹھے ہیں۔ کوئی بھی اس سے مبرا نہیں لیکن پھر بھی موت کے بعد زندگی کو سائنس ابھی تک وہ اہمیت نہیں دے رہی جو اس کا حق ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ زندگی کے دوران ان کا مرنے کو جی نہیں چاہتا لیکن جو مر جاتے ہیں ان کے لئے کہتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کیلئے ختم ہو گئے۔

سورۃ حٰم سجدہ کی آیت مبارکہ ۵۳ کے انکشافات کے بعد یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اب زیادہ دور نہیں کہ انسان اپنی حقیقت کو سمجھ جائے لیکن اگر وہ اپنے باطل نظریات پر ڈٹا رہا تو حق

کا علم ہوتے ہوئے بھی وہ انکار کرتا رہے گا۔ اسلئے انسان کو چاہیے کہ بجائے اس انتظار کے کہ سائنسی دریافتیں اس سلسلے میں اسکی راہنمائی کریں جو کچھ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ اس پر ایمان لاکر اپنے تعصبات سے چھٹکارا حاصل کر لے۔ قرآن پاک کی سورۃ الحج میں ارشاد ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا ۖ اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ O

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی اور آتش پرست ہوئے اور جنہوں نے شرک کیا، بے شک اللہ ان سب کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کے اوپر گواہ ہے O (سورۃ الحج۔ آیت ۱۷)

باب نمبر 9

قرآن حکیم کی معجزانہ ترتیب

9.1 معجزانہ ترتیب کی دریافت

قرآن حکیم میں سورتوں کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے کہ بعض اوقات ایک سوچنے والا مخلص مسلمان بھی حیران ہو جاتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کلام اللہ کی بعض سورتیں بہت لمبی ہیں۔ جیسے سورۃ البقرہ جو اڑھائی سپاروں پر محیط ہے اور بعض اس قدر چھوٹی مثلاً سورۃ الکوثر جو صرف تین آیات پر مشتمل ہے۔ آخر سورتوں کے حجم میں واضح اختلاف کی وجہ کیا ہے؟

دوسرا سوال پاروں اور سورتوں کی ترتیب کے متعلق اٹھتا ہے۔ اس میں کیا خاص حکمت ہے کہ پہلی سورۃ فاتحہ سات آیات کی ایک چھوٹی سورۃ ہے لیکن اس کے بعد یکے بعد دیگرے لمبی لمبی سورتیں رکھی گئی ہیں۔ درمیانی سپاروں میں سورتیں بھی درمیانی لمبائی کی ہیں اور آخر قرآن میں چھوٹی چھوٹی سورتیں سجائی گئی ہیں لیکن اس میں بھی کئی جگہ استثنا فرمایا گیا ہے۔ اور پارے تیس ہیں، کم یا زیادہ کیوں نہیں؟

یہ سوال ایک عرصے سے مصنفین میں سے ایک (سلطان بشیر الدین محمود) کے ذہن میں بھی تھا۔ اس کی وجہ صرف تجسس اور ایک محقق کی نظر سے تھی ورنہ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن حکیم کی جو ترتیب بھی ہے وہ وحی الٰہی کے عین مطابق ہے۔

اس الجھن کا ایک عام سا جواب تو یہ دیا جاتا ہے کہ قرآن پاک میں سورتوں کی ترتیب قاری کی سہولت کی خاطر رکھی گئی ہے۔ نماز کی قرات میں اکثر پڑھی جانے والی سورتیں آخری پاروں میں رکھ دی گئیں اور قانون، سماجی انصاف، اعتقادات اور دیگر انسانی مسائل پر مشتمل سورتوں کو پہلے سپاروں میں اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ سوسائٹی کی پہلی ضرورت ہیں لیکن یہ دلیل کوئی

زیادہ وزنی معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ نماز میں پڑھنے کیلئے کوئی خاص سورۃ مخصوص نہیں اور قرآن پاک کی حکمت ساری کتاب میں برابر ملتی ہے سوسائٹی کیلئے بھی احکامات جگہ جگہ آتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ مدنی سورتیں اکثر لمبی تھیں اور مکی سورتیں چھوٹی لیکن ترتیب میں مدنی سورتوں کو فوقیت دی گئی لیکن اس بات میں بھی کوئی وزن نہیں۔ قرآن حکیم کی ترتیب مکی یا مدنی سورتوں کے لحاظ سے نہیں ہے۔ مکی سورتوں میں بھی سورۃ اعراف اور سورۃ انعام خاصی لمبی سورتیں ہیں جو ترتیب کے لحاظ سے ابتداء میں رکھی گئی ہیں اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کی ترتیب نزولی نہیں بلکہ بسا اوقات ایک ہی سورۃ میں مکی اور مدنی آیات شامل ہیں اور سورتوں کی ترتیب کا بھی نزول کے ساتھ کوئی ربط نہیں۔

غرض اوپر دی گئی تمام توضیحات غیر حقیقی معلوم ہوتی ہیں اور ما سوائے اس کے کہ یہ ترتیب قرآن اللہ تعالیٰ کا اپنا ہی راز ہے کچھ اور نہیں کہا جا سکتا لیکن چند بے ادب قسم کے دانشور جب اپنی عقل سے کوئی اطمینان بخش جواب نہ پا سکے تو یہ رائے گھڑ دی کہ (نعوذ باللہ) قرآن پاک کے جمع کرنے میں کسی خاص ترتیب کو مدنظر نہیں رکھا گیا تھا بلکہ جہاں اور جیسے جمع کرنے والوں کو آسان نظر آیا، انہوں نے ویسے ہی انہیں لکھ دیا یعنی موجودہ ترتیب بلا حکمت ہے۔

جہلا اور منافقین کا یہ گروہ اپنی اس بے تکی رائے کے وقت یہ بھول جاتا ہے یا دل سے مانتا ہی نہیں کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس کی حفاظت خود خالق کائنات نے اپنے ذمہ لی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق ایسی لغو بات ہرگز زیب نہیں دیتی۔

مصنف (سلطان بشیر محمود) کو کلام اللہ کے دشمنوں کی پھیلائی جانے والی اس سازش سے نہ صرف قلق تھا بلکہ وہ فکر مند بھی تھا کہ قرآن پاک کی ترتیب میں جو حکمت پنہاں ہے وہ کھل کر سامنے آجانی چاہیے تا کہ مسلم نوجوان منافقین کے پراپیگنڈہ کے خلاف اپنے ایمان کا دفاع کر سکیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل تھا کہ اس کی دعا سنی گئی اور قرآن حکیم کی ترتیب کے کچھ معجزانہ پہلو اس پر آشکار کر دیے گئے۔ چنانچہ ۱۹۹۴ء کی ایک رات جب وہ نماز عشاء ادا کر رہا تھا تو وتروں کی آخری رکعت میں اس نے سورۃ الکوثر پڑھی اور ساتھ ہی خیال آیا۔ یا اللہ اپنی حکمت تو ہی جانتا

ہے لیکن حیران ہوں کہ تین آیات کی یہ سب سے چھوٹی سورۃ بھی آخری نہیں۔ اس فکر کے نتیجہ میں دورانِ نماز ہی خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ ایک عمیق حسابی مسئلہ ہو اس لئے قرآن حکیم کے سپاروں اور سورتوں کے درمیان ایک گراف لگاؤ اور پھر دیکھو تو بات سمجھ آجائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور جب رات اڑھائی بجے نقاط کے درمیان گراف کھینچا گیا تو جو کچھ سامنے نظر آیا عقل حیران تھی۔ اس قدر خوبصورت گراف جیسے لڑی میں ہیرے پروئے ہوں۔ گراف کیا ہے حساب کا ایک لاجواب کلیہ ہے جو قارئین کے لئے اگلے صفحات پر پیش کیا جاتا ہے۔

9.2 معجزانہ ترتیب کا تجزیہ اور عظیم حکمتیں

اس معجزانہ ترتیب کو سمجھنے کے لئے پہلے آپ جدول نمبر 1 پر غور فرمائیں۔ یہ جدول اللہ کی کتاب کے تیس سپاروں اور ایک سو چودہ سورتوں کے درمیان ہے۔ فہرست ب۔ سپاروں کو ظاہر کرتی ہے اور ج۔ ہر سپارے کے سامنے شروع سے اس سپارے کے آخیر پر سورتوں کی تعداد ہے مثلاً پہلے پارہ میں دو سورتیں ہیں اور دوسرے پارے کے آخیر تک بھی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں۔ البتہ تیسرے پارے میں سورۃ آلِ عمران کا آغاز ہوا۔ یوں تیسرے پارے کے آخیر تک قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد تین ہو گئی۔ یہ سورۃ چوتھے پارہ میں ختم ہو جاتی ہے اس لئے اب تک تین سورتیں ہی ہیں۔ سورۃ النساء چوتھے سپارے سے شروع ہوتی ہے اور پانچویں سپارے کو بھی کراس کر جاتی ہے اور چھٹے سپارے میں ختم ہوتی ہے اور یہاں سے ایک اور نئی سورۃ شروع ہوئی اور یوں اس سپارے کے آخر تک قرآن حکیم کی صرف پانچ سورتوں کا آغاز ہوا۔ یوں یہ سلسلہ چلتا جاتا ہے اور بارہویں پارے کے آخر تک بارہ سورتوں کا آغاز ہو چکا ہے لیکن اس کے بعد کی سورتیں چھوٹی ہونے کی وجہ سے جلدی جلدی شروع ہوتی ہیں۔ بیسویں پارے تک انتیس ۲۹ سورتیں آچکی ہیں، اکیسویں پارے کے اخیر تک تینتیس (۳۳) ہو گئیں اور بائیسویں کے اخیر تک چھتیس (۳۶)، پچیسویں تک پینتالیس (۴۵) اور اٹھائیسویں تک چھیاسٹھ (۶۶) اور تیسویں

(۳۰) کے آخر تک پوری ایک سو چودہ سورتیں مکمل ہوئیں۔

جدول نمبر ۱

قرآن کریم میں سورتوں اور پاروں کی ترتیب

پارہ نمبر	آخر پارہ تک سورتوں کا نمبر شمار	پارہ نمبر	آخر پارہ تک سورتوں کا نمبر شمار
ب	ج	ب	ج
1	2	16	20
2	2	17	22
3	3	18	25
4	4	19	27
5	4	20	29
6	5	21	33
7	6	22	36
8	7	23	39
9	8	24	41
10	9	25	45
11	11	26	51
12	12	27	57
13	14	28	66
14	16	29	77
15	18	30	114

گراف نمبر ۱

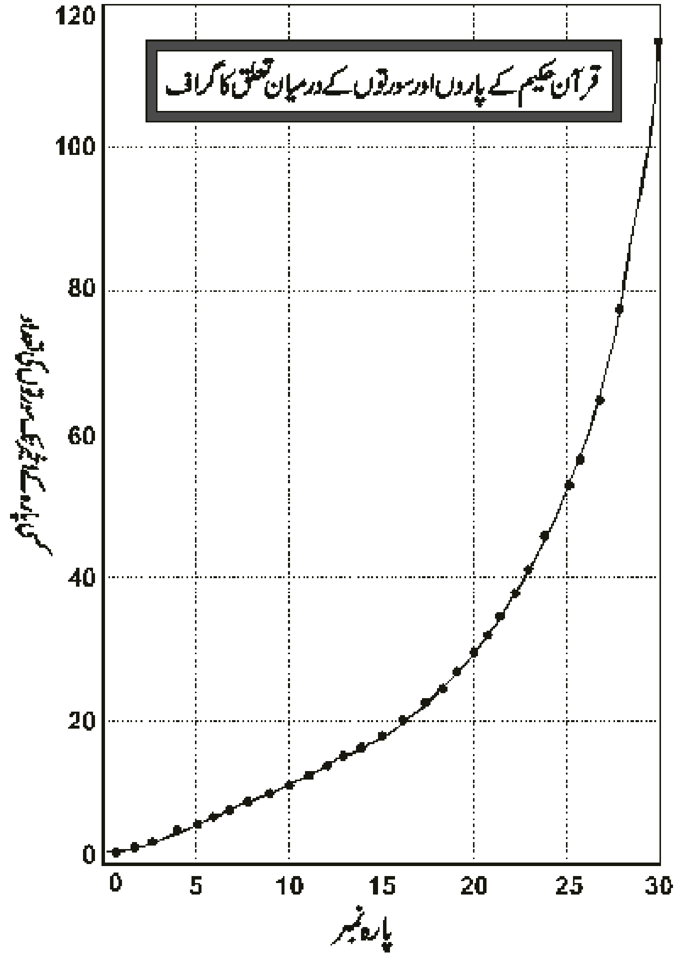

قرآن حکیم کے پاروں اور سورتوں کے درمیان تعلق کا گراف
0
20
40
60
80
100
120
0
5
10
15
20
25
30
پارہ نمبر

9.3 معجزانہ گراف

شاید ابھی تک آپ نے اس حساب میں کوئی خاص بات محسوس نہ کی ہوگی ماسوائے یہ کہ شروع میں سپارے زیادہ ہیں اور سورتیں کم اور بعد میں سورتوں کی آمد میں بہت تیزی ہے۔ لیکن اس کی صحیح صورت اس وقت واضح ہوتی ہے جب سورتوں اور سپاروں کی ترتیب کے درمیان حسابی گراف کھینچا جاتا ہے۔ یہ گراف ترتیب کا ایک معجزہ ہے جو عقل کو مبہوت کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ ایک بالکل عجیب اور غیر متوقع صورت حال کی نمائندگی کرتا ہے۔ نقاط کو جوڑنے سے کوئی بے ہنگم خطوط کی شکل نہیں بنتی بلکہ ایک نہایت خوبصورت قوس بنتی ہے۔ ایسی قوس کا بننا ایک دور از قیاس بات ہے۔ ایک سائنسدان اور حساب دان اس حسین تناسب کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ اس کے لئے یہ گراف اس بات کی منہ بولتی تصویر ہے کہ قرآن حکیم کی سورتوں اور سپاروں میں ایک معجزانہ تعلق ہے جو کسی مخصوص حکیمانہ حسابی کلیہ کے مطابق ہے اور اس لحاظ سے سورتوں اور سپاروں میں اس کی تقسیم بے مثل بھی ہے اور عجیب بھی۔

آپ میں سے جو سائنس کے طالب علم ہیں۔ انہوں نے مختلف سائنسی تجربات کے دوران کئی گراف بنائے ہوں گے اور ان کا اپنا مشاہدہ ہوگا کہ گراف کے نقاط ہمیشہ ہی ادھر اُدھر ہوتے ہیں اور پھر ان کے درمیان ہلکے ہاتھ سے ایک لائن کھینچ دی جاتی ہے۔ جو مقادیر کے درمیان اوسط تعلق کو ظاہر کرتی ہے لیکن اس کے مقابلے میں قرآنی ترتیب کے اس گراف کے تمام نقاط حیرت انگیز صحت کے ساتھ حسابی لڑی میں پروئے گئے ہیں جو اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قرآن پاک کو اس طرح ترتیب دینا کسی انسانی دماغ کے لئے چودہ سو سال پہلے تو کیا آج بھی بہت مشکل ہوتا لیکن اس وقت کی سائنس اور حساب کی دنیا میں جا کر یہ اگر سوچا جائے کہ یہ کیسے ممکن ہوا تو عقل مبہوت رہ جاتی ہے اور دل بے اختیار اس کی سچائی کی گواہی دے گا۔

اس دریافت کے بعد یہ کہنا یا سوچنا کہ قرآن حکیم کی سورتوں کی ترتیب اور سپاروں کی تقسیم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور عظیم المرتبت صحابی یا دانشور کا کام ہے انتہائی

مضحکہ خیز اور لغو معلوم ہوتا ہے۔ چودہ سو سال پہلے اگر سارے انسان مل کر بھی ایسی ترتیب دینا چاہتے تو نہ دے سکتے۔ حتیٰ کہ آج کے اس سائنسی اور حسابی دور میں بھی یہ کام بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شک کرے کہ اللہ کی کتاب میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل ہے تو اس کے خلاف یہ حجت تمام ہوجاتی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ جس عظیم کتاب کی فہرست مضامین اس قدر حکمت والی ہو اس کے مضامین، آیات اور رکوعات میں جو احتیاط اور شان ہوگی اس کے کیا کہنے۔

9.4 ترتیب اور روحانی ترقی

اب ہم اس گراف کے حوالہ سے کلام اللہ کی اس معجزانہ ترتیب کے روحانی پہلوؤں کے سلسلہ میں سوچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بے شک انسان کے بس کی بات نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتوں کی تہہ تک پہنچ سکے۔ (لیکن جتنا اللہ تعالیٰ چاہے)۔

قرآن حکیم کی اس سائنسی اور حسابی ترتیب میں کئی حکمتیں چھپی نظر آتی ہیں جن میں حساب دانوں، سائنس دانوں، دانشوروں اور علماء کی سوچ بچار کے لئے میدان کھلا ہے۔ اللہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ان عظیم رازوں پر سے ہم پردہ اٹھا سکیں اور دنیا جو جہالت، منافقت اور شرک کے گہرے اندھیرے میں بھٹک رہی ہے، اس کی سیاہ راتوں کو ہم قرآن حکیم کی روشنی سے منور کرسکیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ گراف صاف ظاہر کرتا ہے کہ قرآن کریم کی موجودہ ترتیب وحی الٰہی کے عین مطابق ہے اور اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہے۔

سورتوں اور سپاروں کے درمیان یہ معجزانہ گراف قرآن حکیم کی برکات کی روحانی تصویر بھی ہے۔ آغاز پر گراف کا خط صفر سے شروع نہیں ہوتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کا مطلب یہ لیا جاسکتا ہے کہ جب کوئی قاری قرآن حکیم کی طرف رجوع کرتا ہے تو نیت کے ساتھ ہی اسے ایک روحانی بلندی حاصل ہوجاتی ہے۔ جس گھر میں قرآن کریم رکھا ہے وہاں یہ برکات خودبخود موجود

ہیں۔ جب آپ قرآن کی طرف آتے ہیں تو یہ بنیادی فائدہ آپ کو فوراً حاصل ہو جاتا ہے یعنی قرآن کا نور ہر وقت اپنے ماحول کو منور کئے ہوتا ہے۔

ان ابتدائی فوائد کے ساتھ جب قاری قرآن کریم میں غوطہ زن ہوتا ہے تو پھر تعلیم میں ترقی کے ساتھ ساتھ برکات میں بھی ترقی ہوتی جاتی ہے۔ شروع شروع میں بلندیوں کا حصول نسبتاً آہستہ ہوتا ہے۔ شاید یہ وقت بنیاد مضبوط کرنے کا ہے اپنے مقام سے آگاہی کا وقت ہے۔ جس میں آدمی اپنی زندگی کی سمت سیدھی کرنا سیکھتا ہے اور پھر صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے اور باطل جذبوں سے چھٹکارا حاصل کرتا ہے۔

جیسے جیسے صحیح فکر اور عمل کے ساتھ انسان قرآن پاک کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے اس کی روح اپنے رب کی طرف وفا کا پیکر بن کر سفر جاری رکھتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ، نت نئے مقامات عالیہ سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ابتدائی سورتیں کسی فرد کی ظاہری تعمیر پر مرکوز رہتی ہیں اور وہ بتاتی ہیں کہ انسان کے لئے زندگی کی گہما گہمی میں کیا کچھ کرنا جائز ہے اور کیا نا جائز ہے۔ وہ اسلامی شریعت کی عام زندگی پر حاوی شقیں کھول کر بیان کرتی ہیں۔ وہ سوسائٹی کے عمرانی اور اخلاقی پہلوؤں پر بحث کرتی ہیں اور آدمی کو صحیح انسان بناتی ہیں۔ جب ایک قاری قرآن حکیم کی تلاوت کرتا جاتا ہے اور اپنی زندگی کا رخ اس کے مطابق موڑتا جاتا ہے تو اس کی روحانی ترقیوں اور برکات میں بھی تیزی آتی جاتی ہے۔ مزید آگے بڑھتے ہوئے وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ قرآن حکیم کی باطنی روشنی سے بھی بہرہ مند ہو۔ باہر والا رنگ پھر اس کے باطن پر اتر جاتا ہے اور روح اس سے طاقت حاصل کرتی جاتی ہے۔ یوں قرآن کریم کے آخری حصوں تک پہنچتے پہنچتے قاری کی روح انتہائی بلندیوں کی طرف پرواز کرنے لگ جاتی ہے۔ بالآخر سورتوں اور سپاروں کے درمیان اس گراف کے آخری حصہ کی مانند وہ ملاء اعلیٰ کی طرف عمودی اڑان لے لیتی ہے۔

قرآن کریم سے درج بالا فوائد اور برکات حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی روح قرات کا ساتھ دے۔ اس طریقہ تلاوت کی خاص بات قرآن حکیم کو ختم کرنا نہیں (جو ہمارا رواج ہے اور ہم فخر سے کہتے ہیں کہ میں نے اتنے قرآن ختم کر لیے) بلکہ اس کو سمجھ کر دل پر اتارنا

ہے یعنی قاری محسوس کرنے لگے کہ قرآن پاک کی آیات اس پر نازل ہو رہی ہیں۔ اس کیفیت میں قرآن پاک قاری کی روح کی غذا بن جاتا ہے۔ شاید اس موقع پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب یہ بات سمجھ آجائے کہ آپ نے فرمایا میں نے سورۃ البقرہ کو پڑھنے کے لئے سات سال لئے۔ مطلب یہ ہے کہ ترتیل، فکر و تدبر اور عمل کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کی جائے تو قرآن حکیم کی معیت میں قاری کے روحانی سفر کی کوئی انتہا نہیں۔ جیسے جیسے قاری آگے بڑھتا جاتا ہے۔ روحانی بلندیوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ بیسویں پارے کے بعد اضافہ کی شرح بے مثال ہے۔

عددی طور پر گراف کی شکل سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدا سے قرآن روح کی اڑان نہیں بلکہ اسکی پرورش کا دور ہے۔ اگلے پانچ سپاروں میں بھی یہی ہے۔ ۱۰ سے ۱۵ سپاروں تک اضافہ ۸ گنا ہے اور ۱۵ سے ۲۰ تک اضافہ کی شرح ۱۱ گنا ہے لیکن اس کے بعد روحانی بلندیوں میں بہت تیزی آجاتی ہے یعنی ۲۰ سے ۲۵ سپاروں تک ترقی ۱۴ گنا ہے لیکن آخر میں جا کر قرآن کے طالب علم کی روحانی ترقی کی اڑان تقریباً عمودی ہو جاتی ہے یعنی روحانی فاصلے جو مہینوں میں طے ہوتے تھے اب وہ منٹوں میں طے ہونے لگتے ہیں۔

قرآن حکیم کی تلاوت کی ایسی برکات کے متعلق حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

وہ شخص جس کی زندگی میں قرآن حکیم کی تلاوت معمول رہا ہے۔ روز جزا اس شخص سے کہا جائے گا، "قرآن پاک پڑھتے جاؤ اور اوپر چڑھتے جاؤ۔ تم آہستہ آہستہ پڑھو چونکہ تمہاری منزل وہ مقام ہوگا جہاں تمہاری تلاوت کا آخری لفظ ختم ہوگا"۔ (حوالہ ابوداؤد۔ ترمذی)

9.5 حق کے لئے جدوجہد اور کامیابی کا فارمولا

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرآن حکیم کی یہ حیرت انگیز ترتیب صاحب قرآن پاک صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کی عملی تصویر ہے اور دنیا پر قرآن کریم کے اثرات کی پیش گوئی ہے۔ ابتداً دعوت بہت ہی کٹھن کام تھا۔ ابتدائی مکی دور میں تو اسلام قبول کرنے والوں کی شرح بہت آہستہ تھی لیکن پھر ہر آنے والا دن پہلے کی نسبت زیادہ کامیاب تھا۔ ہجرت تک مکی مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ سو افراد سے بھی کم تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کے ثمر میں برکت ڈالتا گیا، حتیٰ کہ فتح مکہ کے دن آپ کے ساتھ دس ہزار جانثار تھے اور اگلے تین سالوں میں یہ تعداد بڑھ کر ایک لاکھ سے زیادہ ہو گئی۔ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ جس کا اللہ تعالیٰ نے سورہ نصر میں ارشاد فرمایا ہے۔

"جب اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوئی اور فتح ملی تو تم نے دیکھا لوگوں کو
فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے"۔ (سورۃ النصر آیت ۱۔۲)

یہ آیت مبارکہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کے اس دور کے متعلق ہے جب کامیابی عمودی طور پر بلندیوں کو چھو رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس وقت سے اب تک قرآن کریم کی برکات اور اثرات مسلسل بڑھ رہے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب انشاءاللہ ساری دنیا قرآن کے حق ہونے کو دل سے تسلیم کر لے گی۔

آیئے اب اس تناظر میں ذرا سورۃ النصر کی تفسیر سائنسی حسابی طریقہ سے کریں اور دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد میں تعلق کی کیسی تصویر ظاہر ہوتی ہے۔

جدول نمبر-2

عیسوی سال بعثت نبوی	اہم واقعہ	مستعد مسلمان مردوں کی تعداد
610	بعثت طیبہ	1
622	ہجرت	150
623	بدر	313
624	احد	700
627	خندق	1000
628	حدیبیہ	1400
628	خیبر	1600
629	موتہ	3000
630	فتح مکہ	10000
630	حنین اور طائف	14000
631	تبوک	30000
632	حجۃ الوداع	124000

اس جدول کی حسابی شکل گراف نمبر۲ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یہ وقت کے ساتھ ساتھ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کی تصویر ہے۔ اس عظیم جدوجہد میں صلح حدیبیہ وہ اہم موڑ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح مبین کہا گیا ہے اور اس فتح کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد شامل حال ہو جاتی ہے چنانچہ اس مقام کے بعد اسلام کی افرادی قوت میں اضافہ کی شرح تیزی سے بڑھتی ہے۔ گراف نمبر دو میں 629 سے 632 کا زمانہ "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کی حسابی تصویر ہے۔ یوں یہ سارا گراف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد کی صحیح صحیح عکاسی ہے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی حق کے لئے جدوجہد کرنے والوں کی راہ کا تعین کرتا ہے۔

گراف نمبر۲

حیات طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اسلام کی ترقی کا گراف

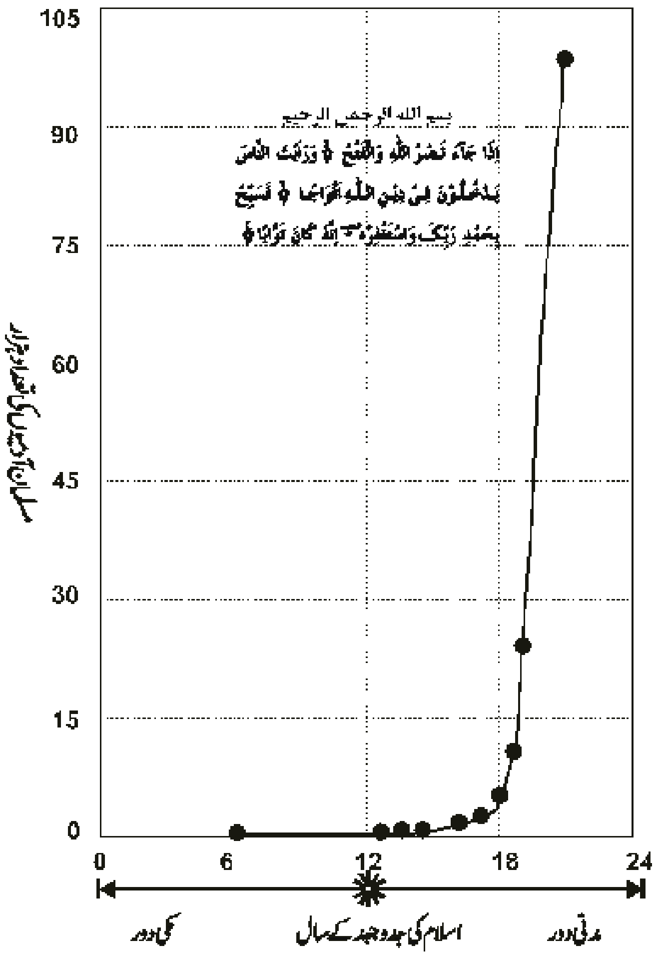

یہاں سے آپ دیکھتے ہیں کہ حق کی جدوجہد کے تین ادوار ہیں۔ مکی دور جو بہت تنہائی اور مایوسی کا دور ہے یہ دور ٹوٹل جدوجہد کے تقریباً ۵۵ فی صد طویل دور پر شامل ہے۔ اس کے بعد امید اور خطرات کا دور شروع ہوتا ہے۔ جو جدوجہد کے تقریباً ۱۵ فی صد حصہ پر مشتمل ہے۔ امید اور خطرات کے دور کے بعد وہ وقت آتا ہے جب حق کے شیدائیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کا اعلان اور نصرت کا آغاز شروع ہوتا ہے اور اس آخری دور میں جدوجہد مکمل کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے۔ حق جیت جاتا ہے اس کے مقابل باطل بری طرح ہار جاتا ہے۔

اب آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدوجہد اور کلام اللہ کا ترتیمی گراف یعنی گراف نمبر ۱ اور گراف نمبر ۲ کا موازنہ کر کے دیکھیں تو ایک ہی صورت نظر آتی ہے۔ دونوں ہی میں بالآخر وہ وقت ضرور آتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی رحمت موسلا دھار برستی نظر آتی ہے اور بے مثال روحانی اور دنیاوی کامیابی عطا ہوتی ہے۔

9.6 تلاوت کا بہترین طریقہ

قرآن پاک کی معجزانہ ترتیب کا گراف یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ تمام برکات کے حصول کے لئے قرآن حکیم کی تلاوت شروع سے اخیر تک بالترتیب کرنی چاہیے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن پاک ایک بڑی شاہراہ کی مانند ہے جو بلندیوں کی طرف جاتی ہے۔ اس میں جس مقام سے چاہا سفر کرنے والا بھی بڑے ثواب کا حق دار ہے (کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کے ایک ایک حرف کے پڑھنے میں دس نیکیاں ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تشریح فرمائی کہ میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ "الف" ایک حرف "لام" ایک حرف اور "م" ایک حرف ہے اور یوں الم کی تلاوت سے قاری کو تیس نیکیاں انعام میں ملتی ہیں)۔

البتہ قرآن پاک کا صحیح حق اس وقت ادا ہوتا ہے جب ہم کلام اللہ کو اس کی ترتیب کے مطابق مسلسل پڑھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایسا ہی کرتے تھے۔ جب ہم ان کی مانند شروع

سے آخر تک قرآن حکیم کی تلاوت کو اپنی زندگی کا معمول بنائیں گے تو تلاوت کے ساتھ ساتھ ثواب کے علاوہ روحانی ارتقا بھی حاصل ہو جائے گا۔ ہر اگلی آیت مبارکہ کا ثواب اس سے پہلی آیت مبارکہ سے زیادہ ہوگا اور اخیر میں تو اللہ تعالٰی کی رحمت کا حساب نہیں اور یوں قاری نہایت تھوڑے عرصہ میں انتہائی زیادہ بلندیاں حاصل کرنے لگتا ہے لیکن یاد رہے کہ ان ترقیوں کے لئے خالص نیت اور عمل لازمی شرائط ہیں۔

رحمت اللعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کا ایک اقتباس "**فان خير الحديث كتاب الله و خير الهدى ، هدى محمد صلى الله عليه وسلم**" (**متفق عليه**)

تمام باتوں سے بہتر اللہ تعالٰی کی کتاب (قرآن پاک) ہے اور تمام راستوں سے بہتر راستہ حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تمام جہانوں کے لئے باعث رحمت)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ O

اور (اے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۃ الحج، آیت ۱۰۷)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ O

اور (اے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) ہم نے آپ کو تمام نوع انسانی کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (سورۃ سبا، آیت ۲۸)

9.7 سورۃ یٰسین۔ قرآن کا دل

سورۃ یٰسین قرآن کریم کی 36 ویں سورت ہے جس میں 83 آیات ہیں۔ احادیث کی کتابوں مثلاً ابو داؤد، احمد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی وغیرہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ یہ قرآن کریم کا دل ہے۔ یہ بات اس کے مضامین سے بھی سمجھ آتی ہے۔ بڑے زوردار طریقے سے اس میں اسلام کی روح کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حسابی لحاظ سے حیران کن بات یہ ہے کہ قرآن کریم کی ترتیب میں جو جگہ اسے دی گئی ہے وہ بھی تقریباً اس مقام پر جس مقام پر انسان میں اس کا دل ہے مثلاً ترتیبی لحاظ سے یہ سورت قرآن کریم کے مجموعی حجم میں تقریباً 74% فیصد پر آتی ہے۔ یعنی اس سے پہلے تقریباً 74% فیصد قرآن ہے اور اس کے بعد 26%۔

اب آپ اپنے جسم میں اپنے دل کے مقام کا حساب لگائیں۔ جب ہم نے مختلف عمروں کی عورتوں اور مردوں کے پاؤں سے دل تک اور دل سے سر تک قد کی پیمائش کی تو معلوم ہوا کہ انسانی دل کا مقام ٹوٹل قد میں تقریباً 73% فیصد پر ہے۔ پیمائش اور کھڑے ہونے کے انداز کی وجہ سے تھوڑا بہت فرق ہو سکتا ہے لیکن مجموعی حیثیت میں یہی ثابت ہوا کہ جو حیثیت انسانی دل کی انسانی جسم میں ہے وہی حیثیت سورۃ یٰسین کی مجموعی قرآن میں ہے۔ سبحان اللہ! کون کہے گا کہ کلام پاک کی ترتیب انسانی ہے؟

باب نمبر 10

منازلِ قرآن کا حیرت انگیز معجزہ

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا
فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ ص وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ
مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ o

"اور اگر تمہیں (اس کتاب میں) جو ہم نے اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اس جیسی ایک ہی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا تمہارے جو مددگار ہیں انہیں بھی بلا لاؤ اگر تم سچے ہو"۔(سورۃ البقرۃ آیت مبارکہ ۲۳)

پچھلے ابواب میں ہم نے دیکھا ہے کہ قرآن حکیم کی سورتوں اور پاروں کی تقسیم حسابی زبان میں ترتیب کا ایک معجزہ ہے اور اس بات کا واضح اور غیر مبہم ثبوت ہے کہ اس عظیم پیغام کی کتابی شکل میں ترتیب تک بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مندرجہ ذیل میں آپ دیکھیں گے کہ قرآن کریم کی تلاوت کا عمدہ ترین طریقہ بھی کسی عجیب حسابی نظام کا حصہ ہے۔

10.1 پس منظر

صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن حکیم کی تلاوت کے لئے سات منازل مقرر کی ہیں۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھنے کا شوق رہتا

تھا۔وہ دل و جان سے چاہتے تھے کہ روزانہ ایک قرآن پاک ختم کر لیا کریں۔یہ غالباً اس زمانہ کا واقعہ ہے جب وحی الٰہی اپنی تکمیل کو پہنچ چکی تھی یا پہنچنے والی تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما جلد از جلد پورے قرآن پاک کو دُہرانے کا نہایت شوق رکھتے تھے۔

اس شوق کے عالم میں چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم قرآن مجید کی تلاوت کس طرح کریں"۔چونکہ اسلام اعتدال کا دین ہے۔آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔"مہینے میں ایک بار یعنی روزانہ تقریباً ایک پارہ" صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک جوان نے کہا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں اس سے زیادہ طاقت ہے۔مزید اجازت دیں"۔ان کے شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بہتر ہے تم لوگ پندرہ دن میں ختم کر لیا کرو"۔لیکن کلام اللہ کے ان عاشقوں کے لئے یہ بھی کافی نہیں تھا۔دوبارہ عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید رحمت فرمایئے۔سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اصرار پر فرمایا۔"تم قرآن حکیم کو سات منزلوں میں پڑھ لیا کرو"۔

(حوالہ ابوداؤد۔بحوالہ مولانا عبدالقیوم ندوی "قرآن پاک اور اس کی حکایات" صفحہ ۵۷)

10.2 سات منزلوں کی ترتیب

روایات اور احادیث مبارک کے مطابق قرآن حکیم کی منازل حسب ذیل ہیں۔

جدول نمبر ۳

سات منازل ترتیب کا خاکہ

A منازل	B سورت سے سورت	C تعداد سورتیں	D آخری سورت نمبر
1	سورۃ البقرہ سے سورۃ النساء	3	4
2	سورۃ مائدہ سے سورۃ التوبہ	5	9
3	سورۃ یونس سے سورۃ النحل	7	16
4	سورۃ الاسراء سے سورۃ الفرقان	9	25
5	سورۃ الشعرء سے سورۃ یسین	11	36
6	سورۃ الصافات سے سورۃ الحجرات	13	49
7	سورۃ ق سے سورۃ الناس	65	114

نوٹ: سورت فاتحہ پہلی منزل ہی میں شامل ہے

10.3 منازل میں ترتیب کا معجزہ

جیسا کہ پہلے گزارش ہو چکی ہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق کوئی بھی بات اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین کے بارے میں اپنی خواہش اور خیال سے بات نہیں کرتے تھے بلکہ ہر بات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتی تھی۔ اسلئے لازمی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو قرآن حکیم کو سات منازل میں تقسیم کیا تو اس کے پیچھے بھی کوئی بہت بڑا راز اور اللہ تعالیٰ کی حکمت ہوگی۔ وہ راز کیا ہے اور ان سات منازل کی اہمیت کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس غلام (بشیر محمود) نے

یہاں بھی وہی حسابی طریقہ استعمال کیا جو وہ پہلے سورتوں اور سپاروں کے متعلق کر چکا تھا۔ منازل اور سورتوں کی نسبت کے درمیان جب گراف بنایا گیا تو آنکھیں حیران رہ گئیں، عقل دنگ رہ گئی کہ قرآن پاک کی یہ ترتیب بھی اپنے اندر ایک معجزانہ حساب چھپائے ہوئے ہے۔ اس کیلئے قارئین کو جدول نمبر ۳ اور گراف نمبر تین کے ملاحظہ کی زحمت دی جارہی ہے۔ وہ دیکھیں گے جس طرح سپاروں اور سورتوں کے درمیان خوبصورت گراف تھا، ویسا ہی حیران کن نظم سورتوں اور منازل کے درمیان ہے۔ شروع میں گراف کی عمودی شرح قدرے کم ہے لیکن جیسے جیسے تلاوت میں قاری آگے بڑھتا ہے۔ بلندیوں کی طرف اڑان میں تیزی آتی جاتی ہے اور ساتویں دن میں جب وہ آخری منزل میں سے گزرتا ہے تو روحانی ترقیوں کا کیا کہنا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ساتویں منزل کی انتہا عرش بریں ہے۔ آخر میں جا کر گراف روحانی بلندیوں کی جانب عمودی طور پر چڑھتا ہے۔ (سبحان اللہ)۔

اگر منازل اور سورتوں کی تعداد کے جدول نمبر تین پر آپ غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ ہر منزل کے ساتھ دو سورتوں کا مسلسل اضافہ ہو رہا ہے سورتوں اور منازل کی یہ ترتیب مندرجہ ذیل حسابی فارمولا کے تحت آرہی ہے۔

کسی منزل میں تعداد سورۃ = 2 x منزل + 1

مثلاً	C = 2 A + 1
منزل1	سورتیں 3 = 1 + 2 x 1
منزل2	سورتیں 5 = 1 + 2 x 2
منزل3	سورتیں 7 = 1 + 2 x 3
منزل4	سورتیں 9 = 1 + 2 x 4
منزل5	سورتیں 11 = 1 + 2 x 4
منزل6	سورتیں 13 = 1 + 2 x 6
منزل7	باقی 65 سورتیں

گراف جدول نمبر ۳

قرآن حکیم کی منازل اور سورتوں کے درمیان تعلق کا گراف

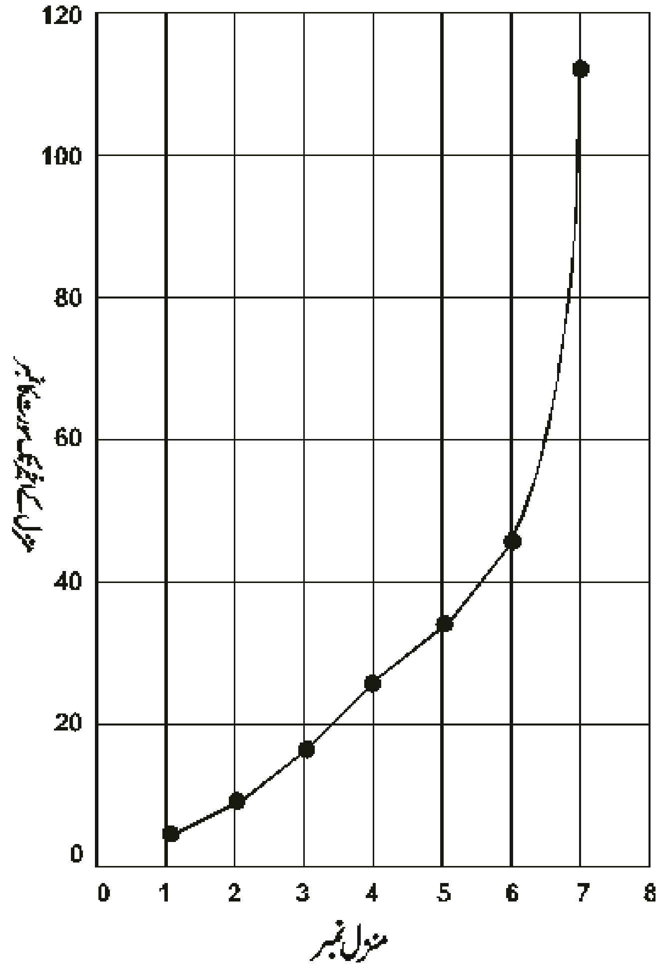

مزید حیران کن بات یہ ہے کہ آخری سورت نمبر، منازل کے نمبر اور تعداد سورتوں کے درمیان بھی مندرجہ ذیل حسابی فارمولا ہے۔

منازل کا مربع + تعداد سورتیں = آخری سورت کا نمبر

$$A = S + M^2$$

مثلاً چوتھی منزل کا حساب لگائیں $25 = 9 + 4 \times 4$

ساتویں منزل کا حساب لگائیں $114 = 65 + 7 \times 7$

ان قرآنی حسابات میں اللہ تعالیٰ کے کیا راز ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے یہاں اُولی الالباب کے لئے فکر و تدبر کا بہت بڑا موقع ہے۔ مصنف کی استدعا ہے کہ آج کے حسابی دور کی نسبت سے قرآن حکیم کے ایسے معجزات کو مسلم نوجوانوں کے علم میں بہر صورت لایا جائے تا کہ یقین کی دولت سے مالا مال ہو والحاد کے خلاف دلیل اور ایمان کی قوت سے جارحانہ مقابلہ کر سکیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنے بڑے حساب دان تھے کہ انہوں نے قرآن کریم کی منازل کا تعین بھی ایک حسابی فارمولا سے کیا اس وقت جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں خصوصاً عرب جیسے ملک میں تو زیادہ سے زیادہ گنتی بھی بیس یا ستر کے ہندسوں تک تھی۔ مربعوں ضرب جمع تفریق تو بہت دور کی بات تھی۔ اس لئے قرآن حکیم کے حسابی نظام کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

باب نمبر

قرآن کریم میں الفاظ کا معجزانہ انتخاب

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک کائناتی قانون بیان فرمایا ہے کہ اس نے ہر چیز جوڑوں میں پیدا فرمائی ہے۔ سورۃ یٰسین کی آیت پر غور فرمایئے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ’’سبحان ہے وہ ذات پاک جس نے ہر چیز کے جوڑے بنائے جو زمین سے اگتا ہے اور تمہارے اپنے درمیان اور ان میں بھی جنہیں تم نہیں جانتے ہو‘‘ (36)36

آیت (36)36 کے آخری بیان سے صاف ظاہر ہے کہ جوڑوں کے قانون سے کسی چیز کو استثناء حاصل نہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے خصوصی الفاظ میں بھی یہی قانون پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (12)36 اور ہر چیز کا پورا حساب امام المبین میں رکھا گیا ہے۔ ذیل میں ہم ان میں سے کچھ پر معنی قرآنی الفاظ کی تعداد اور ترتیب کے معجزانہ نظام پر غور کریں گے۔

(نوٹ:۔ مندرجہ ذیل تمام معلومات میں نے پروفیسر اے رشید سیال صاحب کے قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ Poetic Stance of the Holy Quran سے اخذ کی ہیں۔ یہ ترجمہ اکتوبر 2006 میں مصنف نے USA سے پبلش کیا۔ (ایڈریس www.authorhouse.com۔ فون 1-800-839-8640)
(دوسرا حوالہ مصری ڈاکٹر طارق ال سویداں۔ اخوان المسلمین۔ مصر ہے جن کا کام بھی اس موضوع پر معتبر سمجھا جاتا ہے)۔

11.1 دنیاوآخرت کے متعلق کل الفاظ

ہماری زندگی کے لئے دنیا اور آخرت دونوں ہی برابر ہیں۔حیرانی کی بات یہ ہے کہ قرآن کریم میں اگر لفظ دنیا 115 مرتبہ آیا ہے تو لفظ آخرت بھی 115 مرتبہ ہی آیا ہے۔اسی لئے ہمیں سکھایا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی سے دعا کریں **ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة** ''اے اللہ ہماری دنیا بھی احسن ہو اور ہماری آخرت بھی''۔اس لئے کہ ہم نے آخرت اسی دنیا سے کما کر جانا ہے۔

11.2 سات آسمان

جہاں تک آسمانوں کا تعلق ہے قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے سات آسمان(**سبع السمٰوٰت**) بنائے ہیں۔قابلِ غور بات یہ ہے کہ **سبع السمٰوٰت** والی آیات بھی سات ہی دفعہ سارے قرآن میں آتی ہیں۔

11.3 دن، مہینے اور سال کا حساب

ابھی تک آپ شاید یہ کہیں کہ ابھی تک دی گئی الفاظ کی تکرار تو کوئی خاص بات نہیں۔ لیکن آگے سنئیں۔لفظ ''یوم'' جس کا معنی دن ہے کلام پاک میں 365 مرتبہ آیا ہے۔آپ کو معلوم ہی ہے ایک شمسی سال میں 365 دن ہوتے ہیں۔اپنی جمع کی شکل یعنی ''یومن'' میں یہ 30 مرتبہ آیا ہے۔جو ایک مہینہ کے متناسب (Average) دن ہیں۔لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی لفظ شھر جس کا مطلب مہینہ ہے۔وہ بھی پورے قرآن کریم میں 12 ہی مرتبہ استعمال ہوا ہے جو کہ ایک سال میں مہینوں کی تعداد ہے۔کیا دن، مہینے اور سال کے متعلق الفاظ کو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گن گن کر قرآن کریم میں فٹ کیا ہوگا کہ وہ کلینڈر کے مطابق ہوں؟

11.4 مرد اور عورت کے متعلق الفاظ

ابھی بھی اگر کوئی شک ہے تو غور کریں کہ قرآن کریم کے مصنف نے مرد (الرجل الرجال) اور عورت (امراۃ) کے الفاظ بھی برابر برابر 23 مرتبہ استعمال کیے۔یہاں ایک دلچسپ

بات یہ ہے کہ جدید سائنس نے دریافت کیا ہے کہ ہر بچہ ماں کے انڈہ اور باپ کے جرثومہ سے 23(تیئیس) اور 23(تیئیس) کروموسومز (Chromosomes) لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی قرآن مجید کے مصنف نے جہاں مرد اور عورت کو بحیثیت آدمیت برابر رکھا وہاں ان کے خلیات کی حد تک بھی برابری کے نظام کو قرآن کے اندر سمو دیا۔ (سبحان اللہ)

11.5 جنت اور جہنم کے متعلق الفاظ

جنت اور جہنم دونوں میں کوئی ایک انسان کا آخری مقام ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ان دونوں کیلئے بھی الفاظ برابر برابر یعنی دونوں 77، 77 دفعہ سارے قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔

11.6 ایمان اور کفر

لوگ اپنے اپنے ایمان کی بناء پر جنت میں جائیں گے اور کفر کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ عجیب بات یہ ہے یہ دونوں متضاد الفاظ پورے قرآن پاک میں 25,25 مرتبہ استعمال کئے گئے ہیں۔

11.7 ابرار اور فجار کے الفاظ

لفظ "ابرار" جسکا مطلب نیک و کار ہے، اس کا الٹ "فجار" بدکردار کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں ان کے استعمال میں بھی تناسب رکھا گیا ہے۔ ابرار 6 مرتبہ آیا ہے اور فجار 3 مرتبہ۔ ہم اس سے یہ مطلب لے سکتے ہیں کہ انسان کے اندر ابرار بننے کے امکانات فجار کی نسبت ڈبل ہیں لیکن افسوس کہ اکثر شیطان کے بہکاوے میں آکر بدکرداری کی طرف چلے جاتے ہیں۔ لیکن رب العزت سے مایوس نہ ہوں۔ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

11.8 جزا اور مغفرت

سبحان اللہ کہ لفظ جزا جس کا مطلب بدلہ ہے 117 مرتبہ آیا ہے تو اسکے مقابلہ میں لفظ مغفرت جسکا مطلب معافی ہے، اس سے دوگنی مرتبہ یعنی 234 دفعہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ بات

اس بات کی بھی دعوت ہے کہ اعمال تو اچھے کریں لیکن اس سے کہیں زیادہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں۔

11.9 کچھ متضاد قوتوں کے بارے میں الفاظ کا استعمال

قرآن کریم کا یہ حیران کن الفاظ کا معجزانہ حسابی چناؤ کہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس کتاب میں اگر ملائکہ کا ذکر 68 دفعہ آیا ہے تو ان کے مخالف قوت شیطان کا نام بھی 68 دفعہ ہی لایا گیا ہے۔ خیانت اور خباثت کے متعلق الفاظ بھی 16,16 دفعہ سارے قرآن میں رکھے گئے ہیں۔

اسی طرح شراب کے لفظ خمر اور اسکے اثر کیلئے لفظ سکاریٰ دونوں 6,6 دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔ محبت اور اطاعت بھی دونوں ایک جوڑ ہیں۔ یہ دونوں الفاظ بھی کلام اللہ کے خالق نے 107,107 دفعہ استعمال فرمائے ہیں۔

شکر کا لفظ نعمت پر ممنون ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے، ناشکرے پر مصیبت آتی ہے دونوں لفظ شکر اور مصیبت 77,77 دفعہ استعمال ہوئے ہیں۔

11.10 شمس اور نور

شمس یعنی سورج کو اللہ تعالیٰ نے روشنی کا منبع بنایا ہے یہ لفظ پورے قرآن کریم میں 33 مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ روشنی یعنی لفظ نور بھی 33 دفعہ ہی آیا ہے۔

11.11 حیات اور موت

حیات اور موت انسان کے ساتھ لگی ہیں۔ ایک مکمل جوڑا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ کلام اللہ میں اگر حیات کیلئے قرآنی الفاظ 145 دفعہ استعمال ہوئے ہیں تو موت کیلئے بھی الفاظ کا مجموعہ 145 دفعہ ہے۔ 145 میں کیا راز ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

11.12 بصیرت اور بصارت

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت اور بصارت کی دونوں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔

سارے قرآن کریم میں ان دونوں کا ذکر بھی 148,148 مرتبہ ہوا ہے۔ افسوس ہم پر کہ آنکھ کی بصارت پر زور تو دیتے ہیں لیکن دل کی بصیرت کی طرف توجہ تو کیا اسے دباتے رہتے ہیں۔

11.13 آسانی (الیسر) اور مشکل (العسر)

آسانی کیلئے قرآنی لفظ "الیسر" اور مشکل کیلئے لفظ "العسر" ہے۔ شاید اس لئے کہ جہاں مشکل ہے وہاں آسانی بھی ہے۔ یہ دونوں لفظ بھی سارے قرآن پاک میں 36,36 دفعہ مرتبہ مستعمل ہوئے ہیں۔

11.14 سلام اور طیب

شاید اس لئے کہ امن کا تعلق نیکی سے ہے، سارے قرآن کریم میں لفظ "سلام" 50 دفعہ استعمال ہوا ہے اور لفظ "طیب" بھی 50 دفعہ ہی آیا ہے۔

11.15 زکوٰۃ اور برکت

زکوٰۃ کے ساتھ برکت ہے قرآن کریم میں ان دونوں کے متعلقہ الفاظ بھی 32,32 مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔

11.16 اسلام اور دین

شاید اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک "دین" اسلام ہی ہے سارے قرآن میں لفظ "اسلام" اگر 70 دفعہ آیا ہے تو "الدین" بھی 70 دفعہ ہی ہے۔

11.17 جہاد اور مسلمین

اسلام کی روح جہاد ہے رب العالمین نے اپنی پوری کتاب میں اس لفظ کو 41 دفعہ استعمال فرمایا ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ لفظ مسلمین بھی 41 دفعہ ہی آیا ہے جو شاید یہ باور کراتا ہے کہ جہاد کے بغیر مسلمین ہونے کا دعویٰ غلط ہے۔

یہ کچھ مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک بحر ذخار ہے جسکے اندر حکمت کے سچے سچے موتی چمک رہے ہیں۔ کوئی کتنا بڑا غوطہ خور ہے اتنا کچھ وہ پالے گا۔ لیکن کلام اللہ کے معجزات ختم

نہیں ہوں گے۔اس کا چیلنج اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰـذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا

"تم کہہ دو کہ اگر تمام جن اور انسان اکٹھے ہو جائیں کہ ایک دوسرے کی مدد سے اس قرآن کی مثل ایک اور قرآن بنائیں، تو ایسا کبھی ممکن نہیں ہوگا"۔(سورۃ بنی اسرائیل آیت 88)

باب نمبر 12

حیرت انگیز سائنسی انکشافات

بے شک جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کریم کی ابتدا ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ○

"اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہو کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، (یہ ہماری ہے یا نہیں) تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اور اپنے سارے ہم نواؤں کو (بھی) بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو۔ اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر دکھاؤ (لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا)، اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن ہیں انسان اور پتھر۔ تیار کی گئی ہے منکرین حق کیلئے"۔ (سورۃ البقرۃ آیت 23.24)

قرآن کریم حق ہے اور چونکہ سائنس بھی حق کی تلاش میں سرگرداں ہے اس لئے بالآخر سائنس خود بخود قرآن کریم تک پہنچ رہی ہے۔ مندرجہ ذیل میں ہم اس سلسلہ میں جدید سائنس کی کچھ اہم ترین دریافتوں کے حوالہ سے دیکھیں گے جن کا آج سے تقریباً 1443 سال پہلے قرآن کریم اصولی طور پر ان کا اعلان کر چکا تھا۔ یہ محض برف کے لاتعداد تودے (Giant Ice Berg) کا پانی سے باہر نظر آنے والا حصہ ہے، جو اس کے اندر ہے وہ ظاہر سے بہت زیادہ ہے۔ جس

کے راز وقت کے ساتھ ساتھ کھلتے جائیں گے۔ بہر حال کسی بھی غیر متعصب آدمی کیلئے یہ اس بات کی حجت ہے کہ قرآن کریم کسی انسان کی تخلیق نہیں، بلکہ یہ رب العالمین کی وحی ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت دنیا کو دی گئی تھی۔

اصل سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر طبیعیات کے بارے میں اسکی باتیں صحیح ہیں تو پھر مابعد الطبیعیات کی باتوں پر کیسے شک کیا جا سکتا ہے؟ مندرجہ ذیل موازنہ کسی بھی سلیم الطبع انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہونا چاہیے۔

12.1 کائنات ہمیشہ سے نہیں

بیسویں صدی کے نصف تک سائنس یہ کہتی آئی ہے کہ کائنات کو دوام حاصل ہے، یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ لیکن 1950 کی دہائی میں ہونے والی دریافتوں نے اس نظریہ کو بدل ڈالا اور اب سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ کائنات بھی ایک تخلیقی عمل ہے۔ جس کا کوئی پندرہ ارب سال پہلے اچانک بگ بینگ سے آغاز ہوا۔ سائنسدانوں کیلئے یہ بات حیران کن ہونی چاہیے کہ ان کی ان دریافتوں سے بہت پہلے قرآن کریم میں بار بار اعلان کیا گیا تھا کہ اللہ کائنات کا خالق ہے اس نے اُسے شروع کیا اور وہی اسے ختم کرے گا۔ مثلاً فرمایا اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ 85 (13) "بے شک وہی ہے جو ہر چیز کو لاوجود سے وجود میں لاتا ہے اور پھر مار کر نئے سرے سے پیدا کرتا ہے"۔ اِنَّهٗ خَالِقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ "بے شک وہ آسمانوں اور زمین (کائنات) کا خالق ہے"۔ قرآن پاک میں اس نوعیت کی سینکڑوں آیات ہیں جو بار بار یہ بتاتی ہیں کہ کائنات ہمیشہ سے نہیں بلکہ دوام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔

12.2 اچانک تخلیقی امر کا اصول

قرآن کریم کا عام تخلیقی اصول خواہ اس کا تعلق بگ بینگ سے ہو یا کسی اور معاملہ سے، یہ ہے کہ تخلیقی امر ہمیشہ اچانک معرض وجود میں آئے گا۔ کوانٹم مکینکس (Quantum

(Quantum Mechanics) کی سائنس بھی یہی بتاتی ہے کہ ہر نئی تخلیق اچانک جست (Jump) سے ہوتی ہے۔ایسا کیوں نہ ہو،جبکہ قرآن کریم میں فیصلہ کن انداز میں یہ قانون قدرت موجود ہے کہ ہر نئی تخلیق دراصل اللہ کے امر کن کا جواب ہے،

"اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" 36(82)

"بے شک جب اللہ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کا امر (حکم) صرف یہ ہے کہ ہوجا (کن) تو وہ ہوجاتی ہے (فیکون)"۔

12.3 کائنات پھیل رہی ہے

1924 سے پہلے سائنس یہ سمجھتی تھی کہ کائنات مانند ایک جامد گولہ ہے جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔ 1920 کی دہائی میں امریکن سائنسدان ہبل (Hubble) نے ستاروں کے مشاہدے سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں۔جس قدر کوئی ستارہ دور ہے اسی قدر اس کی آگے بڑھنے کی رفتار بھی زیادہ ہے۔سائنسدانوں نے ہبل کی اس دریافت سے یہ نتیجہ نکالا کہ اگر ستارے مسلسل آگے بڑھ رہے ہیں تو ماضی بعید میں ستارے اپنے موجودہ مقامات سے قریب تر ہونگے۔مزید تحقیقات نے ثابت کیا کہ کائنات کی ہر سمت میں ستاروں کے آگے بڑھنے کا عمل جاری ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ کائنات پھیل رہی ہے۔

یہ کہ کائنات مسلسل وسیع تر ہورہی ہے جدید سائنس کی یہ بہت بڑی دریافت تھی جس پر کئی سائنسدانوں کو نوبل پرائز بھی ملے ہیں۔انتہائی حیران کن بات یہ ہے کہ ان دریافتوں سے بہت پہلے قرآن کریم نے اپنے انداز میں یہ حقیقت صاف طور پر واضح کر دی تھی کہ کائنات جامد نہیں بلکہ مسلسل کھل رہی ہے۔فرمایا:۔

"وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ" 51(47)

"اور ہم نے آسمان (کائنات) کو اپنے ہاتھ کے بل سے بنایا اور ہم یقیناً
اسے پھیلا رہے ہیں"۔

آیہ مبارک نہ صرف یہ بتاتی ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے بلکہ یہ بھی کہ کیوں پھیل رہی ہے۔ اللہ کے ہاتھ کے استعارہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بگ بینگ ایسے تھا جیسے لٹو کو گھما دیا جاتا ہے اور اس گھماؤ میں پھیلاؤ بھی ہے اور گھومنے کی حرکت بھی۔ چنانچہ آج سائنس یہ دیکھ رہی ہے کہ ایٹم سے لے کر گیلیکسیز تک ہر چیز اپنے اپنے مدار پر گھوم رہی ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کی اتنی بڑی بات کو قرآن کریم نے تھوڑے سے الفاظ میں کس قدر جامعیت اور حیرت انگیز طریقہ سے واضح کر دیا۔ ماسوائے **سبحان اللہ** اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

12.4 ابتدائی مادہ کی شکل

یہ کہ کائنات مسلسل پھیل رہی ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ اپنی ابتداء میں یہ ایک بے جسم طاقت کا گولہ ہوگی جو بگ بینگ سے پھٹ گیا۔ اس لحاس میں دباؤ کی قوت اور درجہ حرارت لا انتہا تھا۔ سائنس بتاتی ہے کہ تخلیق کے کافی عرصہ بعد تک بھی دباؤ اور درجہ حرارت اربوں ڈگری رہا۔ اس دور میں کائنات محض توانائی اور مادہ کے بنیادی ذرات (Fundamental Particles) پر مشتمل تھی جسے سائنس پرایمارڈیل گیسز (Primordial Gases) کا نام دیتی ہے۔ قرآن کریم اس دور کے متعلق فرماتا ہے کہ **ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ** "پھر وہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ابھی تک دخان یعنی مانند دھواں تھا" (11)41۔ سبحان اللہ ابتدائے کائنات کی کیسی مثال ہے۔

12.5 کائنات کے پھیلاؤ اور توازن میں باہمی تعلق

سائنس بتاتی ہے کہ اس دور میں دباؤ اور درجہ حرارت کی وجہ سے کائنات میں شدید اُچھل

تھی، کوئی توازن نہیں تھا۔توازن قائم کرنے کیلئے ایک خاص حجم (Critical Volume) ضروری تھا۔جوں جوں کائنات پھیلتی گئی اس کا درجہ حرارت اور دباؤ کم ہوتا گیا اور کائناتی مواد میں توازن آنے لگا۔سائنس کی یہ دریافت واقعی ایک کمال ہے جس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ جدید سائنس سے بہت پہلے قرآن نے کائنات میں توازن اور اس کے پھیلاؤ میں تعلق کو واضح کر دیا تھا فرمایا:"وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ "(7)55۔ "اور ہم نے آسمانوں کو رفعت بخشی اور توازن قائم کیا"۔یعنی کائنات میں توازن کے لئے پھیلاؤ ضروری ہے۔ستارے اس وقت معرض وجود میں آئے جب کائنات کسی حد تک کھل چکی تھی اور اس میں توازن پیدا ہو چکا تھا۔

12.6 رتق کائنات (Super Black Hole)

کائنات کے آغاز کے متعلق جدید سائنس کی یہ بھی قابل فخر دریافت ہے کہ شروع میں ساری کائنات ،ستارے، سیارے ہر چیز ایک جگہ اکٹھی مرکب کی طرح تھی۔کوئی علیحدہ وجود نہیں تھا۔توانائی اور مادہ کے اس مکسچر کا نام بنیادی مادہ (Primordial Matter) رکھا گیا ہے قرآن کریم نے سائنس کی اس عظیم دریافت سے صدیوں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ کبھی زمین و آسمان سب ہی ایک جگہ اکٹھے تھے فرمایا: "اَوَلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا" یعنی ان لوگوں نے جو (قرآن) کا انکار کرتے ہیں کیا یہ دیکھ نہیں لیا کہ سب آسمان اور زمین کبھی ایک مرکب (رتق) تھے اور پھر ہم نے انہیں علیحدہ علیحدہ کر دیا۔(سورۃ الانبیاء آیت ۳۰)۔ رتق ایک ایسا مکسچر ہے جس میں اجزا کی اپنی حیثیت واضح نہ ہو۔ سبحان اللہ ابتدائے کائنات کی اس سے بہتر تشبیہہ کیا ہو سکتی ہے پھر یہ رتق کا مثبت مادہ (Matter) اور منفی مادہ (Antimatter) میں پھٹ کر دو علیحدہ علیحدہ وجود کی شکل میں ہویدا ہوا۔

ذرا آیت مبارکہ کے انداز خطاب پر بھی غور کریں فرمایا اَوَلَمۡ یَرَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا کیا قرآن کا انکار کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا۔۔۔۔۔؟ یوں یہ آیت مبارک ایک پیشین گوئی بھی تھی یعنی کائنات کے متعلق یہ سائنسی دریافت سب سے پہلے غیر مسلم کریں گے اور معاملہ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔

12.7 پانی زندگی کیلئے ناگزیر حقیقت

سورۃ الانبیاء کی آیت مبارکہ 30 کے اگلے حصہ میں ایک اور بہت بڑی سائنسی دریافت کا انکشاف کیا گیا ہے۔ بیالوجسٹ انیسویں صدی کے آخر میں اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہر زندہ چیز، حیوانات و نباتات کا آغاز پانی سے ہوا۔ لیکن ان سے چودہ صدیاں پہلے قرآن پاک بتا چکا تھا۔ "وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ" یعنی ہم نے ہر ایک چیز کو جو زندہ ہے پانی سے بنایا، کیا تم پھر بھی ایمان نہیں لاؤ گے۔ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۰) آیت مبارک کا آخری حصہ اَفَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ انسانی ضمیر کے لئے یہ ایک کھلا چیلنج ہے کہ وہ اگر سائنس پر ایمان لاتا ہے تو قرآن پر کیوں نہیں لاتا جس نے سائنس سے بہت پہلے اس کی دریافتوں کو آشکارا کر دیا تھا۔

12.8 کائنات ہمیشہ کیلئے نہیں ہے

قرآن کریم کی سینکڑوں آیات میں بتایا گیا ہے کہ ہر چیز کی انتہا اس کی فنا ہے وقت مقرر ہو چکا ہے جب زمین و آسمان، سبھی کی سبھی کائنات تباہ و برباد ہو جائے گی۔ کچھ عرصہ پہلے تک سائنس قرآن کریم کی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی تھی لیکن اب اس دریافت کے بعد کہ کائنات ایک تخلیق ہے سائنس اب قرآن کریم کی قیامت والی بات پر بھی یقین کرنے لگی ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک وقت آنے والا ہے جب یہ ختم ہو جائیگی۔ نہ صرف یہ بلکہ سائنس قرآن کریم

میں بتائے گئے قیامت کے مختلف واقعات اور مناظر کی بھی تصدیق کرنے لگی ہے۔ مثلاً سائنس اب اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ سورج کا ایندھن کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا اور وہ سکڑ جائے گا۔ جبکہ قرآن کریم پہلے ہی یہ فیصلہ دے چکا تھا کہ "وہ دن آنے والا ہے جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور دیگر ستارے بھی اپنی روشنی کھو دیں گے فرمایا: اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۝ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ۝ (سورۃ التکویر ۸۱۔ آیات ۱۔۲) سائنس اور قیامت کے بارے میں مزید تفصیلات کیلئے مصنف کی کتاب "قیامت اور حیات بعد الموت" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

12.9 جہاں اور بھی ہیں

کائنات اپنی جگہ بجا لیکن سائنس اس مسئلہ پر سرگرداں ہے کہ کیا ہماری طرح کی زندگی اس میں کسی اور جگہ بھی ہے؟ قرائن یہ بتاتے ہیں کہ ایسا ہونا چاہیے لیکن ستاروں کے درمیان فاصلے اتنے زیادہ ہیں کہ یہ بعید القیاس ہے کہ ان مخلوقات سے کبھی رابطہ قائم ہو سکے۔ بہر حال قرآن کریم کی ابتداء ہی اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے شمار دنیاؤں کا رب ہے فرمایا اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ "تعریف اس اللہ کی جو سب جہانوں کی پرورش کرنے والا ہے"۔ عالمین جمع ہے عالم کی جس کا مطلب ہے کہ یہی ایک جہان نہیں بلکہ بے شمار ہیں جو "ہر دم اپنی بقا کے لئے اسی کے سوالی ہیں" فرمایا: یَسۡـَٔلُہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ O 55(39) کہ جو کوئی بھی آسمانوں میں اور زمین پر ہے اپنی ضروریات کے لئے اسی سے سوال کرتا ہے اور آئے روز اُس کی اپنی الگ شان ہوتی ہے۔ یہ بھی بتایا کہ کائنات کا نظام انتہائی متحرک (Extremely Dynamic) ہے اس میں ہرگز ہرگز جمود نہیں بلکہ ہر آنے والا وقت ایک نئی شان والا ہے۔ قرآن کریم کی آیات سے یہ بھی نظر آتا ہے کہ شاید وہ وقت دور نہیں جب زمینی انسان کی دوسری دنیاؤں کی مخلوقات سے ملاقات ہو۔ علامہ اقبالؒ نے دُوسری دُنیاؤں کے حوالے سے کیا خوب کہا ہے کہ:۔

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

12.10 خلائی تسخیر

سائنس کی انتہائی کامیابیوں میں سے ایک عظیم کامیابی خلائی سفر کی استطاعت حاصل کرنا ہے۔ قرآنِ حکیم نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے خوشخبری دی، "ہاں تم زمین و آسماں کے کناروں (Horizons) سے نکل سکتے ہو بشرطیکہ تم اس طاقت کا انتظام کرلو جو اس کام کے لئے لازم ہے" فرمایا: **يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝** (سورۃ الرحمٰن آیت۔۳۳) انسان اب ایسے طاقتور راکٹ تو ایجاد کر چکا ہے جن پر بیٹھ کر وہ **اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** (Neutral Gravational Zones) سے نکل چکا ہے لیکن سورۃ الرحمٰن کی اس سے اگلی آیت میں جس خطرے سے اسے خبردار کیا گیا ہے وہ مسلسل اپنی جگہ پر رہے گا۔ فرمایا: **يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝** (سورۃ الرحمٰن آیت۔۳۵) یعنی جب تم **اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ** سے آگے جاؤ گے تو تم پر گرم گیسوں کی آگ حملہ آور ہوگی۔ یہ آگ کون سی ہے؟ سائنس نے اب جا کر معلوم کیا ہے کہ بیرونی فضاؤں میں ہمارے سورج جیسے اربوں ستارے ہر آن لا انتہا ریڈیشن (Radiation) کی بمبارمنٹ (Bombardment) اور انتہائی گرم گیسوں کی لہریں (Hot Solar Flares) پھینکتے رہتے ہیں جن سے بچ کر نکل جانا بڑی مشکل بات ہے۔ ہمارے اپنے سورج کے مدار میں بھی شمسی پھواریں (Solar Flares) اکثر حملہ آور ہوتی رہتی ہیں، جن سے مواصلاتی سیاروں کو نقصان پہنچنے کا ہر وقت احتمال ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو 1443 سال پہلے یہ باتیں کس نے بتائیں؟

12.11 قوانینِ قدرت اٹل ہیں

آئن سٹائن جدید سائنس کا باوائے آدم سمجھا جاتا ہے۔ 1904ء میں اس نے یہ معرکۃ آلارا بات دریافت کی کہ زمان و مکاں میں ہر جگہ اور ہر وقت ایک ہی طرح کے قانونِ فطرت ہیں، ہماری زمین ہو یا کائنات کا دوسرا سرا، سائنسی قوانین میں کسی جگہ فرق نہیں۔ اگر زمین پر روشنی کی رفتار تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ ہے تو کسی بھی اور جگہ یہی رفتار ہوگی۔ یعنی قانونِ خداوندی میں کوئی تبدیلی نہیں۔ آئن سٹائن کو اس دریافت پر جتنی بھی مبارک دی جائے کم ہے لیکن اس قرآن کے بارے میں کیا کہو گے جس نے ساڑھے چودہ سو سال پہلے بتا دیا کہ رب العالمین کے اصول اٹل ہیں **لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ** (10(64۔ اللہ کی بات میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

آئن سٹائن کی نسبتی تھیوری (Theory of Relativity) سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ کائنات میں ہر چیز کسی قانون کے مطابق اور ایک مقررہ پروگرام کے مطابق چل رہی ہے۔ سائنس کے اس بنیادی اصول کو قرآن کریم نے صدیوں پہلے ان الفاظ میں بیان فرما دیا:

"مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى"

ہم نے آسمانوں اور زمین میں اور ان کے درمیان نہیں پیدا کیا کسی چیز کو مگر اصولِ حق کے ساتھ اور ایک مقررہ وقت کے لئے۔ (سورۃ الاحقاف ۴۶ آیت ۳)

کائنات کے متعلق سائنسی قوانین کی آئن سٹائن کی ان عظیم دریافتوں کے نتیجہ میں مشہور سویڈش سائنسدان نیل بوہر نے 1930ء میں کوانٹم مکینک (Quantum Mechanics) کی بنیاد اس بات پر رکھی کہ روشنی کے فوٹون چھلانگوں میں سفر کرتے ہیں، نئی چیزوں کا ظہور ارتقائی نہیں بلکہ اچانک وقوع پذیر ہوتا ہے، ایک حالت سے دوسری حالت میں تغیر بھی اچانک چھلانگ یعنی (Quantum Jump) سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نیل بوہر کی اس دریافت سے قرآن حکیم نے صدیوں پہلے بتا دیا تھا کہ ہر تخلیقی امر ارتقائی نہیں بلکہ "کن" سے شروع ہوتا ہے۔ **"وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ"** (سورۃ القمر آیت 50) یعنی ہمارا

حکم امرِ واحدہ ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔(50)54اور مزید واضح کردیا۔" بے شک اللہ تعالیٰ جب کوئی بھی کام کرنا چاہتا ہے تو کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔"36(82)

کائنات کی ایک اور خاص بات یہ ہے کہ اس کا دارومدار چند ایک مخصوص نمبروں پر ہے جنہیں سائنس میں فطری عدد (Constants of Nature) کا نام دیا گیا ہے۔کہیں بھی ہوں، کیسے بھی حالات ہوں یہ فطری عدد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مقرر شدہ ہیں۔اگر ان میں ذرہ بھر بھی تفاوت آجائے تو کائنات کا سارے کا سارا نظام بکھر جائے مثلاً کشش ثقل، ایٹم کے اندر مقناطیسی طاقت کی نسبت کئی گنا کمزور ہے اگر یہ تھوڑی سی بھی زیادہ ہوتی تو کائنات کب کی ختم ہو گئی ہوتی، اگر تھوڑی سی کم ہوتی تو ابھی تک فضا دھویں سے بھری ہوتی۔اسی طرح اگر ایٹم کے اندر الیکٹران کا چارج پروٹون کی نسبت اربواں حصہ بھی کم ہوتا تو کوئی حیواناتی اور نباتاتی زندگی ممکن نہ ہوتی، نہ ہم ہوتے اور نہ کوئی اور ہوتا۔یعنی کائنات کا سارا نظام پہلے سے مقرر شدہ مخصوص اعداد (Constants of Nature) پر چل رہا ہے۔یہی بات 14 صدیاں پہلے عرب کے صحراؤں میں وحی کی زبان میں کہی گئی تھی **وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ** "ہر ایک امر مقرر شدہ ہے"(3)54اور مزید ارشاد ہوا **سبح اسم ربك الاعلیٰ o الّذی خلق فسوّی o والّذی قدر فهدٰی o** "اپنے رب کے نام کے گن گاؤ جو سب سے اعلیٰ ہے، جس نے یہ سب کچھ پہلی بار پیدا کیا، پھر اسے سنوارا اور ہر چیز کا حساب مقرر کیا اور سب کو اپنے اپنے کام پر لگا دیا"(سورۃ اعلیٰ آیت 1-3)۔سورۃ الملک کی آیت مبارک 3 اور 4 میں تمام انسانوں بشمول سائنسدانوں کو چیلنج کیا گیا ہے۔

مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ
الْبَصَرَ لا هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ O ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ
كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًاوَّ هُوَ حَسِيْرٌ O

"کیا تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی کمی دیکھتا ہے؟ نگاہ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے
کوئی نقص نظر آیا؟o بار بار نگاہ پلٹا، بلاشبہ تیری نظر پلٹ آئے گی تیری
طرف حیرت زدہ اور عاجز ہو کر (تجھے کوئی کمی نظر نہیں آئیگی)o"

کیا ساری کائنات کے بارے میں ایسی زبردست حتمی باتیں 1440 سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سے کہہ سکتے تھے؟ پھر بھی وہ قرآن کو نہیں مانتے؟ افسوس!

12.12 زمان ومکاں کا نسبتی نظریہ

ڈاکٹر آئن سٹائن نے سب سے پہلے وقت کی نسبت (Relativity of Time) کا نظریہ بھی پیش کیا۔ لیکن قرآن پاک ان سے بہت پہلے ہی بتا چکا تھا کہ وقت کا انحصار شاہد (Observer) پر ہے، کسی کا دن ہمارے ہزار برس کے مطابق ہے اور کسی کا پچاس ہزار برس ہمارے ایک دن کے برابر، اور کسی پر دن ہمیشگی کا بھی ہو سکتا ہے۔ (حوالہ آیت 47 سورۃ الحج، سورۃ العنکبوت آیت 14، سورۃ السجدہ آیت 5)

12.13 کائنات کا سکڑاؤ

جیسے پہلے کہا جا چکا ہے کہ سائنس اب قرآن کریم کی اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہے کہ کائنات کا انجام اس کی فنا ہے جس کے نتیجہ میں ایک نئی کائنات پیدا کی جائیگی۔ یہ کیسے ہوگا؟ اس بارے سائنس اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ مستقبل میں کائنات کے پھیلاؤ کا عمل رک جائیگا جس کے بعد یہ سکڑنے لگے گی اور پھر ایک دھماکہ سے دوبارہ پیدا ہوگی۔ اس دھماکہ کا نام بگ امپلاژن (Big Implosion) رکھا گیا ہے۔ سائنسدانوں کیلئے یہ بات حیران کن ہوگی کہ قرآن کریم نے ان سے صدیوں پہلے کائنات کے آغاز اور انجام کے متعلق اعلان کر دیا تھا **يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ■ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ■ وَعْدًا عَلَيْنَا ■ اِنَّا كُنَّا**

فَـٰعِـلِيْـنَ O ''وہ دن آنے والا ہے جب ہم یقیناً کائنات کو لپیٹنے والے ہیں، جیسے ایک طومار (Scroll) کو لپیٹا جاتا ہے۔ ایسے ہی ہم نے اسکی تخلیق کا پہلے آغاز کیا تھا اور اب پھر سے ہم کرنے والے ہیں یہ لازمی وعدہ ہے ہمارا جو ہو کر رہے گا (سورۃ الانبیاء ۲۱۔ آیت مبارکہ ۱۰۴)۔ سبحان اللہ!

12.14 پوشیدہ مادہ (The Hidden Matter)

جہاں تک یہ سوال کہ پھیلتی ہوئی کائنات کیسے رکے گی سائنسدان اس بارے کائنات میں غیبی مادے (Hidden Matter) کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔ اپنی کشش ثقل کی بناء پر غیبی مادہ پھیلاؤ کی قوت کے خلاف کام کرتا ہے۔ جب بھی مخالف قوت بڑھ جائیگی تو پھیلاؤ رک جائیگا، جو اس کی قیامت کا باعث ہوگا۔ سائنسدانوں کے لئے یہ بات اچنبھا ہوگی کہ قیامت کے حوالے سے قرآن کریم بھی غیبی مادے کی بات کرتا ہے فرمایا: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O 16(77) ''اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور قیامت کا وقت ایسا ہے جیسے ایک پلک جھپکنا یا اس سے بھی کم، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے 16(77) ایک ہی آیت میں غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور قیامت کا ذکر یہ واضح کرتا ہے کہ قیامت کی وجہ مادہ غیب ہوگی''۔

12.15 کائنات گھوم رہی ہے

بیسویں صدی میں سائنس کی ایک اور شاندار دریافت یہ ہے کہ کائنات میں ہر چیز گھوم رہی ہے۔ کہکشائیں اور کائناتی دنیائیں اپنے اپنے مدار پر چکر کاٹ رہی ہیں۔ ستاروں کے اردگرد ان کے سیارے اپنے اپنے مدار میں چکر لگا رہے ہیں۔ کہکشاؤں میں ستاروں کے جھرمٹ اپنی اپنی منزلوں کی جانب مقررہ راستوں پر گامزن ہیں۔ سورج فضا میں ایک مقررہ راستے پر پچھلے پانچ ارب سال سے چھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے اپنے مدار پر بھاگا جا رہا ہے۔ کائناتی دنیاؤں کا

تو کیا کہنا، بالکل انہی کی طرح ایٹم کے مرکز (Nucleous) کے اردگرد الیکٹران گھوم رہے ہیں۔ ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب جدید سائنس کا کوئی وجود نہیں تھا لوگ ستاروں کو آسمان کی چھت سے لٹکے ہوئے روشنی کے دیئے سمجھتے تھے اس وقت قرآن کریم اعلان کرتا ہے **والشمس تجری لمستقر لها** یعنی "سورج اپنے مقرر شدہ راستے پر ہمیشہ سے بھاگا چلا جا رہا ہے" (سورۃ یٰسین)۔ سورج اور چاند کے بارے میں بتاتا ہے **والشمس والقمر بحسبان** یعنی "سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ کام کر رہے ہیں" (سورۃ الرحمٰن)۔ یہ کہ حرکت اور گھماؤ کائنات کی ہر چیز کی فطرت میں لکھا جا چکا ہے، اس عظیم سائنسی دریافت کے متعلق بھی قرآن کریم نے اپنے انوکھے اسلوب میں اعلان کرتا ہے کہ "**والسماء ذات الرجع**" 86(11) یعنی "کائنات (کی ہر چیز) کی فطرت میں گھومنا ہے"۔ لہٰذا یہ قانون خداوندی ہے کہ ایٹم ہو یا اس سے چھوٹے ذرات، کہکشائیں ہوں یا پوری کائنات اپنے اپنے مدار پر گھومنا ان کے ڈیزائن کا حصہ ہے۔ سبحان اللہ قرآن کریم نے اتنی بڑی بات کو کس خوبی سے چند الفاظ میں بیان فرما دیا۔

12.16 جوڑوں میں تخلیق کا قانون

مشہور برٹش سائنسدان ڈیراق (Deraq) نے 1933ء میں یہ بہت بڑی دریافت کی کہ کائنات میں مادہ منفی اور مثبت (Particle and antiparticles) جوڑوں پر مشتمل ہے جو آغاز کائنات میں برابر برابر ظہور میں آیا۔ بگ بینگ سے پہلے صفر والی حالت تھی۔ پھر اچانک یہ صفر برابر تعداد میں مثبت اور منفی ذرات میں تقسیم ہو گیا۔ یوں منفی اور مثبت کائنات لا وجود سے وجود میں آ گئی۔ ڈیراق نے مادہ کے منفی اور مثبت جوڑوں کی دریافت پر نوبل انعام حاصل کیا۔

ڈیراق کی اس دریافت کے بعد معلوم ہوا کہ جوڑوں کا یہ قانون ہر مقام پر کام کر رہا ہے۔ اگر ایکشن ہے تو ری ایکشن بھی ساتھ ساتھ ہوگا، منفی کے ساتھ مثبت لازمی ہے۔ اگر ایک

ستارہ دریافت ہوتا ہے تو اس کا جڑواں بھائی بھی کہیں ہونا چاہیے، ایٹم کے اندر الیکٹران کے ساتھ پروٹون بھی ہوگا، کوارک اور لیپٹان کے جوڑے بھی ساتھ ساتھ ہونگے۔ انسان کے خون میں سرخ اور سفید خلیات، x اور y کروموسومز، نباتات میں میل (Male) اور فی میل (Female) کے جوڑے بھی ساتھ ساتھ پائے جاتے ہیں۔

یوں سائنس جوڑوں میں تخلیق کا نظام ہر جگہ دیکھ رہی ہے لیکن سائنسدانوں کے لئے یہ بات قابل غور ہونی چاہیے کہ جوڑوں کی تخلیق کی بات ڈیراک سے چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم نے ہی بتائی تھی۔ فرمایا: "وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ"۔ " یعنی ہر ایک چیز میں ہم نے جوڑے بنائے شاید تم غور کرو اور نصیحت حاصل کرو" 51(49)۔ اور پھر سورۃ یٰسین میں فرمایا: "سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ o 36(36) "پاک ہے وہ ذات جس نے تمام جوڑے بنائے ان چیزوں میں جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کی ذات میں اور ان چیزوں میں جنہیں وہ جانتے بھی نہیں" یہ آیت اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ابھی انسان نے جوڑوں کے قانون کے مطابق بہت کچھ اور بھی دریافت کرنا ہے۔

12.17 پہاڑ زمین کی میخیں

انیسویں صدی میں سائنس نے پہاڑوں کے بارے میں معلوم کیا کہ یہ زمین میں گڑے ہوئے ہیں۔ ان کی جڑیں ہیں جو ان کی بلندی سے بھی زیادہ گہری ہو سکتی ہیں اور ان کا ایک مقصد سطح زمین پر توازن قائم رکھنا ہے۔ قرآن مجید نے یہاں بھی سب سے پہلے بتا دیا تھا کہ پہاڑ زمین میں کیلوں (Nails) کی طرح گڑے ہوئے ہیں۔ فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا o وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا o (سورۃ النبا، آیت ۷۔۶) "کیا ہم نے زمین کو مانند فرش اور پہاڑوں کو اس میں مانند کیل نہیں بنایا"۔ کیا خوبصورت مثال ہے۔ اب جا کر معلوم ہوا ہے کہ پہاڑوں کی جڑیں زمین میں ان کی بلندی سے بھی زیادہ پھیلی ہوئی ہیں۔

12.18 زمین پر فضائی حفاظتی حصار

بیسویں صدی میں سائنس نے یہ بہت اہم دریافت کی کہ زمین کے اوپر تہہ در تہہ حفاظتی حصار (Protective Layer) کا سلسلہ ہے جو ہمارے لئے ایک چھت کا درجہ رکھتا ہے۔ یہ فضائی چھت آسمانوں کی طرف سے گرنے والے میٹرائٹ (Meteriots) اور خطرناک شعاعوں کو زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی روک لیتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین پر کسی طرح کی زندگی بھی ناممکن ہوتی۔ بلکہ یہ بھی سورج کے خاندان کے دیگر سیاروں کی مانند ایک مردہ چٹیل میدان ہوتی۔ یہ چھت سات کروں پر مشتمل ہے جن میں اہم ترین ہوائی کرہ، مقناطیسی کرہ، اوزون کرہ شامل ہیں۔ ان کے بغیر بیرونی دنیا سے آنے والی خطرناک شعاعیں اور ذرات ہمیں بھون کر رکھ دیتے۔ سبحان اللہ قرآن کریم نے صدیوں پہلے بتایا **وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا** ■ اور ہم نے آسمان مانند ایک محفوظ چھت کے بنایا (32)21 اور پھر سورۃ الانبیاء کی آیت 12 میں وضاحت فرمائی کہ یہ چھت سات مضبوط طبقات پر مشتمل ہے۔ **وَبَنَيۡنَا فَوۡقَكُمۡ سَبۡعًا شِدَادًا** o "اور ہم نے تمہارے اوپر سات نہایت مضبوط روکاوٹیں (Barrier) بنائی ہیں۔ (سورۃ النباء آیت ۱۲)۔ سائنس کا یہ کمال ہے کہ بیسویں صدی کی تحقیقات کے نتیجے میں ان سات مضبوط رکاوٹوں کی حقیقت کو تفصیل سے سمجھا گیا ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو پھر بھی کہتے ہیں کہ قرآن کریم وحی الٰہی نہیں۔

12.19 حرارت کا دوسرا قانون

حرارت کا دوسرا قانون 2nd Law of Termodynamics سائنس کا بنیادی قانون ہے جس کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ ہر چیز مسلسل اپنی موت کی طرف بڑھ رہی ہے، نظام (Order) خود بخود بے نظامی (Disorder) میں بدلتا جاتا ہے۔ اگر روکا نہ جائے تو وقت کے ساتھ ساتھ ہر توازن (Stability) فساد (Unstabiliy) کی نظر ہو جائیگا، اگر بیرونی

عوامل کی مدد سے اصلاح نہ ہوتی رہے تو ہر چیز سویر یا بدیر تباہ و برباد ہوجائیگی اس لئے کہ خرابی (Entropy) ایک مسلسل عمل ہے۔

زندگی کیا ہے؟ عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے؟ انہی اجزا کا پریشاں ہونا

یقیناً کائنات کو سمجھنے کے لئے سائنس کی یہ ایک قابل فخر دریافت ہے۔ لیکن سائنسدان کیلئے یہ بات چونکا دینے والی ہے کہ قرآن کریم نے ان سے بہت پہلے دنیا کو یہ اصول دیا کہ ثبات صرف اللہ کی ذات پاک کے لئے ہے باقی سب کچھ مٹ جانے والا ہے۔ فرمایا: **كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ** ० (سورۃ الرحمٰن آیت ۲۶) یعنی کائنات میں ہر چیز بلا استثنا فنا ہوجانے والی ہے۔ (**الآما شا اللہ** مگر جو اللہ چاہے)۔

12.20 ماحول کی حفاظت

پچھلی چند صدیوں سے صنعتی اور سائنسی ترقی کو استعمال کرتے ہوئے یورپی اور امریکی اقوام نے جس بے رحمی سے زمینی ماحول کو نقصان پہنچایا ہے اب اس سے انسان کی اپنی بقا خطرہ میں پڑ گئی ہے۔ ہزاروں قسم کی نباتاتی اور حیوانی زندگی ناپید ہوچکی ہے۔ ماحول کی اس قدر خرابی کے بعد اب جا کر دنیا میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ زمینی ماحول کو خراب ہونے سے بچایا جائے ورنہ زندگی تباہ ہوکر رہ جائے گی۔ افسوس کہ انسانیت نے قرآن مجید کو نظر انداز کر رکھا تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے 1443 سال پہلے انسان کو وارننگ (Warning) دی تھی۔ "**وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ**" (85)7۔ "اب جبکہ زمین کی اصلاح ہوچکی ہے اس میں فساد برپا نہ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اگر تم ایمان والے ہو" (85)7 یعنی زمین میں موجود توازن کو خراب نہ کرو۔ اور یہی حکم

سورۃ البقرہ آیت 11، سورۃ الاعراف آیت 56 میں بھی دیا گیا ہے۔ ''وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ O ''اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد اور اس (اللہ) سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت طلب کرتے ہوئے (اصلاح کیلئے) دعا کرو، بے شک اللہ کی رحمت نیک کردار لوگوں سے قریب ہے (56)7 اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماحول کو خراب کرنا نہ صرف ایک ظلم ہے بلکہ ایک بہت بڑا جرم بھی ہے جس کی سزا سے ماسوائے اللہ کے اور کوئی نہیں بچا سکتا۔

12.21 سمندروں کے اندر برزخی حصار

سائنس نے پچھلی صدی میں گہرے سمندروں پر تحقیقات کیں تو معلوم ہوا کہ ان کے اندر میٹھے اور کھارے پانی کے دریا، ٹھنڈے اور گرم پانی کی انہار ساتھ ساتھ بہتی ہیں، لیکن پھر بھی جدا جدا ہیں۔ یہ بات سائنسدانوں کے لئے حیران کن ہوگی کہ انکی ان دریافتوں سے بہت پہلے کتاب اللہ میں یہ بتایا جا چکا تھا۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ O بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ O (سورۃ الرحمٰن آیت ۱۹،۲۰) یعنی (اللہ تعالی نے سمندروں میں) رواں کئے ہیں دو دریا جو پاس پاس ہیں، ان کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہ آپس میں ملتے نہیں۔ (سورۃ الرحمٰن آیت ۱۹،۲۰) آج سے کچھ عرصہ پہلے قرآن کے طالبعلم کیلئے اس آیہ پاک کو سمجھنا مشکل تھا لیکن جدید بحری تحقیقات نے یہ مشکل آسان کردی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ سمندروں کی گہرائیوں میں میٹھے اور نمکین پانی، گرم اور ٹھنڈے پانی کے دریا باوجود اسکے کہ ساتھ ساتھ بہہ رہے ہیں آپس میں کچھ غیبی رکاوٹوں کی وجہ سے اپنا وجود علیحدہ علیحدہ برقرار رکھتے ہیں۔

12.22 سمندر کی گہرائیوں میں اندھیرا

پروفیسر درگا راؤ دنیا کے جانے پہچانے ماہر بحری ارضیات ہیں اور وہ شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ (سعودی عرب) میں پروفیسر بھی رہ چکے ہیں۔(____)ان سے درج ذیل آیت مبارکہ پر تبصرہ کرنے کیلئے کہا گیا:

اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ
یَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

"یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے، اس کے اوپر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل، تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ اللہ تعالیٰ جسے نور نہ بخشے اس کیلئے پھر کوئی نور نہیں"۔ (سورۃ النور آیت 40)

پروفیسر راؤ نے کہا کہ سائنس دان صرف حال ہی میں جدید آلات کی مدد سے یہ تصدیق کرنے کے قابل ہوئے ہیں کہ سمندر کی گہرائیوں میں تاریکی ہوتی ہے۔ یہ انسان کے بس سے باہر ہے کہ وہ 20 یا 30 میٹر سے زیادہ گہرائی میں اضافی ساز و سامان اور آلات سے لیس ہوئے بغیر غوطہ لگا سکے۔ علاوہ ازیں، انسانی جسم میں اتنی قوت برداشت نہیں کہ جو 200 میٹر سے زیادہ گہرائی میں پڑنے والے آبی دباؤ کا سامنا کرتے ہوئے زندہ بھی رہ سکے۔ یہ آیت مبارک تمام سمندروں کی طرف اشارہ نہیں کرتی کیونکہ ہر سمندر کو پرت در پرت تاریکی کا حامل قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ یہ آیت مبارک بطور خاص گہرے سمندروں کی جانب متوجہ کرتی ہے کیونکہ قرآن پاک کی اس آیت

میں بھی "وسیع اور گہرے سمندر کی تاریکی" کا حوالہ دیا گیا ہے۔

عام روشنی کی ایک شعاع سات رنگوں سے مل کر بنتی ہے۔ یہ سات رنگ بالترتیب بنفشی، کاسنی، نیلا، سبز، پیلا، نارنجی، سرخ (Vibgyor) ہیں۔ روشنی کی شعاع جب پانی میں داخل ہوتی ہے تو انعطاف (Refraction) کے عمل سے گزرتی ہے۔ اوپر کے دس سے پندرہ میٹر کے دوران پانی میں سرخ رنگ جذب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی غوطہ خور پانی میں پچیس میٹر کی گہرائی تک جا پہنچے اور زخمی ہو جائے تو وہ اپنے خون میں سرخی نہیں دیکھ پائے گا کیونکہ سرخ رنگ کی روشنی اتنی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح 30 سے 50 میٹر تک کی گہرائی آتے آتے نارنجی (اورنج) روشنی بھی مکمل طور پر جذب ہو جاتی ہے پیلی روشنی 50 سے 110 میٹر تک، سبز روشنی 100 سے 200 میٹر تک، نیلی روشنی 200 میٹر سے کچھ زیادہ تک جب کہ کاسنی اور بنفشی روشنی اس سے بھی کچھ زیادہ گہرائی تک پہنچتے پہنچتے مکمل طور پر جذب ہو جاتی ہیں، پانی میں رنگوں کے اس طرح ترتیب وار غائب ہونے کی وجہ سے سمندر بھی تہہ در تہہ کر کے تاریک ہوتا چلا جاتا ہے، یعنی اندھیرے کا ظہور بھی روشنی کی پرتوں (Layers) کی شکل میں ہوتا ہے۔ 1000 میٹر سے زیادہ کی گہرائی میں مکمل اندھیرا ہوتا ہے۔ (بحوالہ ڈاکٹر ذاکر نائیک، "قرآن اور سائنس"/ اوشر از: ایلڈر اور پریما صفحہ 27)

12.23 نوعِ انسانی کے لئے شفاء

شہد کی مکھی کئی طرح کے پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے اور اسے اپنے ہی جسم کے اندر شہد میں تبدیل کرتی ہے۔ اس شہد کو وہ اپنے چھتے میں بنے خانوں (Cells) میں جمع کرتی ہے۔ آج سے صرف چند صدیاں قبل ہی انسان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ شہد اصل میں شہد کی مکھی کے پیٹ (Belly) سے نکلتا ہے، مگر یہ حقیقت قرآن پاک نے 1443 سال پہلے درج ذیل آیت

مبارکہ میں بیان کردی تھی:

ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ
مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

"ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس، اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہ پر چلتی
رہ۔ اس مکھی کے (پیٹ کے) اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے
جس میں شفا ہے لوگوں کیلئے۔ یقیناً اس میں بھی ایک نشانی ہے ان کیلئے جو
غور و فکر کرتے ہیں" (سورۃ النحل آیت 69)

یہ حقیقت جو قرآن کریم میں صدیوں پہلے بتائی گئی تھی میڈیکل سائنس نے اسے حال ہی میں تسلیم کیا ہے کہ شہد میں واقعی شفا بخش خصوصیات پائی جاتی ہیں اور یہ اوسط درجے کے دافع عفونت (اینٹی سیپٹک) کا کام بھی کرتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں روسیوں نے بھی اپنے زخمی فوجیوں کے زخم ڈھانپنے کیلئے شہد کا استعمال کیا تھا۔ شہد کی خاصیت ہے کہ یہ نمی کو برقرار رکھتا ہے اور بافتوں پر زخموں کے بہت ہی کم نشان باقی رہنے دیتا ہے۔ شہد کی کثافت (Density) کے باعث کوئی پھپھوندی یا جراثیم، زخم میں پروان نہیں چڑھ سکتے۔

سسٹر کیرول نامی ایک عیسائی راہبہ (Nun) نے برطانوی شفا خانوں میں سینے اور الزائمر کے عارضوں میں مبتلا بائیس 22 ناقابل علاج مریضوں کا علاج پروپولس (Propolis) نامی مادے سے کیا۔ شہد کی مکھیاں یہ مادہ پیدا کرتی ہیں اور اسے اپنے چھتوں کو جرثوموں کے خلاف سربند (Seal) کرنے کیلئے استعمال کرتی ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی پودے سے ہونیوالی الرجی میں مبتلا ہوجائے تو اسی پودے سے حاصل

شدہ شہداس شخص کو دیا جا سکتا ہے تا کہ وہ الرجی کے خلاف مزاحمت پیدا کر لے۔ شہد وٹامن کے اور فرکٹوز (ایک طرح کی شکر) سے بھی بھرپور ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں شہد اس کی تشکیل اور خصوصیات کے بارے میں جو علم دیا گیا ہے اسے انسان نے نزول قرآن کے صدیوں بعد اپنے تجربے اور مشاہدے سے دریافت کیا ہے۔ (بحوالہ ڈاکٹر ذاکر نائیک "قرآن اور سائنس صفحہ 57)

12.24 جنینیات (Embryology)

قرآن کریم میں انسان کی پیدائش سے متعلق جو معلومات دی گئی ہیں وہ جدید سائنس کیلئے بھی حیران کن ہیں۔ انہیں سائنسی علوم کے حوالہ سے سمجھنے کیلئے 1970 کی دہائی میں یمن کے معروف عالم، شیخ عبدالمجید الزندانی کی قیادت میں مسلمان اسکالروں کے ایک گروپ نے جنینیات (Embryology) کے بارے میں قرآن پاک اور مستند احادیث سے معلومات جمع کیں اور انہیں انگریزی میں ترجمہ کیا۔ پھر انہوں نے قرآن پاک کے ایک مشورے پر عمل کیا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْھِمْ فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ
الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

"اے نبی! ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں آدمی ہی بھیجے ہیں جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم خود نہیں جانتے"۔ (سورۃ النحل آیت 43)

جب قرآن پاک اور مستند احادیث مبارکہ سے جنینیات کے بارے میں حاصل کی گئی معلومات یکجا ہو کر انگریزی میں ترجمہ ہو گئیں تو انہیں پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور کے سامنے پیش کیا گیا۔

ڈاکٹر کیتھ مور، یونیورسٹی آف ٹورانٹو (کینیڈا) میں ڈیپارٹمنٹ آف اناٹومی کے سربراہ اور جنینیات کے پروفیسر ہیں۔ آج کل وہ جنینیات کے میدان میں مقتدر اور معتبر ترین شخصیت بھی ہیں۔

ڈاکٹر کیتھ مور نے جنینیاتی معلومات سے متعلق قرآن و حدیث سے حاصل شدہ مواد پر تقریباً 80 سوالوں کے جوابات دیئے قرآن و حدیث میں جنینیات کے حوالے سے موجود علم صرف جدید سائنسی معلومات سے ہم آہنگ ہی نہ تھا بلکہ بقول ڈاکٹر کیتھ مور اگر آج سے تیس سال پہلے مجھ سے یہی سب سوالات کیے جاتے تو سائنسی معلومات کی عدم موجودگی کے باعث میں ان میں سے آدھے سوالوں کے جوابات بالکل بھی نہیں دے سکتا تھا۔

اسی سلسلہ میں ڈاکٹر جو سمپسن، بیلر کالج آف میڈیسن، ہیوسٹن (امریکہ) میں شعبہ حمل و زچگی (آبسٹیٹر کس اینڈ گائنا کالوجی) کے چیئرمین ہیں۔ ان کا کہنا ہے "احادیث محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہی ہوئی باتیں، کسی بھی طرح مصنف کے زمانے (ساتویں صدی عیسوی) میں دستیاب سائنسی معلومات کی بنیاد پر پیش نہیں کی جا سکتی تھیں، اس سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ جنینیات (Genetics) اور مذہب (یعنی اسلام) میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ قرآن میں ایسے بیانات موجود ہیں جن کی توثیق کئی صدیوں بعد ہوئی۔ جس سے اس (یقین) کو تقویت ملتی ہے کہ قرآن کریم میں دیا گیا علم واقعی خدا کی طرف سے آیا ہے"۔

12.25 تین تاریک پردوں کی حفاظت میں رکھا گیا بطن

ماں کے بطن میں بچے کی پرورش اور رحم مادر کے متعلق قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ ؕ

بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ط ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج فَاَنّٰی تُصْرَفُوْنَ o

"اسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ پھر وہی ہے جس نے اس جان سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کیے۔ اور وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمھیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا رب ہے بادشاہی اسی کی ہے، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے۔ پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو"۔ (سورۃ الزمر آیت 6)

پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور کے مطابق قرآن پاک میں تاریکی کے جن تین پردوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

☆ شکمِ مادر کی اگلی دیوار
☆ رحم مادر کی دیوار
☆ غلاف جنین اور اس کے گرد لپٹی ہوئی جھلی

امریکہ میں چوٹی کے ایک سائنسدان پروفیسر مارشل جونس سے (جو فلاڈلفیا میں واقع تھومس جیفرسن یونیورسٹی میں اناٹومی ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ اور اسی یونیورسٹی میں ڈینٹل انسٹیٹیوٹ کے ڈائریکٹر بھی ہیں) یہ کہا گیا کہ وہ جنینیات کے حوالے سے آیات قرآنی پر تبصرہ کریں۔ پہلے انہوں نے کہا کہ متعدد جنینی مراحل کو بیان کرنے والی قرآنی آیات کسی بھی طرح سے اتفاق کا حاصل نہیں ہو سکتیں، اور ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس بہت ہی طاقتور خردبین رہی

ہو۔ جب انہیں یہ یاد دلایا گیا کہ قرآن کریم کا نزول 1443 سال پہلے ہوا تھا اور دنیا کی اولین خردبین بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینکڑوں سال بعد ایجاد ہوئی تھی، تو پروفیسر جونس نے اور یہ تسلیم کیا ایجاد ہونے والی اولین خردبین بھی دس گنا سے زیادہ بڑی شبیہ دکھانے کے قابل نہیں تھی اور اس کی مدد سے واضح منظر بھی اکثر دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔ بعد ازاں انہوں نے کہا:

"سر دست مجھے اس تصور میں کوئی تنازعہ دکھائی نہیں دیتا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کی آیات پڑھیں تو اس وقت یقیناً کوئی آسمانی (الہامی) قوت بھی ساتھ میں کارفرما تھی"۔ (بحوالہ ڈاکٹر ذاکر نائیک "قرآن اور سائنس" صفحہ 71-61)

12.26 نشاناتِ انگشت (Finger Prints)

نشاناتِ انگشت (Finger Prints) ہر انسان کا امتیازی نشان ہیں کوئی بھی دو آدمی نہیں جن کے فنگر پرنٹس ایک جیسے ہوں۔ اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰى قٰدِرِیْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ؕ

"کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں؟ ہم تو اس کی انگلیوں کی پور پور تک ٹھیک بنا دینے پر قادر ہیں"۔ (سورۃ القیامۃ آیت 3-4)

کفار اور ملحدین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرجانے کے بعد مٹی میں مل جاتا ہے اور اس کی ہڈیاں تک خاک کا پیوند ہو جاتی ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ قیامت کے روز اس کے جسم کا ایک ایک ذرہ دوبارہ یکجا ہو کر پہلے والی (زندہ) حالت میں واپس آ جائے۔۔۔۔ اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو روزِ محشر اس شخص کی ٹھیک ٹھیک شناخت کیونکر ہوگی؟ رب ذوالجلال نے مذکورہ بالا

آیات مبارکہ میں اسی اعتراض کا بہت واضح جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ (اللہ تعالیٰ) صرف اسی پر قدرت نہیں رکھتا کہ ریزہ ریزہ ہڈیوں کو واپس یکجا کردے۔ بلکہ اس پر بھی قادر ہے کہ ہماری انگلیوں کی پوروں تک کو دوبارہ سے پہلے والی حالت میں ٹھیک ٹھیک طور پر لے آئے۔

سوال یہ ہے کہ جب قرآن کریم انسانوں کی انفرادی شناخت کی بات کررہا ہے تو "انگلیوں کی پوروں" کا خصوصیت سے تذکرہ کیوں کررہا ہے؟ سرفرانس گالٹ کی تحقیق کے بعد 1880 میں نشانات انگشت (فنگر پرنٹس) کو شناخت کے سائنسی طریقے کا درجہ حاصل ہوا۔ آج ہم یہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں کوئی بھی دو افراد کی انگلیوں کے نشانات کا نمونہ بالکل ایک جیسا نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ ہم شکل جڑواں افراد کا بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں مجرموں کی شناخت کیلئے ان کے فنگر پرنٹس ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔

کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ آج سے 1443 سال پہلے کسے نشانات انگشت کی انفرادیت کے بارے میں معلوم تھا؟ یقیناً یہ علم رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی نہیں ہوسکتی تھی۔

(بحوالہ ڈاکٹر ذاکر نائیک "قرآن اور سائنس صفحہ 75)

12.27 جلد میں درد کے آخذے (Receptors)

پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ محسوسات اور درد وغیرہ کا انحصار صرف دماغ پر ہوتا ہے۔ البتہ حالیہ دریافتوں سے یہ معلوم ہوا کہ جلد میں درد کو محسوس کرنے والے آخذے (Receptors) ہوتے ہیں۔ اگر یہ خلیات نہ ہوں تو انسان درد کو محسوس کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

جب کوئی ڈاکٹر کسی مریض میں جلنے کے باعث پڑنے والے زخموں کا معائنہ کرتا ہے تو وہ جلنے کا درجہ (شدت) معلوم کرنے کیلئے (جلے ہوئے مقام پر) سوئی چبھو کر دیکھتا ہے۔ اگر سوئی چبھنے سے متاثرہ شخص کو درد محسوس ہوتا ہے تو ڈاکٹر کو اس پر خوشی ہوتی ہے .... کیونکہ اس کا

مطلب یہ ہوتا ہے کہ جلنے کا زخم صرف باہر کی حد تک ہے اور درد محسوس کرنے والے خلیات (درد کے آخذے) محفوظ ہیں۔ اس کے برخلاف، اگر متاثرہ شخص کو سوئی چبھنے پر درد محسوس نہ ہو تو یہ تشویشناک امر ہوتا ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جلنے سے بننے والے زخم کی گہرائی زیادہ ہے اور درد کے آخذے بھی مردہ ہو چکے ہیں۔

درج ذیل آیت مبارکہ میں قرآن کریم نے بہت واضح الفاظ میں درد کے آخذوں کی موجودگی کے بارے میں بیان فرمایا ہے:

> اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ
> جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ
> کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۵۶﴾
>
> ”جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تاکہ وہ خوب عذاب کا مزہ چکھیں۔ اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے“۔ (سورۃ النساء آیت 56)

تھائی لینڈ میں چیانگ مائی یونیورسٹی کے ڈیپارٹمنٹ آف اناٹومی کے سربراہ پروفیسر تیگا تات تیجا سان نے درد کے آخذوں پر تحقیق میں بہت وقت صرف کیا ہے۔ پہلے تو انہیں یقین ہی نہیں آیا کہ قرآن کریم نے 1443 سال پہلے اس سائنسی حقیقت کا انکشاف کر دیا ہوگا۔ بعد ازاں جب انہوں نے مذکورہ آیت قرآنی کے ترجمے کی باقاعدہ تصدیق کر لی تو وہ قرآن پاک کی سائنسی درستگی سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سعودی عرب کے شہر ریاض میں منعقدہ آٹھویں سعودی طبی کانفرنس کے موقع پر (جس کا موضوع قرآن پاک اور سنت میں سائنسی نشانیاں تھا) انہوں نے

بھرے مجمع میں فخر و انبساط کے ساتھ کہا:

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اور) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے رسول ہیں" (بحوالہ ڈاکٹر ذاکر نائیک "قرآن اور سائنس صفحہ 76)

12.28 مخلوقات لا انتہا ہیں

زیادہ دیر نہیں گزری جب انسان کا کائنات کا تصور صرف زمین تک محدود تھا اور علم کی حد ان کیلئے وہی تھی جو وہ دریافت کر چکے تھے۔ سب سے پہلے کائنات کی رفعت اور لاانتہا کو دیکھتے ہوئے مشہور سائنسدان نیوٹن نے کہا تھا کہ "میرا حال اس بچے کا سا ہے جو سمندر کے کنارے ریت کے گھروندے سے کھیل رہا ہے دریافتوں کے لئے گہرا سمندر میرے سامنے ہے"۔ قرآن نے صدیوں پہلے بتایا تھا کہ "اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلمیں بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی بن جائیں اور اس کے بعد سمندر اور بھی ہوں تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہوں گے یقیناً اللہ عزت والا حکمت والا ہے" (27)31۔ مطلب ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کی کوئی انتہا نہیں۔ ان تک کلی رسائی انسان کیلئے کبھی بھی ممکن نہیں ہوگی جب تک تحقیق کا عمل جاری رہے گا ہر روز اللہ تعالیٰ کی نئی نئی باتیں سامنے آئیں گی قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ جب انسان کی فکر بڑی محدود تھی، اس کی دنیا بڑی چھوٹی تھی، پہلی دفعہ اس نے انسانی سوچ کو لامحدود رفعت عطا کی۔ آج سائنس کی لامحدود جستجو اسی کا نتیجہ ہے اور یقین ہونا چاہیے کہ دریافت کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔

12.29 شمسی اور قمری سالوں کا حساب

جو بیسویں صدی میں دریافت ہوا

قمری سال اور شمسی سال میں بالکل صحیح (Exact) تعلق کیا ہے، یہ بیسویں صدی کی دریافت ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہوا جب سورج اور چاند کے مدار پر ان کی صحیح رفتار کا پتہ چلایا گیا اور نہایت قابل اعتبار (Accurate) کلاک کے ذریعہ وقت کی پیائش کی دسترس حاصل ہوئی۔ ان ایجادات اور سائنسی دریافتوں کے نتیجہ میں آج ہم جانتے ہیں کہ ایک شمسی سال 365 دن نہیں بلکہ 365.2422 دن کے برابر ہے اور ایک قمری سال میں 354.60394 دن ہوتے ہیں۔ اس حساب کی درستگی (Accuracy) کا اندازہ آپ اعشاریہ کے بعد آنیوالے اعداد سے لگا سکتے ہیں۔

انہی دریافتوں میں یہ بھی ہے کہ ایک قمری مہینہ میں 29.550329 دن ہوتے ہیں۔قمری اور شمسی سال میں اس قدر درست حسابی تعلق کی دریافت بیسویں صدی کا کمال ہے۔

اب ذرا قرآن کریم کی طرف آیئے۔اگر آپ کو بتایا جائے کہ اس کتاب میں قمری اور شمسی سال میں جو تعلق بیسویں صدی کے آخر میں جا کر معلوم ہوا ہے وہ 1443 سال پہلے ہی اس میں لکھ دیا گیا تھا تو کیا آپ اس بات کو تسلیم کریں گے؟ ایمانداری سے فیصلہ کریں کہ کیا آج سے چودہ سو سال پہلے انسان کو سورج اور چاند کے تعلق اس درجہ کے درست حساب کا علم تھا؟ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید کسی حساب دان کو یہ پتہ ہو کہ چاند کا سال 355 دنوں کا ہوتا ہے اور سورج کے حساب سے سال 365 دنوں کا ہوتا ہے لیکن اعشاریہ کے درجوں تک درست حساب کا تو اس وقت کیا انیسویں صدی میں بھی کسی کو پتہ نہیں تھا۔ آیئے اب دیکھیں کہ قرآن کریم میں ان دونوں میں کیا تعلق بتایا گیا تھا۔

اس کیلئے قرآن کریم کی سورۃ کہف کی آیات 7 سے 26 تک غور فرمائیں۔اصحاب کہف چند مسلمان نوجوان تھے جو اس وقت کے کافر حکمران کے تشدد سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے جہاں وہ ایک لمبی مدت گہری نیند سوئے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ اٹھایا تو زمانہ بدل چکا تھا۔اس وقت سے یہ بحث چلی آرہی تھی کہ وہ غار میں کتنا عرصہ سوتے رہے؟ کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ۔ بالآخر جب یہی سوال یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ٹیسٹ لینے

کیلئے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح الفاظ میں بتایا کہ وہ اس حالت میں 300 سال (شمسی) جوکہ 309 سال قمری کے برابر ہوتے ہیں، رہے۔ ذرا وحی الٰہی پر غور فرمایئے۔ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا "اور وہ ٹھہرے اپنے غار میں (شمسی تقویم کے مطابق) تین سو 300 سال اور (اگر قمری تقویم کے لحاظ سے پوچھتے ہو تو) نو 9 زائد کر لو"۔ اسکے بعد فرمایا قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ج لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ط مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ز "آپ فرما دیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جتنا وہ ٹھہرے۔ اس کیلئے ہی آسمانوں اور زمین کے سب غیب (کی باتیں)، وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اس کے سوا ان کا کوئی والی نہیں"۔ (25)15۔ یوں اصحاب کہف کے غار میں ٹھہرنے کی مدت دونوں شمسی اور قمری حسابوں کے مطابق بتا دی۔ یعنی اگر شمسی میں پوچھتے ہو تو یہ 300 سال تھے اور اگر قمر میں چاہتے ہو تو یہ 309 سال تھے۔

اب قرآن کریم کے اس تقویمی حساب کو جدید ترین شمسی اور قمری سالوں کے درمیان جو تعلق معلوم ہوا ہے اس حساب سے چیک کرو اور آخری اعشاریہ تک دیکھو کیا اس حساب میں کوئی فرق ہے؟

	ایام شمسی کے لحاظ سے	ایام قمری کے لحاظ سے
ایک سال میں جدید سائنس کے لحاظ سے دن	365.2422	3546039
غار میں قیام	300سال X365.2422	309 سال X354.6039
	109572.66	109572.66

سبحان اللہ! سائنس کے جدید ترین حساب اور قرآن کریم کے حساب میں کس قدر آخری اعشاریہ کی حد تک بھی صحیح صحیح مطابقت پائی گئی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی آپ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب ہے؟ اگر ایک عام سی بات کہ اصحاب کہف 300 سال

شمسی یا 309 سال قمری کی مدت تک غار میں سوئے رہے اس قدر درست اور صحیح طریقہ سے بتائی گئی ہے تو قرآن کریم کی حیات بعد الموت کی باتوں پر آپ کیسے شک کر سکتے ہیں؟ صرف وہی کریں گے جو اپنے گناہوں کی وجہ سے ہدایت کی توفیق کھو چکے ہیں۔

12.30 ارضی جغرافیہ کے متعلق معجزانہ حساب

سمندروں اور خشکی کی نسبت

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ زمین کا 75% حصہ پانی اور 25% فیصد حصہ خشکی ہے لیکن سائنسی طور پر یہ بات صحیح نہیں۔ دراصل جدید ترین سائنسی دریافتوں کے بعد پتہ چلا ہے کہ کرہ ارض پر 71.11111 حصہ پانی ہے۔ اور 28.88888 حصہ خشکی ہے۔ یہ وہ جدید ترین حساب ہے جس کا صحیح صحیح اندازہ اس وقت ہوا جب خلا سے زمین کی تصویریں لی گئیں اور جغرافیہ والوں نے ایسی ہزاروں تصویروں کی جمع تفریق کو جدید کمپیوٹروں کے ذریعے پرکھا۔ اب آپ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم کی طرف متوجہ ہوں اور تعصب چھوڑ کر ایمانداری سے فیصلہ کریں۔

سارے قرآن کریم میں لفظ بر یعنی خشکی (Land) 13 دفعہ آیا ہے اور لفظ بحر یعنی سمندر (Ocean) 32 دفعہ واقع ہوا ہے۔ اگر دونوں کو جمع کریں تو 45 ہوئے۔ اگر آپ میٹرک تک کے حساب سے واقف ہیں تو آپ کیلئے یہ دیکھنا آسان ہوگا کہ 13 خشکی اور 32 تری کی 45 کے مجموعہ سے کیا نسبت ہے۔

خشکی کی مجموعی زمینی رقبہ سے نسبت، 13 تقسیم 45 = 28.88888

تری کی مجموعی زمینی رقبہ سے نسبت، 32 تقسیم 45 = 71.11111

سبحان اللہ بتایئے کون ہے وہ جس نے سارے کے سارے قرآن کریم میں بر اور بحر کے لفظ کے چناؤ اور ان کی تعداد کو بھی اس طرح گن کر رکھا کہ وہ اصل کے مطابق ہوں؟ ماسوائے خالق کائنات جس نے زمین کو خشکی اور تر میں تقسیم کیا اور کون ہو سکتا ہے؟ اگر یہ مانتے ہو تو پھر رب العالمین نے

قرآن کریم کی سورۃ روم آیت 41 میں جو حکم دیا ہے اس پر بھی سوچ لیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ "خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا لوگوں کی اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے، تا کہ (اللہ تعالی) انہیں مزہ چکھائے ان کے بعض بداعمال کا۔ شاید کہ وہ برائی سے باز آجائیں" (41)30

اس سے اگلی آیت کریمہ 42 میں ارشاد ہے کہ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ٥ تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے۔ زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ بداعمال کی وجہ سے تم سے پہلے قوموں کا کیسا حشر ہوا تھا۔ اگر بچنا چاہتے ہو تو قرآن حکیم کی سچائی پر یقین کرو، اور اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالی اس سے اگلی آیت میں حکم دیتا ہے کہ:۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ٥ "آپ اللہ تعالی کی طرف پورے طور سے متوجہ ہو جاؤ بیشتر اس کے وہ دن بھی آجائے جس جس کا متوخر ہو جانا اللہ تعالی کی طرف سے نہ ہوگا۔ اس دن لوگ الگ الگ پھٹ جائیں گے۔ جو کفر کرتا ہے اس کے کفر کا اس پر وبال ہوگا اور جو اچھا کام کرتا ہے وہ بھی اپنے ہی (بھلے کیلئے) کرتا ہے"۔ (43-44)30

سوچئے!

یہ تو چند مثالیں ہیں، ورنہ قرآن کریم میں فطرت کے رازوں سے جو پردہ اٹھایا گیا ہے اس کے بیان کیلئے پوری کتاب چاہیے۔ اس سے بھی حیران کن اور معجز نما تو قرآن کا حسابی نظام ہے جس کی تفصیلات اسی کتاب میں آپ آگے دیکھیں گے۔ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ قرآن کریم کے حروف، اسکے الفاظ، آیات اور سورتوں کی ترکیب اور ترتیب کس طرح 1443 سال پہلے ایک

ایسے حساب کے مطابق ڈیزائن کی گئی جو آج بھی طاقتور کمپیوٹروں کے لئے مشکل ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیسے ممکن ہوا کہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے عرب جیسے پس ماندہ ملک میں ایک ایسا آدمی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتا، جس شہر میں وہ رہتا ہے وہاں جہالت اور بت پرستی کا دور دورہ ہے، جب وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو ایسی ایسی باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے جن کی گہرائی تک ماہرین عمرانیات، معاشیات، تاریخ دان، حساب دان اور سائنسدان ایک لمبے عرصہ کی تحقیقات کے بعد پہنچے ہیں؟ اس عظیم ہستی نے یہ سب کہاں سے سیکھا؟

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا٥

لوگ قرآن کریم میں کیوں غور وتدبر نہیں کرتے، کیا ان کے دلوں
پر تالے لگ چکے ہیں؟

جب لوگ اُن سے پوچھتے تو وہ صادق الامین شخص (صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم) کہتا کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتا ہوں، یہ تو میری طرف خالق کائنات کی طرف سے وحی ہوتی ہے، میں تو صرف اس کا پیغامبر ہوں۔ بے شک کائنات کا رب اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے مسلسل اپنے پیغامبر بھیجتا رہا ہے۔ جب انسانیت اس قابل ہوگئی کہ پیغام کتابی شکل میں محفوظ رہ سکتا تھا تو اس نے تمام نوع انسانی کی طرف اپنا آخری رسول (صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم) بھیج دیا۔ اس کی اطاعت رب تعالی کی اطاعت ہے اور اس پر وحی کی گئی کتاب حقیقت کا روڈ میپ (Road Map) ہے۔ یہی نجات کا راستہ ہے جو سیدھا جنت کو جاتا ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰے بِکَمَالِهٖ
کَشَفَ الدُّجٰے بِجَمَالِهٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ
صَلُّوْا عَلَیْهِ وَآلِهٖ

باب نمبر 13

قرآنِ حکیم اور حیاتیاتی سائنس

حکیم محمد سعید (شہید)

سائنسی تحقیقات نے آج طب اور علاج و معالجے کے شعبے میں امراض کے تصور اور ان کی دریافت سے ایک نئی فضا پیدا کر دی ہے۔ لیکن محققین اسلام کے لئے ان کا کوئی تصور ایسا نہیں ہے جو ثبت ہو اور ان کے اختراع کا نتیجہ کہا جا سکے۔ نباتیات، تخم کاری، نشو نما زیرِ زمین تنوں میں خوابیدگی، زراعیات، باغبانی، خرد حیاتیات، رکازیات، ارضی کیمیا، آب پاشی، فعلیات، حیات، توارث اور نوعی تبدیلی، ماحولیات اور شکل و شباہت کے علم و تصور سے متعلق سائنسی اکتشافات کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بنیادی تصور کی طرف قرآنِ کریم میں اشارے موجود نہ ہوں۔ اس سے ہرگز کسی قسم کے تو افق کا اظہار مقصود نہیں ہے بلکہ یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ قرآن سائنسی اور ایمانی ثقافت کا معلم ہے اور آج اگر اس پر ایمان رکھنے والے سائنسی تحقیق کو شجر ممنوع سمجھیں تو یہ اسلام کی اساسی تعلیمات سے انحراف و روگردانی کے مترادف ہوگا۔

یہ دُرست ہے کہ قرآنِ کریم کو صرف سائنسی تعلیمات کا سرچشمہ سمجھ کر اس کی طرف رجوع کرنا اس کی عظمت کے منافی ہے۔ لیکن اس کا یہ غور و مطالعہ اور ذوقِ طلب کے ساتھ اس سے استفادے کی کوشش ہمارے لئے زبردست سائنسی راہنمائی کی بھی موجب ہو سکتی ہے اور ہمارے وآگہی کو وہ رفعت نصیب ہو سکتی ہے جو آج اہل سائنس کو حاصل ہے، ضرورت صرف ذوقِ جستجو کی بیداری کی ہے اور آیاتِ قرآنی کی معنوی گہرائیوں تک اُترنے اور اُن کے وسیع الاطراف اطلاقات کی صلاحیت اور اہلیت کے حصول کی ہے۔

مرحوم شہید حکیم محمد سعید نے یہ پرچہ کراچی میں ہونے والے انٹرنیشنل سیمینار میں 17 جون 1987 کو زیرِ صدارت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم صدر پاکستان پڑھا تھا۔

میں ابتدا میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ کتاب ہدایت ہونے کی حیثیت سے قرآنی اشارات پوری کائنات پر محیط ہیں۔اس ضمن میں اولین مسئلہ حیات اور اس کی ابتداء کا ہے۔اس سلسلے میں قبل از اسلام کے سارے مفکرین درماندہ وحیراں رہے ہیں۔

سائنس صدیوں کی علمی تحقیق اور تجربے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ حیات دراصل مائی ہے اور تمام جاندار خلیات کا جزِ اعظم پانی ہے۔عہد سے پہلے سمندری کائی کا سراغ ملا ہے، اس طرح نامیاتی اشیاء کا تعلق سمندر سے بتایا گیا ہے۔

آب حیات کی ابتداء سے متعلق قرآنِ کریم کی اس آیت پر غور فرمایئے:۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ "اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا"۔(سورۃ الانبیاء، آیت 30)

اس اصولی اشارے کو اگر زیادہ گہرائی اور گیرائی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے تو اس کی جامعیت کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔پانی کا لغوی طور پر اطلاق سمندری پانی اور آب باراں دونوں پر ہوتا ہے، اور یہ دونوں عناصر حیوانی اور نباتاتی اشیاء کے لئے مبداء حیات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے معنویت کے دائرے میں رقیق اشیاء بھی آجاتی ہیں جن سے انسانوں اور حیوانوں کی زندگی کی ابتداء ہوتی ہے:۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّاءٍ "اور اللہ تعالیٰ نے ہر جان دار ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا"(سورۃ النور، آیت 45)

جس شرح وبسط کے ساتھ حیات کی ابتداء پر کتاب مبارک میں روشنی ڈالی گئی ہے۔سائنس عرصہ دراز کی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے۔قرآنِ کریم میں حیوان اور اس کی ابتداء کا تصور طبی سائنس کا بنیادی مسئلہ ہے اس لئے کہ وہ عنصر جس سے اس کی ابتداء ہوئی ہے اگر احاطہ علم سے باہر ہو تو اس کے حفظ و بقا کی ساری جدوجہد اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف

ہوگی۔اس عنصر کے علم کے بعد طب جدید میں انقلابی تغیرات پیدا ہوئے اور علاج کے سلسلہ میں ترجیحات کا تعین ہوا۔اب مختلف امراض میں جسمِ انسانی سے پانی کا غیر ضروری خروج یا ضیاع معالجوں کے لئے اولین توجہ کا مستحق قرار پاتا ہے اس لئے کہ مدارِ حیات وہی ہے۔یہ سائنسی نکتہ قرآن کریم نے بتایا ہے اور حکمائے اسلام اس کی ہدایت سے جسمِ انسانی کی اس خصوصیت کی بناء پر امراض کے علاج کے لئے دُنیائے نباتات کی طرف رجوع کرتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی مائی الاصل ہیں اور جسمِ انسانی سے ان کو یک گونہ ربط و نسبت ہے۔نیز بعض خواص میں دونوں مشترک ہیں۔

اسلامی طبی سائنس کا اہم کارنامہ نباتات کے دوائی خواص کی دریافت ہے۔اس شعبے میں ان کے سائنسی ذہن کی اختراعات کی مثال جدید سائنس کی تحقیقات میں بھی مشکل مل سکے گی، لیکن یہ واقعہ ہے کہ دُنیائے نباتات کی بیشتر اہم معلومات کی طرف سائنسی رہبری قرآنِ کریم ہی نے کی اور آج بھی زراعیات، تخم کاری، قلم کاری اور مختلف مراحل میں نباتات اور اشجار و اثمار سے متعلق سائنسی تحقیقات وہی ہیں جن کی طرف سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب میں اشارے ملتے ہیں۔مثلاً سائنسی علمی اور تحقیقی سفر کے مختلف مراحل طے کرنے کے بعد اس حقیقت تک رسائی حاصل کر سکی ہے کہ عالمِ نباتات میں توازن ہوتا ہے۔قرآنِ کریم کی یہ ہدایت بہت سے مقامات پر موجود ہے:۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ○

”اور ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اُگائی“۔(سورۃ الحجر، آیت 19)

عالمِ نباتات کے متعلق قرآنِ کریم کا اہم انکشاف ان میں عملِ افزائشِ نسل کی موجودگی

ہے۔اس کے دو طریقوں کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔ایک جنسی، دوسرا غیر جنسی۔آخر الذکر افزائش نسل بالکل سادہ طریقے پر تعداد میں اضافے کا نام ہے۔یہ ایک نامیاتی وجود کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔علمائے نباتات کے نزدیک یہ بالیدگی کی ایک مخصوص کیفیت ہے۔بعض پودوں کی نامیاتی اجزاء خصوصیت کے ساتھ اسی مقصد کے لئے وضع ہوئے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن میں کلے پھوٹتے ہیں اور ان کا عمل تخم کی طرح ہوتا ہے۔ یہ بات واضح رہے کہ پودوں کے تخم، جنسی افزائش کے عمل کے واضح نتائج میں قرآن کریم میں ہے:۔

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى O

"اور اُس نے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے مختلف اقسام کی پیداوار نکالی"۔
(سورۃ طٰہٰ، آیت 53)

زوج کا قرآنی اشارہ جنسی مدِ مقابل کی طرف بھی ممکن ہے۔قرآن کریم اکثر نباتات میں ایک جوڑے کے ان اجزائے ترکیبی کا اظہار کرتا ہے:۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ O

"پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں"۔(سورۃ یٰسین، آیت 36)

اور آخری طور پر یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم کی وضاحت سے پہلے لوگ اس سائنسی حقیقت سے ناآشنا تھے اور اب اس حقیقت کے انکشاف کے بعد مزید سائنسی مطالعے

سے تخم کاری اور اعلیٰ درجے کے پھل اور پھول، نیز غلوں کی پیداوار میں اضافے اور زرعی ترقی کی نئی نئی راہیں دریافت کی جا رہی ہیں۔ ایسی ہی سائنسی اشارات قرآنی کے ضمن میں حیوانی برادری کے وجود کا بھی ذکر ہے:۔

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ

"زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہوا میں پروں سے اُڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو یہ سب تمہاری طرح کی انواع ہیں"۔(سورۃ الانعام، آیت 38)

امام فخرالدین رازی کا خیال ہے کہ یہ آیت حیوانوں کی جبلی افعال کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو، لیکن گزشتہ دس سالوں میں حیوانی طرزِ عمل کے سائنسی جائزے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حیوانی برادریاں اپنا وجود رکھتی ہیں۔ اس حقیقت کا اہم مشاہدہ شہد کی مکھیوں میں ہوا۔ انہی کے ساتھ اگر مکڑیوں اور موسمی پرندوں کو بھی ملا لیا جائے تو بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تینوں جماعتیں انتہائی ترقی یافتہ تنظیم کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ سب سے پہلے شہد کی مکھیوں سے متعلق قرآنی اشارات پر غور فرماتے ہیں:۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ O

"اور دیکھو تمہارے رب نے شہد کی مکھی پر یہ بات وحی کر دی کہ پہاڑوں میں درختوں میں ٹٹیوں پر چڑھی ہوئی بیلوں میں اپنے چھتے بنا اور ہر طرح کے پھلوں کا رس چوس اور اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ۔ اس مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا ایک شربت نکلتا ہے جس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے"۔ (سورۃ النحل، آیت 68)

اس آیت مبارک میں واضح طور پر شہد کی شفاء بخشی کا ذکر کیا گیا ہے۔شہد پر جدید سائنس والوں کی تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔اب تک اس کی تحلیل وتجزیہ کے بعد جو بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ شہد مختلف حیاتین کا ایک قدرتی اور لاثانی مرکب ہے۔نیز مختلف پھلوں کے رس کی وجہ سے اس میں جو دوائی خاصیت اور شفاء بخش اثر پیدا ہو گیا ہے اس پر حکمائے اسلام صدیوں سے تحقیق کر رہے ہیں اور ان کو یہ بنیاد قرآن کریم ہی نے فراہم کی ہے۔لیکن شہد کی مکھیوں کی حیوانی خصوصیت کا ذکر جس الفاظ میں کیا گیا ہے وہ جدید سائنس دانوں اور مختلف علوم کے ماہرین کے لئے توجہ کا مرکز ہے اور وہ یہ ہے کہ **"اپنے رب کی ہموار کی ہوئی راہوں پر چلتی رہ"۔**

اس کے سائنسی مفہوم پر گور کرتے ہوئے یہ بات نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہے کہ ایک عجیب وغریب اعصابی نظام اِن مکھیوں کو سہارا دے رہا ہے اور چلا رہا ہے۔حال ہی میں ایک سائنس دان نے لکھا ہے کہ شہد کی مکھیوں کے رقص کا انداز دوسری مکھیوں کے لئے خبر رسانی کا ایک ذریعہ ہے۔وہ دوسری مکھیوں کو اپنے طرز رقص سے پھولوں کی موجودگی کا پتا بتاتی ہیں۔یہ انداز ہ ان کے تنظیمی شعور کا مظہر ہے اور اس سے ان کے اعصابی نظام کی خصوصی ساخت کا بھی پتا چلتا ہے۔

میں نے قرآن کریم کی صرف اِن آیات کا ذکر کیا ہے جن میں طبی سائنس مثلاً تصور حیات،ابتدائے عالم،نباتات اور ان میں جاری وساری عمل،علم الحیوان اور ان کے فکر انگیز مباحث اور متنوع پہلوؤں کی طرف اشارے ہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سائنس کے دوسرے شعبوں سے متعلق اہم اور بنیادی معلومات موجود نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم تمام علوم وفنون کا سرچشمہ ہے اور انسانی زندگی کو پیش آنے والے تمام مسائل میں اس سے اصولی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔لیکن فکر ونظر کا سائنسی ہونا ضروری

ہے۔مثلاً شہد کی مکھیوں سے متعلق جس آیت کا ذکر کیا گیا ہے اس میں ہموار راہ پر چلتے رہنے کا سادہ بسیط مفہوم نہ لیا جائے بلکہ علم الحیوان کی روشنی میں حیواتی خصوصیت اور اعصابی نظام کے خصائص پر بھی غور کرنے کی کوشش کی جائے تو نئے اور نامعلوم حقائق سامنے آسکتے ہیں۔یہ مدعا ہرگز نہیں ہے کہ کسی خاص فن یا شعبہ علم کے اصول سامنے رکھ کر ان کی روشنی میں قرآن کریم کا مطالعہ کیا جائے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیات کے معنوی اطلاق کو ممکنہ طور پر دائرہ شریعت میں رہ کر موجودات و کائنات پر محیط کرنے کی کوشش کی جائے۔سابقہ دور میں مسلم مفکرین کا زاویہ نظر یہی تھا اس لئے انہوں نے قرآن کریم سے اخذ و استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے تمام سائنسی علوم و فنون کی بنیاد رکھی اور اپنے مسلسل تجربے اور مشاہدے نیز محققانہ فکر بصیرت سے تسخیر فطرت کے کارنامے انجام دیتے رہے۔کائنات کی ہر شے ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی آیت اور نشانی تھی اور وہ خود اپنے وجود کو بھی عالم اصغر تصور کرتے رہے۔ان کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن تھی اور ذہنوں پر کتاب مبین کی آیات سے حقائق ہستی کی مسلسل نمود و جلوہ گری ہوتی رہتی تھی۔علمی اور فکری زوال کی وجہ سے دین کا مفہوم محدود ہوتا گیا اور چند خاص نوعیت کے اعمال و رسوم اور روحانی معتقدات پر اس کا اطلاق ہونے لگا تو خود وہ چراغ علم و فکر جو ہم نے قرآن کریم کی رہنمائی میں فروزاں کیا تھا اس کی روشنی سے ہم محروم ہو گئے اور سائنس و مذہب کے درمیان موہوم کشمکش کے خوفناک احساس میں مبتلا ہو کر تمام مادی اور طبیعی علوم سے بیگانہ ہوتے چلے گئے۔

ہماری تاریخ شاہد ہے کہ سائنس ہمارے لئے اجنبی نہیں ہے یہ تو غور و فکر اور ادراک و تعقل کے ایک خاص رجحان کا نام ہے یہ ضروری ہے کہ ہمیں نتائج کی قطعیت پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور ہر اس تحقیق کو رد کر دینا چاہیے جو قرآن کریم کی کسی واضح ہدایت سے متصادم ہو لیکن مادی تحقیقات اور اشیائے کائنات کے سائنسی مطالعہ کا عمل نہ صرف جاری رکھنا چاہیے بلکہ اسے آیات الٰہی تک پہنچنے کی کوشش کا ایک اہم حصہ تصور کرنا چاہیے۔

سائنسی مطالعے کے نتیجے میں فطرت کے بہت سے ایسے گوشے ہمارے سامنے آئے

ہیں جن سے قرآنی حقائق زیادہ وسعت اور متنوعیت کے ساتھ ہمارے احاطہ ادراک میں آتے ہیں اور ہمارے علم و ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ تقاضائے عصر یہ ہے کہ ہم اپنے ایمان کو اعتقاد کی سطح سے علم الیقین کی بلندیوں تک پہنچانے کی کوشش کریں۔ سائنسی مطالعہ کا ذوق اس راہ میں ہمارے لئے معاون ہو سکتا ہے۔

کتابیات

1۔ محمد رفیع الدین قرآن اور علم جدید۔ لاہور، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ 1959

2۔ رضی الدین صدیقی قرآن اور سائنس، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو ہند 1946

3۔ جوہری طنطاوی، التاج المرصع بجواھر القرآن والعلوم، القاہرہ، مطبع التقدم، 1924

4۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، 1951

5۔ بوکائی مورلیس، بائبل قرآن اور سائنس، مترجم ثناء الحق صدیقی کراچی، ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ 1981

6۔ انور داؤد نیازی، علم الحیوان، بغداد، وزارۃ التربیۃ الجمہوریۃ العراقیۃ، 1979

باب 14

قرآن حکیم کا معجزانہ حسابی نظام

14.1 کائنات اور حساب

علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی کتاب کے کئی نئے نئے رنگ سامنے آرہے ہیں، جن میں سے ہر ایک منفرد معجزہ ہے لیکن بیسویں صدی کے آخر میں قرآن حکیم کا جو حسابی نظام سامنے آیا ہے اس کے سامنے انسانی عقل بالکل عاجز ہو کر رہ گئی ہے۔ کائنات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نظام بھی حساب سے خالی نہیں لیکن یہ پہلی دفعہ پتہ چلا ہے کہ اسکی کتاب کا نظام بھی ایک ایسے حساب پر قائم کیا گیا ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑے حساب دان عاجز ہیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس معجزانہ حسابی نظام کی طرف آئیں ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر ایک چیز کا کوئی ڈیزائن ہوتا ہے اور اسکے تمام نظام کا دارومدار اسی ڈیزائن پر ہی چل رہا ہوتا ہے۔ ہر ڈیزائن کی اساس اس کا حساب ہے۔ کائنات کے ڈیزائن میں بھی اس کا حساب چھپا ہوا ہے جسے پڑھنے کے لئے ہزاروں لاکھوں سائنسدان فلاسفر اور عقلمند لوگ لگے ہوئے ہیں۔ ان سائنسی تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ کائنات کے ڈیزائن کی بنیاد کچھ عجیب وغریب اعداد پر رکھی گئی ہے انہیں سائنس کی زبان میں قدرتی اکائیاں (Constants of Nature) کہا جاتا ہے، جن میں سر مو تفاوت کی گنجائش نہیں۔ مثلاً کائنات 92 عناصر پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک میں اپنی اپنی خصوصیات ہیں، ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ایٹمی وزن اور نمبر ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہر عنصر کے ایٹمی گرام میں ایٹموں کی تعداد ہمیشہ ہی 6.214×10^{-23} ہوگی۔ اسی طرح کی ایک مثال کائنات کی کشش ثقل کی اکائی ہے۔ یہ اس کے کونے کونے میں ایک ہی ہے اور اگر بفرض محال کچھ ادنیٰ سا بھی فرق ہوتا تو کائنات میں ستاروں اور زمینوں کا وجود ناممکن ہو جاتا۔ اگر یہ تھوڑی سی بھی کم ہوتی تو کائنات گیس کے گولے کی طرح پھیل کر ختم ہو جاتی اور اگر تھوڑی سی زیادہ ہوتی تو پھر

یہ اپنے ابتدائی دور ہی میں ایک انتہائی ٹھوس گولہ بن کر اپنے اوپر ہی بھنچ بھنچ کر ختم ہو گئی ہوتی۔ ایک اور عام فہم مثال الیکٹران اور پروٹون پر برقی چڑھاؤ (Electric Charge) کی ہے۔ ان دونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے مجموعی حیثیت سے ایٹم کا برقی چڑھاؤ صفر ہے۔ اگر بفرض محال ان میں نہایت معمولی سا بھی فرق ہوتا تو باہمی تناؤ (Repulsion) کی وجہ سے مادی اجسام نہ بن سکتے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں۔ اس طرح جس چیز کا بھی تجزیہ کیا جائے سائنس یہی دیکھ رہی ہے کہ خالق کائنات کے قانون میں کسی جگہ پر تبدیلی نہیں **(لا تبدیلَ لکلمة اللّٰہ)**۔ اس نے جو کچھ بھی بنا دیا ہے وہی حرف آخر ہے۔ کائنات کی اکائیاں آپس میں ایک انتہائی حساس نظام سے مربوط ہیں جن میں کسی ایک کو بھی اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جا سکتا ہے۔ مثلاً روشنی کی رفتار خلاء میں ہر طرف 3×10^8 میٹر فی سیکنڈ ہی رہے گی۔ نظام شمسی میں سیاروں کے آپس کے فاصلے مقرر ہیں اگر ان میں کوئی تبدیلی آئے تو قیامت آجائے۔ پانی سطح سمندر پر ہمیشہ $100\ C^{0}$ پر ہی ابلے گا اور صفر درجہ پر جم جائے گا، ہر عنصر کا ایٹم منفرد ہے اور اس کے اندر بنیادی ذرات کی قیمت بھی مقرر ہے، جس میں ذرہ بھر تبدیلی اس کی تمام تر خصوصیات کو بدل کر رکھ دے گی۔ زمین اپنے محور پر ساڑھے سڑسٹھ (67.5) ڈگری پر جھکی ہوئی ہے اور سورج کے گرد 365 دن 6 گھنٹے اور 44 سیکنڈ میں ایک چکر لگاتی ہے یوں ہر چیز کا حساب مقرر شدہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حساب سے خالی نہیں، سبحان اللہ! وہ خود بھی اپنے آپ کو نہایت تیز حساب دان (سریع الحساب) کا نام دیتا ہے۔ سائنس کا کام اس حساب کو دریافت کرنا ہے۔ جنہیں ہم سائنسی قوانین کہتے ہیں وہ بھی اللہ تعالےٰ کے مقرر شدہ حساب ہیں جن پر کائنات قائم ہے۔

ان اللہ سریع الحساب

”بے شک اللہ تعالیٰ نہایت تیز حساب کرنے والا ہے“۔

والشمس والقمر بحسبان

”اور سورج اور چاند ایک حساب کے ساتھ کام کر رہے ہیں“۔ (سورۃ الرحمٰن، آیت ۵۵)

اس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم جو اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام ہے وہ حساب سے کیسے خالی ہو سکتا ہے؟ اس کی بنیاد میں بھی ضرور کوئی بڑا حساب کارفرما ہونا چاہیے۔ اس حقیقت سے قرآن حکیم کے اولین مفسرین مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخوبی آگاہ تھے اور اعداد قرآن پاک کو بڑی اہمیت دیتے تھے لیکن وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ ان کے دور کے علوم کلام اللہ کی تفسیر کے لئے ناکافی تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ "زمانہ قرآن پاک کی تفسیر ہوگا"۔ یعنی زمانہ کے ساتھ ساتھ اللہ کی کتاب کی تفسیر کا علم بھی ترقی کرتا جائے گا اور واقعی وقت نے یہی ثابت کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں بیسویں عیسوی صدی کے آخر میں قرآن کریم کا جو حسابی نظام دریافت ہوا ہے وہ بھی کائنات کے حسابی نظام سے کم معجزانہ نہیں۔ ایسا ہونا قدرتی بات ہے اس لئے کہ جو خالق کائنات کا موجد ہے کلام اللہ بھی اسی کا امر ہے۔ آئیے اب اس عجیب و غریب حسابی نظام کی کچھ جھلکیاں دیکھیں۔

14.2 قرآن حکیم کی حسابی ترتیب

یہ کہ قرآن حکیم کا نظام کسی حساب پر مبنی ہے، اس کی پہلی جھلک تو اس کی ترتیب ہی سے عیاں ہے۔ یہ چھوٹی بڑی ۱۱۴ سورتوں کا مجموعہ ہے جو تقریباً تیس برابر کے پاروں میں ترتیب دی گئی ہیں۔ آپ پچھلے ابواب میں سورتوں اور پاروں کی ترتیب کے گراف سے دیکھ چکے ہیں کہ یہ ترتیب بھی یونہی نہیں بلکہ ایک نہایت حیران کن حسابی نظام کے تحت رکھی گئی ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

سورتوں اور پاروں کے درمیان گراف کس حسابی مساوات کے مطابق ہے، یہ کام تو ابھی زیرِ غور ہے اور امید ہے کہ اس کی دریافت مزید اہم حقائق کی دریافت کا باعث ہوگی، لیکن گراف کی شکل یعنی اس کا شروع میں آہستہ آہستہ اٹھنا اور آخر میں اچانک عمودی جست لگانا ظاہر کرتا ہے کہ یہ دیگر قدرتی نظاموں کی ترقی کے انداز کا عمومی عکس ہے مثلاً ایٹمی ری ایکٹروں میں عمل

یا کرہ ارض پر انسانی آبادی میں اضافے کا انداز بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے پچھلے سات ہزار سالوں کے اہم تاریخی واقعات کا تجزیہ کیا تو معلوم ہوا کہ وقت کے ساتھ ساتھ واقعات میں تیزی کا گراف بھی تقریباً قرآن الحکیم کی سورتوں اور سپاروں کے گراف سے نسبت رکھتا ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ نصر کی سائنسی انداز میں تفسیر کی تحقیق کے دوران دیکھا گیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسلام کی ۲۳ سالہ جدوجہد کے نتیجہ میں مسلمانوں کی تعداد اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کا گراف بھی قرآن پاک کی سورتوں اور سپاروں کے گراف کے مشابہ ہے۔ یوں قرآن حکیم کا ترتیبی اعجاز کئی ایک لحاظ سے قاری کے لئے سوچ کے زاویے کھولتا ہے۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کے بڑے بڑے واقعات اسی حساب کے مطابق طے پا رہے ہیں۔

14.3 کمپیوٹر پر نئی دریافتیں اور کچھ غلط فہمیاں

1970 کے بعد کمپیوٹر کے ذریعہ قرآن کریم کی تشکیل اور ترتیب کا جو معجزہ سامنے آیا ہے اس نے عقل کو دنگ کر دیا ہے۔ اس کام کا آغاز کیمسٹری کے ایک مصری ڈاکٹر راشد خلیفہ کی تحقیقات سے ہوا جو 1960 کے اوائل میں امریکہ میں آباد ہو گئے تھے اس وقت سے بہت سے مسلمان حساب دانوں، سائنسدانوں اور علماء نے اس مضمون پر تحقیقات کی ہیں اور ان کی ان کوششوں کی وجہ سے بفضل حق تعالیٰ قرآن مجید کے متعلق نئے نئے حسابی معجزات سامنے آ رہے ہیں۔ انہی علماء میں ایک معروف نام ڈاکٹر اے رشید سیال ڈی۔ ایس۔ سی (Dr. A Rashid Seyal D. Sc) کا ہے۔ انہوں نے قرآن حکیم کا انگریزی میں منظوم ترجمہ بھی کیا ہے جو 2006 میں چھپ چکا ہے۔ (Ref: www.authorhouse.com) میں نے خود بھی بساط بھر قرآن کریم کے 19 کی بنیادوں پر حسابی نظام کی جانچ پڑتال کی ہے اور کوئی غلطی نہیں پکڑ سکا ہوں۔ بعض علماء سمجھتے ہیں کہ شاید 19 کو قرآن کریم کی ریاضیاتی بنیاد بنانے کے پیچھے بہائی مذہب کے لوگوں کا ہاتھ ہو اس لئے وہ اس حسابی کلیہ کی تکفیر کرتے ہیں دراصل یہ ان کی سادہ سوچ ہے بھلا بہائی مذہب

والے قرآن کریم کی معجزانہ شان کو بڑھانے کیلئے کیوں کوشش کریں گے؟ بہر حال اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا کام لے لے۔

بہ سر مطلب آمدم، ڈاکٹر راشد خلیفہ نے 1968ء میں تمام کے تمام قرآن حکیم کے حروف اور الفاظ و آیات بالترتیب کمپیوٹر پر چڑھا دیے اور اپنے شوق کے لئے ان میں کوئی تعلق تلاش کرنا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ اس تحقیق میں اور بھی لوگ شامل ہوتے گئے۔ 1976ء تک یہ ایک باقاعدہ سکول بن چکا تھا۔ اس دوران محققین نے یہ حیرت انگیز دریافت کی کہ قرآن مجید کے حروف، الفاظ، آیات اور سورتوں کی ترتیب ایک خاص معجزانہ حساب کے مطابق ہے جس میں بنیادی حیثیت 19 کے ہندسہ کو حاصل ہے۔

راشد خلیفہ اور ان کے ساتھیوں نے اس موضوع پر کئی ایک کتابیں اور پرچے (Paper) لکھے اور مزید تحقیق کیلئے باقاعدہ ایک اکیڈمی بنا دی۔ لیکن اس شخص کے ساتھ سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہوئی کہ اپنی اس عظیم دریافت کے بعد وہ بہک گیا اور شیطان نے اس کے علمی غرور سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے ذہن میں آخری نبی ہونے کا فتور ڈال دیا اور بالآخر وہ اسی گمراہی میں 1990ء میں مر گیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے اور خاتم النبیین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں موت دے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: "**یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً**" قرآن پاک ایک اکثریت کو گمراہ کرتا ہے اور ایک دوسری اکثریت کو ہدایت بخشتا ہے لیکن گمراہ ہونے کی وجہ لوگوں کا اپنا ہی فسق ہوتا ہے۔

جیسے اوپر عرض کر چکا ہوں راشد خلیفہ کی گمراہی کی وجہ سے بعض مسلمان علماء اس کے کام کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے۔ وہ کفار کے ہاتھوں سے بھی ایسے کام کرا سکتا ہے جو اسلام کی شان و شوکت کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً یورپی زبانوں میں قرآن کریم کے تمام کے تمام اولین مترجم اسلام کے کٹر دشمن پادری ہی تھے۔ صلح حدیبیہ میں کفار مکہ کا سفیر سہیل بن عمرو تھا اور صلح کا معاہدہ اس کی حسب مرضی لکھا گیا جسے اللہ تعالیٰ "فتح مبین" فرمایا۔ قرآن کریم کے حسابی نظام کی دریافت کا ماجرا بھی کچھ ایسا ہی ہے۔

14.4 قرآن حکیم کا ہندسی نظام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام میں مختلف موقعوں پر 30 ہندسوں کا ذکر کیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1, 2, 3, 4, 5, 6, 7, 8, 9, 10

11, 12, 19, 20, 30, 40, 50, 60, 70, 80, 99, 100

200, 300, 1000, 2000, 3000, 5000, 50000, 1000000

ان میں ہر عدد کی اس لحاظ سے تو خاص اہمیت ہے ہی کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ مثلاً چھ کا ہندسہ زمین و آسمان یعنی کائنات کے سلسلہ میں اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ ایام میں ان سب کو تخلیق کیا۔ سات کا ہندسہ سات آسمانوں کے حوالہ سے کلام اللہ میں کئی بار آیا ہے لیکن ہمارے پاس اس مضمون میں یہ موقع نہیں کہ ان ہندسوں میں سے ایک ایک کی تفصیل میں جائیں اگرچہ ان میں سے ہر ایک کے مفصل فوائد کی کھوج اور ذکر ایک بہت اچھی تحقیق ہوگی اور کسی باہمت قاری کو یہ کام ضرور کرنا چاہیے۔ اس وقت ہماری دلچسپی کا حامل 19 کا ہندسہ ہے جو جدید کمپیوٹرائز تحقیقات کے مطابق قرآن کریم کی حسابی ترتیب میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ویسے کلام اللہ میں 19 کے ہندسہ کا صرف ایک دفعہ ذکر ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دوزخ کے اوپر ہم نے 19 فرشتوں کی گارڈ مقرر کی ہے۔ (سورۃ المدثر۔ آیت ۳۰)۔ یعنی 19 کے ہندسہ کا تعلق حفاظت سے ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ جدید تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ قرآن کریم کے ترتیبی نظام میں بھی ۱۹ کے ہندسہ کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ جس کا تعلق کلام اللہ کی حفاظت سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ایک طرح کا ٹیسٹ ہے جو یہ بات ثابت کرتا ہے کہ قرآن پاک میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

آیئے اب اس معجزانہ حسابی نظام کے کچھ پہلوؤں پر غور کریں۔ اور سوچیں کہ ایسے

پیچیدہ حسابی نظام کے مطابق قرآن کریم کو آج سے 14 صدیوں سے بھی پہلے کون تشکیل دے سکتا تھا؟ یہ ایک ایسا زندہ معجزہ ہے جسکا انکار کوئی متعصب سے متعصب دشمن قرآن بھی نہیں کرسکتا۔ البتہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ 19 کے ہندسہ کو کوئی تقدس حاصل ہے یہ صرف ایک حسابی بات ہے اور اسکی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک ایسا مفرد ہندسہ ہے جو اعداد میں سے پہلے اور آخری عدد سے بنا ہے جن کی جمع 10 اور 10 کی جمع 1 ہے یعنی ہر صورت میں واحد نام اللہ تعالیٰ کا باقی ہے۔

14.5 قرآن حکیم اور انیس کے ہندسہ کا کلیہ

19 کے ہندسہ کا حسابی کلیہ، اللہ کی کتاب کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اندر پنہاں ہے۔ یہ آیت مبارکہ مندرجہ ذیل حروف پر مشتمل ہے۔

ب	س	م	ا	ل	ل	ہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
ا	ل	ر	ح	م	ن	
۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	
ا	ل	ر	ح	ی	م	
۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	

ان حروف کی تعداد 19 ہے۔ یہ آیت مبارکہ چار الفاظ اللہ، اسم، رحمٰن، رحیم پر مشتمل ہے۔ معلوم ہوا کہ ان میں کوئی لفظ جس تعداد میں بھی سارے قرآن کریم میں آیا ہے وہ 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ یہاں سے اندازہ لگایا گیا کہ 19 کا ہندسہ قرآن کریم کی ساخت میں کوئی کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ مثلاً لفظ اسم سارے قرآن میں ۱۹ مرتبہ آتا ہے جو کہ ۱۹ کا حاصل ضرب ہے (19x1)۔ لفظ اللہ 2699 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو کہ 1 کے حاصل جمع سے 19 کا حاصل

ضرب ہے یعنی 1 + 142 x 19 = 2699 یہاں ایک کا بچنا ناگزیر ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کسی ہندسہ کی پابند نہیں ہو سکتی۔ اگلا لفظ الرحمٰن سارے قرآن میں 57 مرتبہ آیا ہے جو کہ 19 کا 3 سے صاف حاصل ضرب ہے۔ لفظ الرحیم 114 مرتبہ قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے جو کہ الرحمٰن کی تعداد 57 کا ڈبل ہے اور 6 سے 19 کا مکمل حاصل ضرب ہے یعنی 114 = 19 x 6

14.6 حیران کن معجزے

یہ کہ بسم اللہ میں آنے والے تمام الفاظ جتنی مرتبہ سارے قرآن میں آئے ہیں ان میں سے ہر ایک 19 کا ٹھیک حاصل ضرب ہو یہ ایک نہایت ہی غیر معمولی بات ہے۔ ایسا تبھی ممکن ہوتا اگر اس کتاب کے لکھنے والے نے اس حساب کے مطابق اپنی کتاب کو جان بوجھ کر ترتیب دیا ہوتا۔ لیکن وہ ایسے کیوں کرتا؟ اسلئے ابھی تک کوئی متعصب نقاد یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب ایک اتفاق ہے۔ لیکن معاملہ اس سے بہت زیادہ حیران کن ہی نہیں بلکہ دماغ کو ماؤف کر دینے والا ہے۔ معلوم ہوا کہ بسم اللہ والی بات تو برفانی تودے (Ice Berg) کے بیرونی نظر آنے والے معمولی حصے کی مانند ہے، نظر سے اوجھل حقائق اس سے بھی بہت زیادہ حیران کن ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے مصنف نے لازمی طور پر اپنی کتاب کی بنیاد اور ترتیب 19 کے ہندسہ پر جان بوجھ کر رکھی۔ ان میں سے مندرجہ ذیل وہ عجیب و غریب حقائق ہیں جنھیں کوئی بھی قاری آسانی سے خود بھی دیکھ سکتا ہے۔

1۔ قرآن حکیم کی سورتوں کی تعداد 114 ہے جو 19 اور 6 کا حاصل ضرب ہے۔ 19x6=114۔ اس کے علاوہ 114 کے ہندسوں کی کل حاصل جمع 4+1+1=6 ہے۔ (یاد رہے کہ قرآن کریم کے مطابق اللہ تعالیٰ نے 6 ایام میں کائنات کی تخلیق اور تکمیل کی ہے یعنی 114 میں 6 اور 19 کا جو تعلق ہے وہ قرآن حکیم اور کائنات کے آپس کے تعلق کو بھی ظاہر کرتا ہے)۔

2۔ ماسوائے سورۃ توبہ (9) کے قرآن حکیم کی ہر سورت بسم اللہ سے شروع ہوتی ہے یوں سورتوں کے آغاز میں 113 دفعہ بسم اللہ شریف آتی ہے جو 19 کا حاصل ضرب نہیں لیکن حساب برابر کرنے کے لئے اس کی کمی کو سورۃ نمل میں پورا کردیا گیا جہاں آیت مبارکہ 30 میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے خط کے حوالے سے پوری بسم اللہ شریف دہرائی گئی ہے۔ یوں پورے قرآن پاک میں 114 بسم اللہ ہوگئیں جو کہ 19 کا حاصل ضرب ہے۔

3۔ بسم اللہ اور 19 کے تعلق سے سورۃ توبہ اور سورۃ نمل کا بھی ایک عجیب معجزہ ہے۔ سورۃ توبہ کا نمبر (9) ہے جو بسم اللہ کی آیت سے شروع نہیں ہوتی اور سورت نمل کا نمبر ترتیبی (27) ہے جس میں بسم اللہ دو دفعہ آتی ہے ان دونوں کے درمیان آنیوالی سورتوں کے نمبر ترتیبی کی حاصل جمع 342 بنتی ہے جو پھر سے 19 اور 18 کا حاصل ضرب ہے خود جمع کر کے دیکھ لیں۔

+20+19+18+17+16+15+14+13+12+11+10+9)

342=19x6x3   342=(27+26+25+24+23+22+21

مزید برآں 342=3x114 یعنی قرآن پاک کی کل سورتوں کا بھی حاصل ضرب ہے۔

4۔ شاید کوئی کوڑھ مغز متعصب ابھی تک یہی کہے کہ یہ سب اتفاقات ہیں لیکن وہ اس کے متعلق کیا کہے گا کہ سورۃ نمل کی پہلی بسم اللہ اور دوسری بسم اللہ کے درمیان الفاظ کا مجموعہ بھی 342 ہی ہے جو کہ 19 اور 18 کا حاصل ضرب ہے۔ سوچے کہ ایسا کرنے کیلئے قرآن کریم کے مصنف کو کیسے لفظ لفظ اور آیت در آیت حساب کرنا پڑا ہوگا؟ کیا اس وقت کسی آدمی کیلئے ایسا کرنا ممکن ہوتا؟ لیکن یہ تو کچھ بھی نہیں آگے بڑھ کر دیکھیے، قرآن کریم میں تو یکے بعد دیگرے ایک سے ایک بڑھ کر معجزہ نظر آتا ہے۔

5۔ پہلی وحی کا اعجاز

دراصل قرآن حکیم میں ۱۹ کا کلیدی حساب کلام اللہ کی پہلی وحی ہی میں شروع ہو گیا یہ وحی "**اقرا باسم ربك الذي ــــــ**" سورت 96 کی آیات ایک تا پانچ تھی۔ اگر آپ ان پانچ آیات کے الفاظ کو گنیں تو یہ ٹھیک ۱۹ الفاظ ہیں۔ یہی نہیں، آگے دیکھئے۔ ان ۱۹ الفاظ کے حروف کی تعداد 76 ہے جو کہ ۱۹ اور ۴ کا ہی حاصل ضرب ہے 19x4=76۔

6۔ یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ سورۃ العلق جو ترتیب میں 96 ہے (جس کی پہلی 5 آیات پہلی وحی ہیں) کی کل آیات بھی 19 ہیں۔ اور دیکھئے۔ آخر قرآن پاک سے یہ سورۃ 19ویں ہے اور اس سے پہلے شروع قرآن سے 95 سورتیں ہیں جو کہ 19 اور 5 کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں یعنی 19x5=95۔ یعنی قرآن کریم کے مصنف نے پہلی وحی جس کے 19 الفاظ تھے کو 19 آیات والی سورت میں لکھا اور پہلی وحی کے حروف 76 محدود کر دیئے تاکہ 19 کا فارمولا قائم رہے۔ اور پھر اس سورت کو قرآن کی کل ترتیب میں 96 نمبر پر رکھا تاکہ اس سے پہلے 19x5=95 سورتیں اور بعد میں 19x1=19 سورتیں ہوں۔ کیا کمال ہے! کیا کوئی شخص اپنی کتاب میں ایسا کر سکے گا؟ لیکن قرآن کریم کا خالق یہی نہیں کرتا، بلکہ آگے دیکھئے۔ سورۃ 96 کے کل حروف 304 مقرر کرتا ہے تاکہ وہ بھی 19 کا حاصل ضرب ہو۔ 4 x 4 x 19 = 304۔ یہاں چار کے ہندسہ کی تکرار قابل غور ہے خاص طور پر یہ کہ اللہ، محمد، قرآن کے ناموں میں ہر ایک چار چار حروف پر مشتمل ہے۔

7۔ آخری سورت کا اعجاز

غرض قرآن حکیم کی پہلی وحی والی سورۃ 19 کے کلیدی ہندسہ کا زندہ معجزہ ہے اور یہ حسابی

کلیہ قرآن پاک کے نزول کے پہلے دن ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ پھر اسی حسابی کلیہ کے مطابق پورے 23 سال قرآن کریم اپنے حروف، الفاظ اور سورتوں کے ساتھ اترتا رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کی ہدایت کے مطابق کاتبانِ وحی سے فرما دیتے کہ فلاں آیت فلاں سورۃ کی فلاں آیت کے بعد لکھ لیں۔ کوئی کمپیوٹر نہیں، کوئی حساب دان نہیں لیکن پھر بھی قرآن حکیم اس انتہائی پیچیدہ حساب کے مطابق ترتیب پاتا گیا حتیٰ کہ آخری سورۃ نصر نمبر 110 کا نزول ہوا۔ عجیب بات یہ ہے کہ یہ سورت بھی ٹھیک 19 الفاظ پر مشتمل ہے اور اس کی پہلی آیت جس میں اللہ کی نصرت اور اسلام کی فتح کی بشارت ہے۔ "اذا جآء نصر اللّٰہ والفتح (ا، ذ، ا، ج، ا، ء، ن، ص، ر، ا، ل، ل، ہ، و، ا، ل، ف، ت، ح)" بھی ٹھیک 19 حروف کا مجموعہ ہے۔ یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورت ایک ہی حسابی قاعدہ کے لحاظ سے مرتب ہوئی (سبحان اللہ)۔

14.7 بعض صفاتی نام

یہ بات بھی قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی نام بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ کی تعداد کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔ مثلاً اگر اسم 19 مرتبہ آیا ہے تو اللہ کا صفاتی نام واحد بھی 19 ہی دفعہ آیا ہے، جہاں قرآن کریم میں اللہ کے ذاتی نام "اللہ" 2699 مرتبہ ذکر ہوا ہے وہاں "ذوالفضل العظیم" کا صفاتی نام بھی ایک کم 2699 مرتبہ ہی آیا ہے۔ "الرحمٰن" 57 مرتبہ ہے تو "مجید" بھی 57 مرتبہ ہی آتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام "جامع" "الرحیم" کے برابر 114 مرتبہ لایا گیا ہے۔

بار بار 19 کے ہندسہ کی اس تکرار کے بعد متعصب نقاد کیلئے بھی یہ کہنا کہ یہ سب اتفاقات ہیں، مشکل ہوگا، لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر قائم ہے کہ یہ حساب کون لگاتا تھا؟ کیا اپنی مدد کیلئے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ آدمی مقرر کیے ہوئے تھے جو حروف اور الفاظ کو گنتے رہتے اور پھر ایسا انتخاب کرتے کہ 19 کا فارمولا قائم رہے؟ لیکن کیا ایسا واقعی تھا؟ کیا اس

وقت یہ کسی انسان کے بس کی بات تھی؟ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ایسا کیا جا سکتا تھا تو اس کے پیچھے کرنے والے کا کیا مقصد ہوگا؟

14.8 ہوشربا حیران کن حسابی نظام

یہ تو چند سادہ سے ابتدائی حقائق کی بات تھی جنہیں ہر قاری آسانی کے ساتھ خود دیکھ سکتا ہے لیکن اصل حسابی معجزہ تو اللہ کی کتاب کے اندر ہے جس کی گنتی کے لئے بڑے بڑے کمپیوٹر چاہئیں۔ یہ وہ کمال ہے جس کے سامنے انسانی عقل انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ ہم مندرجہ ذیل میں ان معجزات کے صرف چند نمونے پیش کریں گے:

1۔ اللہ کے نام کا معجزہ

جیسا کہ ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسم ذاتی 'اللہ' قرآن کریم میں 2699 دفعہ آتا ہے عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی اس تعداد کو انیس کا ہندسہ تقسیم نہیں کر سکتا بلکہ ایک باقی بچ جاتا ہے۔ یعنی $2699 = 19 \times 142 + 1$ اور جن مقامات کا اللہ تعالیٰ کے نام سے تعلق ہے وہ ہمیشہ 19 کا حاصل ضرب جمع 1 ہی نکلتا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟

بات سیدھی سی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان پاک کسی حساب کی پابند ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ذاتی نام کا مجموعہ ایک کم ہوتا تو یہ عدد ۱۹ سے تقسیم ہو جاتا لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی احدیت کے خلاف ہوتا۔ اسلئے ایک بہرصورت باقی بچنا چاہیے کہ وہ ہر حالت میں واحد یعنی ایک ہے لیکن بدقسمت راشد خلیفہ کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی وہ اپنے فارمولا کو اللہ سے بڑا سمجھتا تھا۔ شیطان نے اسے اس طرف لگا دیا کہ قرآن کریم میں غلطی ہوئی ہے یعنی ایک نام اللہ کا زیادہ ہے چنانچہ اس نے

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حسد کی بنا پر سورۃ توبہ کی آخری دو آیات نمبر 127-128 کو قرآن کریم سے خارج کردیا اس طرح اللہ کا نام مبارک بھی نکل گیا اور کل تکرار 2698 رہ گئی جو ۱۹ کی حاصل ضرب تھی وہ خوش تھا کہ اسکا فارمولا صحیح ہوگیا لیکن راشد خلیفہ کی قسمت پھوٹ گئی وہ جہنمی ہوگیا۔(استغفراللہ)

19 x 2 x 71 = 19 x 142 + 1 = 2699

لیکن اس سے بھی عجیب تر یہ بات ہے کہ وہ تمام آیات جن میں اللہ سبحانہٗ کا نام مبارک آیا ہے اگر ان آیات کے نمبروں کو جمع کریں تو مجموعہ 118124 ہے اور وہ بھی 19 اور 6217 کا حاصل ضرب جمع ایک ہے یعنی 118124 = 19x6217+1 ۔سبحان اللہ کیا معجزہ ہے؟ کہیں بھی دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے متعلق حساب ۱۹ سے تقسیم نہیں ہوسکا بلکہ ہمیشہ ایک باقی ہے۔ بیشک

قل ھواللہ احدہ اللہ الصمد_______

2۔ سورتوں کا اعجاز

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ کلام اللہ کی 114 سورتیں تو 19 اور 6 کا حاصل ضرب ہیں ہی لیکن انتہائی متاثر کن اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ تمام سورتوں کا مجموعی عدد (1+2+3+4........+114=6555) یعنی سورتوں کے ترتیبی نمبروں کو 1 سے 114 تک جمع کرتے جائیں تو کل ٹوٹل 6555 بنتا ہے جو کہ 19 اور 345 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ 19x345=6555۔ یوں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی 114 سورتوں پر حسابی مہر ثبت کردی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کوئی ایک بھی سورت کم یا زیادہ ہے۔

3۔ لفظ قرآن کا اعجاز

قرآن حکیم کا اپنا نام مبارک "قرآن" ساری کتاب میں 58 دفعہ آیا ہے لیکن سورۃ یونس کی آیت نمبر 15 میں جس لفظ قرآن کا ذکر آیا وہ "**بقرآن غیر هذا**" یعنی "اس قرآن کے علاوہ" کے الفاظ کے ساتھ آیا ہے یعنی اس لفظ قرآن کو ہم اصل قرآن کے حساب سے غیر کریں گے یعنی مستثنیٰ ۔ یوں کلام اللہ کے قرآن کے اعداد 57 ہی ہیں جو کہ ٹھیک 19 اور 3 کا حاصل ضرب ہیں (57=19x3)

4۔ لاالہ الااللہ کا حیرت انگیز معجزہ

لاالہ الااللہ کلمہ شہادت ہے ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے "**یا ایها الناس قولو لا اله الا الله تفلحوا**" یعنی انسانی فلاح اس کلمہ کے اندر پنہاں ہے ۔ اپنے معانی کی بلندی کے لحاظ سے **لا الـه الا الله** ایک معجزانہ کلام ہے انتہائی پر اثر اور طاقتور ۔ قرآن کریم میں اسکی تکرار جس تعداد اور طریقہ سے ہوئی ہے وہ بھی ایک عجیب اعجاز والی بات ہے ۔ یہ عظیم کلمہ قرآن پاک کی ٹھیک 19 سورتوں میں آیا ہے ۔پہلی دفعہ سورۃ بقرہ کی آیت مبارک 163 میں آیا اور آخری دفعہ یہ سورۃ المزمل کی آیت مبارک 9 میں ہے ۔نہایت ہی حیران کن بات یہ ہے کہ جن سورتوں میں کلمہ شہادت آیا ہے ان کے ترتیبی نمبروں اور متعلقہ آیات کے اعداد کی جمع بھی 19 کا ہی حاصل ضرب ہے ۔ یہ پیچیدہ حساب مندرجہ ذیل جدول میں دکھایا گیا ہے ۔اس کے

سامنے عقل بے بس ہے کہ اس قدر پیچیدہ حساب کیسے ممکن ہوا لیکن اگر حساب رکھنے والی ذات پاک لا مکان و مکاں ہو تو پھر یہ قابل سمجھ بات ہو جاتی ہے۔

جدول نمبرا

قرآن کریم میں کلمہ شہادت کا حسابی نظام

نمبر شمار	سورت نمبر	کلمہ شہادت والی آیات	سورت میں کلمہ شہادت کی تعداد
1	2بقرۃ	163, 255	2
2	3عمران	2,6,18,18	4
3	4النساء	87	1
4	6انعام	102, 106	2
5	7اعراف	158	1
6	9توبہ	31	1
7	11ھود	14	1
8	13رعد	30	1
9	20طہ	8, 98	2
10	23مومنون	116	1
11	27نمل	26	1
12	28قصص	70, 88	2
13	35فاطر	3	1
14	39زمر	6	1
15	40مومن	3, 62, 65	3
16	44دخان	8	1
17	59حشر	22, 23	2

18	64 التغابن	13	1
19	73 مزمل	9	1
حاصل جمع	507	1592	29

اب آپ ان تینوں ہندسوں 29,1592,507 کو جمع کریں تو یہ 2128 بنتا ہے جو کہ پھر سے 19 اور 112 کا حاصل ضرب ہے یعنی 2128=19x112 سبحان اللہ حساب رکھنے والے نے کیا کمال حساب رکھا ہے۔

5۔ صلوٰۃ کے لفظ کا معجزہ

لفظ صلوٰۃ جو کہ اسلام کا دوسرا ستون ہے سارے قرآن حکیم میں 67 دفعہ آیا ہے اب اگر اس میں ہم ان سورتوں اور آیات کے نمبر جن میں لفظ صلوٰۃ آتا ہے سب کو جمع کریں (یعنی ایسا ہی جدول بنائیں جیسا جدول اہے) تو ٹوٹل 4674 بنتا ہے جو کہ 19 اور 246 کا حاصل ضرب ہے 4674=19x246۔ سبحان اللہ کہ تمام اہم ارکان اسلام 19 کے حسابی کلیہ سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔

14.9 حروف مقطعات کا معجزہ

ابھی تک جو دیکھا گیا ہے وہ بھی دماغ کو ہلانے کیلئے کافی ہے لیکن حروف مقطعات کا حسابی نظام تو انسانی عقل کو مبہوت کر کے رکھ دیتا ہے۔ شماریات کی سائنس کا یہ ایسا حساب ہے کہ قرآن کریم جیسی کتاب میں اگر انسانی کاوش سے بنانا پڑے تو سینکڑوں سال لگ جائیں لیکن اسکا تو معاملہ ہی اور ہے۔ حروف مقطعات اللہ پاک کے راز ہیں جن کے معانی واضح نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کی تشریح نہیں فرمائی۔ بہرحال قرآن مجید کی 29 سورتوں کا آغاز حروف مقطعات سے ہوتا ہے۔ ان حروف کی تعداد 14 ہے جو کہ عربی حروف کا نصف ہے اور 14 ہی مرکبات کی شکل میں یہ لکھے گئے ہیں۔ کمپیوٹروں کی مدد سے کئے گئے تجزیوں نے یہ ثابت

کیا ہے کہ یہ حروف قرآن حکیم کا ایسا لاجواب معجزہ ہے جو اسی کمپیوٹر کے زمانہ میں ہی ظاہر ہو سکتا تھا۔مندرجہ ذیل میں ہم صرف چند ایک سادہ سادہ باتوں کا ذکر کریں گے۔

"اگر ہم 14 حروف مقطعات ان کے 14 مرکبات اور مقطعات والی 29 سورتوں کے اعداد کو جمع کریں یعنی 14+14+29 تو یہ 57 بنتا ہے جو کہ ٹھیک 19 اور 3 کا حاصل ضرب ہے، یہی نمبر قرآن مجید کا ہے اور لفظ مجید بھی 57 دفعہ آیا ہے۔

اگر ان تمام 29 سورتوں کے ترتیبی نمبروں کو جن کا آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے کو جمع کریں مثلاً (2 + 3 + 7.........+ 50 + 68) تو یہ حاصل جمع 822 ہے جس میں اگر 14 حروف مقطعات کو بھی جمع کر دیں تو مجموعہ 836 بنتا ہے جو کہ ٹھیک 19 اور 44 کا حاصل ضرب ہے 19x44=836۔فارمولا یہ بتاتا ہے کہ مقطعات والی سورتوں کے نمبر خصوصی طور پر مقرر شدہ ہیں۔ان میں کوئی انسانی دخل نہیں ہے۔

یہی نہیں بلکہ حروف مقطعات والی پہلی سورت نمبر 2 اور آخری سورت نمبر 68 کے درمیان اللہ تعالٰی نے 38 غیر مقطعات حروف والی سورتیں رکھی ہیں۔یہ تعداد بھی 19 اور 2 کا حاصل ضرب ہے 38 = 2 x 19۔اس سے ثابت ہوا کہ سورتوں کی ترتیب الٰہیہ ہے۔کسی انسان کیلئے ایسے حساب کے مطابق سوچنا بھی در کنار ہے۔

حروف مقطعات کے متعلق اوپر دی گئی چند باتیں تو صرف ابتدائیہ ہیں۔اصل معجزہ تو ان کے اندر ہے جس کے سامنے بڑے سے بڑے دماغ ششدر ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ کسی کتاب میں اس قدر پیچیدہ اور دشوار حساب ڈال دیا گیا جو لاجواب ہے۔چودہ سو سال پہلے تو کیا آج بھی انسانی ذرائع سے ایسا کرنا ناممکن ہے۔

آیئے ہم صرف سورۃ البقرہ کے مقطعات ال م کے حسابی نظام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ال م کے جو کچھ بھی معنی ہیں وہ اپنی جگہ پر لیکن ان تین حروف نے دنیا بھر کے علماء، سائنسدانوں اور دانشوروں پر اللہ تعالٰی کی طرف سے حجت قائم کر دی ہے کہ قرآن مجید کی تشکیل، ترتیب اور کلام میں ہرگز ہرگز کوئی انسانی دخل نہیں اور یہ خالق کائنات کا خالص کلام ہے۔اس لئے اس کی آیات سے

یونہی گذر نہ جائیں بلکہ یہ رب کائنات کے احکامات ہیں۔کمپیوٹروں کی مدد سے جب تمام قرآن کے ا،ل،اورم گنے گئے تو یہ دیکھ کر عقل مبہوت رہ گئی کہ یہ تینوں نمبر 19 کا حاصل ضرب ہیں۔

(بحوالہ مقطعات کے حسابی نظام پر راشد خلیفہ کی کتاب "Computer Speaks" پبلشر اسلامک پروڈکشن، سات سو اتنالیس، ای، سکسٹھ سٹریٹ، ٹکسن اے زیڈ ۸۵۷۱۹۔یو۔ایس۔اے)

14.10 مقطعاتی سورتوں کا اپنا معجزانہ حسابی نظام

یہاں اس کی ساری تفصیلات دینے کا موقع نہیں۔ہم یہاں صرف سادہ حروف مقطعات والی چند ایک سورتوں کے حوالہ سے قرآن حکیم کے اس عظیم اور ششدر کرنے والے حسابی نظام کی کچھ جھلکیاں پیش کررہے ہیں۔

ا۔ "ق" کا معجزہ:قرآن کریم کی سورۃ 42(شوریٰ) کے حروف مقطعات حٰــــمٓ عٓسٓقٓ ہیں جن میں حرف"ق" آتا ہے۔سورت ق(50) بھی حرف مقطعات ق سے شروع ہوتی ہے۔کمال کی بات یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے تمام الفاظ میں حرف"ق"57/ 57 دفعہ استعمال ہوا ہے جوکہ کلیہ کے عین مطابق ہے۔

سورت"ق"(50) میں پہلی آیت"ق" کے فوری بعد دوسری آیت"والقرآن المجید" ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے"ق" غالباً قرآن حکیم کے لئے آیا ہے۔اب"ق" کے حروف مقطعات والی دونوں سورتوں میں ٹوٹل"ق" کی تعداد 114 (57+57=114) بنتی ہے جوکہ کلام اللہ کی کل سورتوں کی تعداد ہے۔یاد رہے کہ بذات خود لفظ قرآن بھی کلام اللہ میں 57 دفعہ آیا ہے اور لفظ مجید بھی 19x3=57 دفعہ ہی دہرایا گیا ہے۔

ع،س،ق سے شروع ہونے والی سورت 42(شوریٰ) کل 53 آیات پر مشتمل ہے اور یوں اس سورت کا نمبر اور آیات کا مجموعہ 95 بنتا ہے(53+ 42 =95) جوکہ پھر سے 19 کا

حاصل ضرب ہے 19x5=95۔ اور دیکھئے، سورۃ نمبر 50 (ق) کی آیات 45 ہیں جن کا مجموعہ بھی 45+50=95 ہی ہے۔ کیا عجیب حساب ہے۔ (سبحان اللہ)

لیکن ق کا صحیح معنوں میں دماغ کو ہلا دینے والا (Mind Boggling) معجزہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر سورت کی 19 ویں آیت میں آنے والے تمام "ق" کا مجموعہ 76 ہے جو کہ ٹھیک ٹھیک 19 اور 4 کا حاصل ضرب ہے۔ قرآن کریم کی تشکیل و تزئین کرنے والے نے ایسے کیسے کیا اور کیوں کیا؟ اس کے متعلق اسی کی ذات پاک جانتی ہے۔ لیکن ایک بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ وہی ہے جو نبی پاک پر وحی کیا گیا۔ اگر ایک لفظ کی غلطی بھی ہو جاتی تو یہ حسابی نظام اسے فوراً پکڑ لیتا۔

2۔ "ن" کا معجزہ: سورۃ نمبر 68 (القلم) کی پہلی آیت حرف مقطعات "ن" سے شروع ہوتی ہے۔ اگر آپ اس سورۃ میں کل نونوں کی تعداد گنیں تو یہ 133 ہے جو 19 اور 7 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ 7 x 19 = 133 (سبحان اللہ) کہ قرآن کے حروف کا بھی ایک خاص حساب ہے۔

یاد رہے کہ سورت نمبر 68 (القلم) حروف مقطعات سے شروع ہونے والی آخری سورت ہے اور پہلی مقطعاتی سورت 2 تھی۔ ان دونوں سورتوں کے درمیان قرآن حکیم کی آیات کی کل تعداد 5263 تھی ہے جو کہ 19 اور 277 کا حاصل ضرب ہے۔ 277 x 19 = 5263 سبحان اللہ۔ کیسا عجیب اور زبردست نظام ہے۔

3۔ "ص" کا معجزہ: قرآن حکیم کی تین سورتوں یعنی 7 (اعراف)، 19 (مریم)، 38 (ص) میں حرف مقطعات "ص" موجود ہے۔ ان تینوں سورتوں میں حرف "ص" گن کر جمع کریں تو وہ 152 ہے جو کہ ۱۹ کے کلیہ پر پورا اترتا ہے 152 = 8 x 19۔ وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل جدول ملاحظہ فرمائیں۔

سورت نمبر	سورت	"ص" کی تعداد
7	اعراف	97
19	مریم	26
38	ص	29
کل 64		8x19=152

4۔ "یٰسٓ" کا معجزہ: سورۃ 36 یٰسٓ حروف مقطعات "ے،س" سے شروع ہوتی ہے۔اس سورت مبارکہ میں بھی وہی حساب بھر دیا گیا ہے۔ساری سورت میں حرف "ے"237 دفعہ اور حرف "س" 48 دفعہ آیا ہے۔ان دونوں کا مجموعہ 48 + 237 = 285 جو کہ 19 اور 15 کا حاصل ضرب ہے 15x19=285 (سبحان اللہ)

5۔ "حٰم" کا معجزہ: حٰم دو حروف مقطعات "ح اور م" پر مشتمل ہے اور قرآن حکیم کی کل سات سورتوں کا ان سے آغاز ہوتا ہے۔(سورت 40 سے 46) اور ان میں ح اور م کے حروف کی کل تعداد 2147 ہے جو کہ پھر سے 19 اور 113 کا حاصل ضرب ہے۔

19 x 113 =2147

مندرجہ ذیل جدول اس حساب کو دکھاتی ہے۔

سورت نمبر	ح کی تعداد	م کی تعداد	کل ح،م
40 مومن	64	380	444
41 حٰم سجدہ	48	276	324
42 شوریٰ	53	300	353
43 زخرف	44	324	368
44 دخان	16	150	166
45 جاثیہ	31	200	231

46احقاف	36	225	261
کل	292	1855	2147

6۔ ”عسق“ کا معجزہ: عسق حروف مقطعات سورت نمبر 42 (شوریٰ) کی دوسری آیت ہے۔اس سورۃ مقدسہ میں حروف ع،س،ق بالترتیب 57,54,98 دفعہ آئے ہیں جن کا کل مجموعہ 209 ہے جو کہ 19 اور 11 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے۔ 209 = 19 x 11

یہ سب کچھ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات تو اپنی جگہ اسکی املا کے حروف بھی ایک حسابی نظام کے تحت شمار کر کے استعمال ہوئے ہیں ۔یہ قرآن کریم کی صحت کا ایسا ثبوت ہے جس پر کوئی سخت سے سخت مخالف بھی شک نہیں کر سکتا اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ حروف کی سطح پر اس طرح کی کتاب میں حسابی نظام کسی بھی طرح انسانی بس کی بات نہیں یعنی قرآن حکیم سراسر اللہ کی وحی ہے۔ **تنزیل العزیز الرّحیم**۔

یہ تو قرآن پاک کے حسابی معجزہ کے ایک چھوٹے سے حصہ کی تصویر ہے۔مجموعی حیثیت میں حروف مقطعات میں قرآن حکیم کے حسابی معنوں کا ایک دریا چھپا ہوا ہے ۔ جیسے جیسے زیادہ طاقتور اور تیز کمپیوٹروں کی ایجاد ہو رہی ہے ویسے ہی قرآن حکیم میں اس پنہاں معجزہ کے مزید پہلو سامنے آ رہے ہیں۔ یہ سب 21ویں صدی کے انسان پر قرآن حکیم کی حجت ہے۔اب بھی اگر وہ اسے خالق کائنات کا کلام نہیں مانتا تو اس سے زیادہ بدقسمت اور کون ہوگا۔

14.11 انشاء میں غیر معمولی تبدیلیاں

دوران تحقیق ایک عجیب بات یہ ظاہر ہوئی کہ ۱۹ کے کوڈ کے مطابق رکھنے کیلئے بعض اوقات قرآن حکیم کے الفاظ میں کچھ غیر معمولی تبدیلی کی گئی نظر آتی ہے۔ مثلاً سورۃ ”ق“ کی تیرھویں آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ”اخوان لوطؑ“ کے طور پر لکھا ہے۔باقی سارے قرآن پاک میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لوگوں کو ”قوم لوطؑ“ کے الفاظ

سے یاد کیا گیا۔ اگر یہاں بھی لفظ ''قوم لوط'' لکھا جاتا، تو سورۃ ''ق'' میں ''ق'' کے حروف کی تعداد ۵۸ ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ حرف ''ق'' کی تعداد ۵۷ (۳x۱۹) ہی رکھنا چاہتا تھا تو الفاظ میں یہ تبدیلی کی۔

اب ذرا سورۃ اعراف کے بارے میں سوچیں کہ وہ **''المص''** سے شروع ہوتی ہے اور یہاں حرف ''ص'' کی بڑی اہمیت ہے، کہ اس سورۃ کی آیت نمبر ۶۹ کے حرف بصطۃ کی طرف دھیان دیں جس کے معنی کشادگی یا وسعت وغیرہ کے ہیں اور قرآن پاک میں ہر جگہ اس لفظ کو **بصطۃ** کے طور پر لکھا گیا جو اس کے صحیح ہجے ہیں۔ خاص کر سورۃ بقرہ کی آیت مبارکہ ۲۴۷ سے استفادہ کریں۔ جہاں پر **''بسطۃ''** لکھا گیا ہے یعنی ''ص'' کی بجائے ''س'' کا استعمال کیا گیا ہے۔ حرف ''ص'' سورۃ اعراف کے علاوہ دو اور سورتوں یعنی سورۃ ''مریم'' اور سورۃ ''ص'' کے مقطعات کے جوڑوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ سورۃ مریم کے شروع میں مقطعات **''کہیعص''** ہے جس میں ''ص'' کا لفظ بھی ہے۔ اس ساری سورۃ میں حرف ''ص'' کی تعداد 76 ہے اور سورۃ ''ص'' میں حروف ''ص'' کی تعداد 48 ہے۔ اب اگر سورۃ اعراف میں ''بصطہ'' کے ہجوں میں ''س'' کی جگہ ''ص'' کو استعمال نہ کیا جاتا تو سورۃ اعراف میں حروف ''ص'' کی تعداد 47 رہتی ہے اور ان تینوں سورتوں کے کل ''ص'' (76 + 28 + 47) کی تعداد ۱۵۱ یعنی جو کہ 19 کا حاصل ضرب نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ یہ تعداد ۱۵۲ رکھنا چاہتا تھا کہ سب ''ص'' مل کر ۱۹x۸ (۱۵۲) یعنی 18 اور 8 کا حاصل ضرب ہی رہیں۔ اس لیے سورۃ اعراف میں یہ لفظ **''بصطۃ''** کے ہجوں میں لکھا گیا ہے۔ یوں اس سورۃ اعراف میں حرف ''ص'' کی تعداد ۴۸ کر دی۔ تو کل تعداد ۱۵۲ (۲۸+۴۸+۷۶) ہو گئی۔

یہی کچھ آپ سورۃ آل عمران کی آیت مبارکہ ۹۶ میں دیکھیں گے کہ مکہ مکرمہ کو ''بکہ'' کہا گیا کہ جن سورتوں سے پہلے ''م'' کا حرف ہے۔ ان تمام سورتوں میں حرف ''م'' کی تعداد ۸۶۸۳ رکھنا مقصود تھی کہ یہ عدد ۱۹ پر تقسیم ہو سکے (۴۵۷x۱۹)=۸۶۸۳ اگر یہاں لفظ ''مکہ'' لکھتے تو تمام حروف م کی تعداد ۸۶۸۴ ہو جاتی اور یہ ہندسہ ۱۹ پر تقسیم نہ ہو سکتا۔ اس بحث سے یہ صاف ظاہر ہے

کہ سارے قرآن مجید میں حروف کا استعمال اور الفاظ کی انشاء میں ۱۹ کے ہندسہ کے کلیہ کو مدنظر رکھا گیا ہے۔

14.12 چیلنج

سوچنے کی بات ہے کہ کیا کسی انسان کے لئے اس زمانہ کے عرب میں جب قرآن حکیم نازل ہو رہا تھا اس طرح کے انتہائی پیچیدہ، ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف کا حساب لگا کر قرآن حکیم جتنی بڑی کتاب تصنیف کرنا ممکن تھا؟ یقیناً اس کا جواب نہیں میں ہی ہو سکتا ہے اور ایسا کرنا اس وقت تو کیا آج بھی "ناممکن" ہوگا۔ اگر یہ کام کسی انسان کا نہیں تو کس کا ہو سکتا ہے؟ لازمی بات ہے کہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

یوں قرآن حکیم کا حسابی نظام کلام اللہ کا ابدی زندہ معجزہ ہے اور اس بات کا ناقابل تردید ثبوت کہ یہ کتاب واقعی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اسکے بعد کوڑھ مغز متعصب لوگوں کے سوا قیامت تک کوئی عقل سلیم والا آدمی اسے جھٹلا نہیں سکتا۔ بیسویں صدی کے آخر میں اس معجزہ کی دریافت دنیا بھر کے سائنسدانوں کے لئے چیلنج ہے اور عام انسانوں پر حجت ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور بلا حیل و حجت اپنی زندگیوں کو قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق بدل ڈالیں۔

سوچیے۔ پھر سوچیے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ آج سے چودہ سو سال پہلے جب کہ اس وقت کے حساب دانوں کا حساب کا علم آج کل کے پرائمری سکول کے بچوں سے کم تھا، عرب کے صحراؤں میں ایک شخص اٹھتا ہے جو کسی سکول کا تعلیم یافتہ بھی نہیں، جب وہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زبان مبارک سے ایسے کلمات نکلنا شروع ہو جاتے ہیں جن کا فصاحت و بلاغت میں کوئی ثانی نہیں تھا۔ وہ کلام ایسا زوردار، پر اثر اور انقلاب خیز تھا کہ جو کوئی اسے سنتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا اور عرب کا کوئی بڑے سے بڑا عالم یا شاعر باوجود کھلے چیلنج کے ایک آیت بھی اس کے مقابلے میں نہ لا سکا۔ پھر لوگوں کی زندگیوں پر اسکے اثرات کا یہ حال تھا کہ

جب جاہل عربوں نے اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا تو بدوؤں سے اٹھ کر وہ مہذب ترین انسان بن گئے، اور جب قرآنی سوچ والے چند لاکھ لوگ تیار ہو گئے تو انہوں نے تیس سالوں کے اندر اندر اس وقت کی تمام معلوم شدہ دنیا پر اللہ کا حکم نافذ کر دیا، اور آج چودہ سو سال بعد بھی اسلام دنیا کا سب سے زیادہ پھیلنے والا دین ہے اور اس کے ماننے والوں کی یہ تعداد مخالفوں کے پراپیگنڈہ کے باوجود مسلسل بڑھتی ہی جا رہی ہے؟

یہ سب اپنی جگہ لاجواب تو تھا ہی لیکن اب قرآن حکیم کے حساب اور قرآن کی سائنس نے تو جدید انسان کو ششدر کر کے رکھ دیا ہے۔ کیا ان حیران کن خوبیوں اور بے حد عظیم اثرات کے بعد بھی کوئی سلیم القلب انسان اس کتاب کے من جانب اللہ تعالیٰ ہونے کے بارے میں شک کر سکتا ہے؟ بلاشبہ قرآن پاک تمام زمان و مکاں میں ایسا زندہ معجزہ ہے جو ہر قسم کی عقل و دانش والے انسان سے اپنا لوہا منواتا ہے تاکہ حق ظاہر ہو اور حجت قائم رہے۔ بیسویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی ہجری کے آخر میں قرآن حکیم کے 19 والے حسابی نظام کی دریافت اس کے معجزہ کا ایک نظارہ ہے اور اس سائنسی دور کے لئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔

حساب دان، سائنسدان، دانشور، علماء، حکماء ہر خاص و عام، مومن اور منافق، مسلمان اور کافر سبھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ چودہ سو سال پہلے تو کجا آج بھی کسی کتاب میں ایسا حسابی نظام ڈالنا انسانی بساط سے باہر ہے۔ طاقتور کمپیوٹروں کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق کسی کتاب کی تشکیل انتہائی مشکل ہو گی۔ لیکن چودہ سو سال پہلے تو یہ ہر لحاظ سے ناممکن تھا۔ خاص طور پر یہ کہ قرآن حکیم کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جسے بیٹھ کر کسی مصنف نے لکھ دیا ہو یہ تو پورے 23 سال کی لاثانی جدوجہد اور انتہائی فعال زندگی کے دوران تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا، ایسی زندگی جس میں ایک دن بھی ایسا نہیں تھا کہ صاحب قرآن آرام سے بیٹھ کر کچھ لکھ لیتے تو پھر ایسا عجیب معجزانہ حساب وہ کیسے کر سکتے تھے؟ یقیناً قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور یہ اسی کا کارنامہ ہے۔

اسکاتو ہر کام ہی معجزہ ہے اس کے لئے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ جو حساب انسان کے ایک خلیہ (Cell) بنانے میں ہے وہ اسکے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ پیچیدہ اور لمبا ہے۔ ایک معمولی جراثیم کی بناوٹ جس ڈیزائن کے مطابق ہے اسی نے سائنسدانوں کو حیران کیا ہوا ہے۔ بے شک میرے رب کی باتیں میرا رب ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد بھی جو اسے نہیں مانتا اور ایمان لانے کے بعد قرآن کریم کے احکامات پر عمل نہیں کرتا اس سے بڑھ کر اپنی جان کا دشمن اور کون ہوگا؟

14.13 19 کا ہندسہ کیوں؟

قرآن کریم کی حسابی ترکیب میں صرف 19 کا ہندسہ کیوں اس قدر معتبر ہے؟ یہ سوال اپنی جگہ کافی دلچسپی کا حامل ہے۔ سیدھا سادا جواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالی کے لئے کوئی ہندسہ اہم نہیں وہ جو چاہے استعمال کرے یہ تو اسکی قدرت کا کرشمہ ہے کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی، کمتر سے کمتر چیز کو عزت بخش دے۔ اس لحاظ سے 19 کے ہندسہ کی ماسوائے اس کے کہ اللہ تعالی نے اپنے کلام میں اسے مخصوص کر لیا، کوئی اور مذہبی اہمیت نہیں۔ پھر بھی ایک حسابدان یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے کوئی اور ہندسہ کیوں نہ چن لیا۔ اس سوال کا اصل جواب تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن عام حسابی قاعدوں کے مطابق 19 کے عدد کی کچھ ایسی خصوصیات ہیں جو دوسرے کسی عدد میں نہیں پائی جاتیں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ ہندسہ ایک اور نو کا مرکب ہے جو کہ ہندسوں میں اول اور آخر ہیں۔ اس کے ہندسوں کی جمع دس ہے (1 + 9 = 10) جس کے اعداد کی جمع ایک ہے (1+0 =1) یعنی 19 کا ہندسہ اپنے اندر وحدت کو چھپائے ہوئے ہے۔ پھر یہ بھی کہ 19 ایک ناقابل تقسیم ہندسہ ہے۔ انسان کا لڑکپن (Teens) والا زمانہ بھی ۱۹ سال کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور وہ جوانی میں قدم رکھ لیتا ہے۔ ان خوبیوں کے علاوہ بھی کائنات کے نظام میں 19 کے ہندسہ کی ایک خاص اہمیت ہے۔

مثلاً سورج، چاند اور زمین انسان کے لئے اہم ترین فلکی نظام ہیں۔ یہ تینوں ہر 19 سال بعد ایک دوسرے کے آمنے سامنے ایک لائن والی پوزیشن بناتے ہیں۔

(Ref: Encyclopeadia Judaica calender)۔ مشہور سیارچہ جسے Halley Comet کہا جاتا ہے ہر 76 سال بعد زمین پر ظاہر ہوتا ہے جو کہ 19 اور 4 کا ٹھیک حاصل ضرب ہے (76=19x4)۔ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کے اندر 209 ہڈیاں ہوتی ہیں جو کہ ٹھیک 19 اور 11 کا حاصل ضرب ہیں 11 x 19=209۔ یہ بھی حساب لگایا گیا ہے کہ تخلیق کے لمحات کے بعد بچہ، ماں کے پیٹ میں 266 دن (19 x 14) یا 38 ہفتے رہتا ہے جو کہ 19 اور 14 کا ٹھیک حاصل ضرب ہیں (Ref: Longman Medical Embryology)

یہ چند مثالیں یہ واضح کرتی ہیں کہ یہ انسان کی تخلیق اور اس کی دنیا کے اندر بھی 19 کا ہندسہ اللہ تعالیٰ کی مہر کی مانند ہے۔ شاید اسی لئے کلام اللہ کی تخلیق و ترتیب میں بھی یہی ہندسہ بنیادی نوعیت کا ہے۔ (واللہ اعلم)

14.14 یا اولی الالباب

یہ سب باتیں یقیناً حیران کن ہیں لیکن حیرانگی ہمارے مسائل کا علاج نہیں، اصل بات ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ ہم کائنات کے اس عظیم ترین معجزہ یعنی قرآن کریم کو سمجھیں، اور پھر دل وجان سے اس کے احکامات پر عمل کریں۔ اس کے دو فائدے ہیں، دنیا کی کامیابی اور آخرت کی کامیابی ۔ انتخاب اپنا اپنا۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ o

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ O ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً
مَّرْضِيَّةً O فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ O وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ O

اے نفس مطمئنہ، اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ O تم بھی راضی، وہ بھی
راضی O (وہ فرماتا ہے) پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جاؤ O
اور میری (خاص) جنت میں داخل ہو جاؤ O ' (سورۃ الفجر آیات 27-30)

مصنف کا تعارف اور ذہنی ارتقاء

سلطان بشیر محمود

ہر تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا رب ہے اور قابل بیان شان صرف خیر الانبیاء، محبوب خالق کون و مکاں، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ میں اپنی تمام تر خامیوں اور لغزشوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے ذہنی ارتقاء کی کہانی اپنے قارئین کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ شکر کا مقام ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے مسلمان والدین کے ہاں پیدا کیا اگر ایسا نہ ہوتا تو شاید میں کوئی ہندو، سکھ یا عیسائی ہوتا۔ اس لئے جو کچھ بھی آج تک میں نے اسلام کے لئے کیا ہے یہ توفیق خالصتاً اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوئی اور اس میں ہرگز میرا کوئی کمال نہیں۔ اگر وہ اس کام کا کوئی بدلہ دیتا ہے تو سراسر اس کی شان رحمت ہوگی ورنہ میرا کوئی حق نہیں۔

والد صاحب جن کا نام چوہدری محمد شریف خان ہے راجپوت قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے 1947ء میں ہندوستان کے ضلع امرتسر سے جب ہجرت کی تو میں تقریباً چھ سال کا ہوں گا۔ وہ طالب علمی کے زمانہ سے ہی سٹوڈنٹ لیڈر رہے اور اصلاح معاشرہ کے لئے ساری عمر کام کرتے رہے۔ اس لئے ان کی آمدنی کم اور خرچ زیادہ معمول کی بات تھی۔ آٹھویں جماعت تک مجھے روزانہ گاؤں سے چار میل دور پیدل سکول آنا جانا ہوتا تھا۔ ایک دفعہ جب میں نے سائیکل کے لئے بہت زیادہ اصرار کیا تو والد صاحب نے فیصلہ کن انداز میں کہا "تم پیدل ہی سکول جاؤ گے، مجھے یہ پسند نہیں کہ تمہیں آرام کی عادت پڑ جائے" واقعی بچپن کی یہ سخت زندگی میرا سرمایہ حیات بن گئی۔ میرے گاؤں کا نام لاگر تھا۔ 1950ء کی دہائی میں وہاں زندگی کی کوئی آسائش میسر نہیں تھی۔ رات کو گھر میں مٹی کا دیا جلتا تھا۔ اس کی روشنی میں والد صاحب دیر تک پڑھنے کی تلقین کرتے اور صبح جلدی اٹھا دیتے۔ میں جب بھی نیند پوری نہ ہونے کی شکایت کرتا تو کہتے "تمام بڑے لوگ رات کو دیر تک کام کرتے تھے اور صبح جلدی اٹھنے کے عادی تھے"۔ میرا بچپن یوں ہی گذر گیا۔ یہ ان کی

دعائیں اورتربیت کا نتیجہ تھا کہ ایک پس ماندہ سکول کا طالب علم ہونے کے باوجود میٹرک میں اعلیٰ نمبروں پر وظیفہ حاصل کیا۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے 1959ء میں پورے پنجاب میں تیسری پوزیشن حاصل کی اور قومی سکالرشپ لیا۔ انجینئرنگ یونیورسٹی کے آخری سال میں اگرچہ پڑھائی کے دوران ملازمت بھی کرتا تھا پھر بھی الیکٹریکل انجینئرنگ میں یونیورسٹی بھر میں اول پوزیشن حاصل کی۔ ڈگری کے بعد پہلی نوکری واپڈا کی تھی لیکن مجھے وہاں کا ماحول پسند نہ آیا اور تین ماہ بعد ہی ساڑھے سات ہزار روپیہ بانڈ منی (Bond Money) دے کر اٹامک انرجی کمیشن میں شمولیت کرلی۔ یہیں سے اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلینڈ چلا گیا اور 1965ء میں مانچسٹر یونیورسٹی سے نیوکلیئر ری ایکٹرز کنٹرول انجینئرنگ میں ایم ایس انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی اور مختلف ایٹمی ری ایکٹروں پر کام کرنے کا تجربہ حاصل کیا۔ اٹامک انرجی کی پینتیس سال کی ملازمت کے دوران بھی وہی بچپن کی محنت رہنما رہی۔ الحمدللہ، ہر روز یہی کوشش رہی ہے کہ آنے والا کل میرے آج سے بہتر ہو اور کسی دباؤ یا لالچ میں آئے بغیر اللہ کے فضل و کرم سے پوری ایمانداری سے کام کیا ہے۔ اس دوران میں نے نیوکلیئر انجینئرنگ سے متعلق بہت سے مقالہ جات لکھے کئی ایک ایجادات کیں جن میں سے بعض بین الاقوامی طور پر استعمال ہو رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اپنے ملک کی خدمت کے لئے اس نے مجھے کام کے بھی بڑے بڑے مواقع عطاء کئے اور خاموشی سے اپنی ذمہ داری کو نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اب جب کہ یہ سب کچھ اخباروں میں چھپ چکا ہے اس لئے بتایا جا سکتا ہے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کی فضل تھا کہ ۳۲ سال کی عمر میں مجھے پاکستان کے یورینیم کی افزودگی کے پروگرام کا بانی ڈائریکٹر بنایا گیا۔ جسے اب کہوٹہ پراجیکٹ کہتے ہیں اور کامیابی سے اس منصوبہ کو آگے بڑھایا۔ جولائی 1976ء کو جب پراجیکٹ بفضل حق تعالیٰ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کچھ لوگوں نے مجھ پر جھوٹے الزامات لگانے شروع کر دیئے، مثلاً یہ کہ میں مرزائی ہوں، جو کہ قطعاً غلط ہے حتیٰ کہ میرے خاندان میں بھی آگے پیچھے کوئی مرزائی نہیں ہے، یا یہ کہ میں نے پراجیکٹ کیلئے کچھ غیر ضروری مواد خرید لیا تھا وغیرہ جو کہ بعد میں غلط ثابت ہوا۔ ان حالات میں منیر احمد خان نے، جو اس وقت اٹامک انرجی کمیشن کے چیئرمین تھے، اس خطرہ کے پیش نظر کہ سائنس دانوں کی باہمی

چپقلش کی وجہ سے کہیں اس قومی اہمیت کے پراجیکٹ کو نقصان نہ پہنچ جائے ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو چارج دلا کر مجھے دوسرے ایٹمی منصوبہ جات پر تبدیل کر دیا جن میں سے ہر ایک ہماری مطلوبہ ایٹمی منزل تک پہنچنے کے لئے اہم نشان تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے خاطر خواہ کامیابی عطا فرمائی۔

۱۹۸۷ء میں جب اٹامک انرجی کے چیئرمین منیر احمد خان مرحوم نے ایٹمی میدان میں اگلی منزل کا تعین کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے پھر ایک موقع عطاء کیا کہ خوشاب ایٹمی ری ایکٹر اور دیگر متعلقہ منصوبوں کو ملکی وسائل سے ڈیزائن کر کے بناؤں۔ یہ ایک انتہائی مشکل کام تھا لیکن ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعے ہماری مدد فرمائی اور یوں ایٹمی میدان میں یہ یکتا پراجیکٹ بھی میری نگرانی میں ۱۹۹۷ء میں کامیابی سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔ اس کے بعد میں نے بفضل حق تعالیٰ ایٹمی میدان کی اگلی منازل پر کام شروع کر دیا اور خواہش یہی تھی کہ پاکستان کو اسلام کا ناقابل تسخیر قلعہ بنانے میں مجھ سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے کر گزروں لیکن اتنے میں امریکہ کے دباؤ سے تحت CTBT یعنی ایٹمی دھماکوں پر پابندی کے معاہدہ پر دستخط کرنے کی مہم چل پڑی۔ میری دانست میں CTBT کے معاہدہ پر دستخط کرنا بالآخر اپنی ایٹمی صلاحیت کو کھو دینے کے مترادف تھا، اس لئے میں نے یہ ٹھان لیا کہ ساری عمر ایٹمی منصوبوں کو بنانے میں لگائی ہے اب انشاءاللہ انہیں بچانے میں لگا دوں گا۔ چونکہ کچھ بڑے بڑے سائنسدان، شاید حکومت کے دباؤ کی وجہ سے CTBT کے حق میں بول رہے تھے اس لئے میں نے گورنمنٹ کا ملازم ہونے کے باوجود کھل کر اس کی مخالفت شروع کر دی اور وہ محب وطن قوتیں جو CTBT پر دستخط کرنے کی مخالفت کر رہی تھیں ان کا ساتھ دیا۔ اٹامک انرجی کے بعض اہم لوگ جو پہلے ہی سے مجھ سے ناراض چلے آ رہے تھے، اب جب کہ حکومت وقت بھی خلاف ہو گئی تو ان کو زچ کرنے کا مزید موقع مل گیا۔ بالآخر میرے پاس استعفیٰ دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا جسے بخوشی قبول کر لیا گیا۔ یوں ایٹمی میدان میں پاکستان کی ترقی اور دفاع کیلئے کام کرنے کے دروازے مجھ پر بند کر دیئے گئے۔

اٹامک انرجی کمیشن سے علیحدگی کے بعد میں تقریباً ایک سال لاہور میں اپنے ایک دوست میاں الیاس معراج کے حبیب وقاص گروپ آف کمپنیز میں ملازمت کرتا رہا لیکن پھر خیال

آیا کہ دنیا کے لئے بہت کام کر لیا اب بقیہ زندگی امت مسلمہ کی فلاح کیلئے خرچ کرنی چاہیے، چنانچہ اسلام اور پاکستان سے محبت رکھنے والے انتہائی قابل اور مخلص دوستوں کے ساتھ مل کر "امہ تعمیرِ نو" کو تشکیل دیا جس کے سامنے پہلا کام تباہ حال افغانستان کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا تھا تا کہ وہاں کی اسلامی حکومت کامیاب ہو اور یوں اس مثال سے دیگر ملکوں میں بھی لوگ اسلام کے عظیم اصولوں کے مطابق اپنی صنعت اور معیشت کو ترقی دے کر دنیا کو ایک خوشحال کنبہ بنانے میں مددگار ہوں۔ لیکن ہماری ان کوششوں کو جو خالصتاً اصلاحی اور تعمیری تھیں، امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے حادثہ کے بعد غلط رنگ دیا گیا اور کہا گیا کہ سلطان بشیر محمود انہیں ایٹم بم بنانے میں مدد دے رہا تھا، اور یوں مجھے اور میرے ساتھیوں کو تقریباً دو ماہ کیلئے پکڑ لیا گیا۔ اس دوران جو کچھ ہوا وہ ایک الگ داستان ہے لیکن جس طرح ہر جگہ ہمارے بھائی بہنوں نے صرف اسلامی جذبہ کے تحت ہمارے لئے دعائیں کیں وہ ایک ایمان افروز بات ہے اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ اور اسکے دین سے جو قرب نصیب ہوا اس کے لئے اپنے مالک کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اسی دوران امریکی صدر کے ایماء پر سیکورٹی کونسل نے امہ تعمیرِ نو کو بند کروا دیا۔ امہ تعمیرِ نو کے اور میرے علاوہ میرے قریبی ساتھیوں میں سے ایٹمی انجینئر عبدالمجید صاحب اور نامور صنعت کار محمد طفیل صاحب کے ذاتی اثاثے اور بینک اکاؤنٹ بھی ضبط کر لئے گئے۔ ان حالات میں جس طرح ۱۹۷۶ء میں قرآن پاک کے ذریعہ مجھے تقویت بخشی گئی اب ۲۰۰۲ء میں بھی وہی نسخہ کارگر ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ قرآن کریم کی سائنسی تفسیر کا کام جو کہ ایک عرصے سے بند پڑا تھا دوبارہ شروع ہو گیا۔ اور اب تک سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی 500 سے زائد صفحات پر مشتمل تفسیر ہزاروں کی تعداد میں بار بار چھپ چکی ہے۔ مزید کام سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء پر مکمل ہونے کو ہے دوسری طرف انگریزی زبان میں قرآن کریم کی آخری چالیس سورتوں کی تفسیر مکمل ہو کر پرنٹنگ کے مراحل میں سے گزر رہی ہے۔ دعا کرتا ہوں اور قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ سارے قرآن کریم کی سائنسی تفسیر جو جدید مسائل کا بھی حل پیش کرے مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں اس کا اہل تو نہیں ہوں لیکن رب تعالیٰ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے۔

اس لحاظ سے مجھے افسوس ہے کہ میری دینی تعلیم واجبی سی ہے قرآن مجید بھی باقاعدگی سے نہیں پڑھا تھا۔ جب 1963ء میں انگلینڈ گیا تو وہاں کے ماحول سے ردعمل کے طور پر پہلی دفعہ قرآن حکیم اور مسلم امہ سے صحیح معنوں میں محبت پیدا ہوئی۔ چنانچہ مانچسٹر یونیورسٹی میں مسلم سٹوڈنٹ ایسوسی ایشن کو قائم کیا جس کا میں پہلا جنرل سیکریٹری بھی چنا گیا اور "الاسلام" کے نام سے وہاں ایک رسالہ بھی نکالا۔ اسی دور میں میں نے قرآن مجید کو باقاعدگی سے پڑھنا شروع کیا اور اس کا تفصیلی انڈیکس بھی تیار کیا لیکن جب دیکھا کہ مولانا مودودی صاحب یہ کام پہلے ہی کر چکے ہیں تو اس پر مزید کام چھوڑ دیا۔ اسی فورم سے ہم نے مشہور امریکی مسلمان مالکم ایکس ملک شہباز کو دعوت دی اور اس کے علاوہ مشہور نومسلم جناب محمد اسد سے بھی میری ملاقات ہوئی جن کی یادیں اب تک ذہن میں باقی ہیں۔ اسی اثناء میں مانچسٹر میں "سنڈے مسلم سکول" کی بھی بنیاد رکھی جو اب باقاعدہ سکول بن چکا ہے۔

1965ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران پاکستانی سفارت خانہ کو ایک ہزار پونڈ سے زیادہ چندہ جمع کر کے دیا اور فیصلہ کیا کہ وطن واپس جا کر پاکستان کے دفاع کے لئے کچھ کیا جائے۔ نیوکلیئر انجینئرنگ میں اعلیٰ تعلیم اور ٹریننگ کی تکمیل کے بعد 1966ء میں واپس وطن آ گیا۔ میری پوسٹنگ لاہور ہوئی اور بڑا مفید کام شروع ہوا جس کے دوررس نتائج ۱۹۷۴ میں نکلنے شروع ہوئے جب پاکستان نے یورینیم کی افزودگی کا منصوبہ بنایا اور مجھے اسکا پہلا پراجیکٹ ڈائریکٹر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۶۸ میں IAEA کی طرف سے مجھے U.K اٹامک انرجی اتھارٹی کے مشہور ڈیزائن سنٹر رزلے (Rislay) میں نیوکلیئر ری ایکٹروں کے ڈیزائن پر شمولیت کا موقع مل گیا جو بڑا فائدہ مند ثابت ہوا۔ برطانیہ کے اس قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے میری تکنیکی صلاحیتوں میں بڑی برکت عطا فرمائی اور صرف ایک سال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے U.K اٹامک انرجی اتھارٹی جس کا شمار ایٹمی ٹیکنالوجی کے موجدوں میں سے ہوتا ہے، نے نیوکلیئر ری ایکٹرز پر میرے گیارہ مقالہ جات چھاپے اور تین ایجادات کے پیٹنٹ حاصل کرنے کے لئے درخواستیں دیں جو کہ ان کے نزدیک بھی کسی سائنس دان کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا۔

1969 کی آخیر میں جب واپس آنا چاہا تو ان کا اصرار تھا کہ میں وہیں رک جاؤں لیکن وطن عزیز کی محبت اور خدمت کے سامنے تمام اعزاز ہیچ ہیں۔ میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ واپس جا کر ڈیزائن انجینئرنگ کی بنیاد رکھوں گا تا کہ پاکستان میں ایٹمی صلاحیت کو فروغ دیا جاسکے، الوداعی پارٹی میں میرے انگریز ساتھی سائنس دانوں میں سے بعض نے برملا یہ کہا کہ پاکستان میں کام کے مواقع نہ ہونے کی وجہ سے میری صلاحیتیں ضائع ہو جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان کے یہ خدشات غلط ثابت ہوئے۔

میری زندگی میں 77-1976 کا سال بڑا ہنگامہ خیز رہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اس وقت میں یورینیم افزودگی کے پلانٹ کا پراجیکٹ ڈائریکٹر تھا اور دن رات اس منصوبے کو آگے بڑھانے کے لئے کام ہو رہا تھا کہ اچانک مجھ پر قادیانی ہونے کا سراسر جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگایا گیا جس کی وجہ سے مجھے پراجیکٹ سے اس وقت علیحدہ ہونا پڑا جب بفضل اللہ تعالیٰ ہماری دن رات کی محنت سے کامیابی قریب نظر آرہی تھی۔ اس تبدیلی سے مجھے کافی زیادہ ذہنی صدمہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی میرے خلاف مختلف قسم کی بے بنیاد تحقیقات کا آغاز شروع ہوگیا لیکن انہی واقعات نے میری کایا پلٹ کر رکھ دی۔ مصیبت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور سہارا نظر نہیں آیا اور دل کو صرف قرآن حکیم میں سکون ملا۔ کلام اللہ کو پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ کیوں نہ میں قرآن حکیم پر سائنٹفک انداز میں کام کروں۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو آیت در آیت سمجھ کر پڑھنا شروع کیا۔ اس کوشش کے دوران مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ مترجم حضرات اکثر کلام اللہ کے الفاظ کو ایسے معنی پہنا دیتے ہیں جو ان کی دانست میں تو صحیح ہوں گے لیکن بدقسمتی سے قرآن کریم کی روح سے وہ دور نکل جاتے ہیں۔ اس ضمن میں جب کئی ایک تراجم کا موازنہ کیا گیا تو ان کے درمیان اختلافات کو دیکھ کر یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ قرآن مجید کو اگر سمجھنا ہے تو کلام اللہ کے عربی الفاظ کے معنوں پر ڈٹ جاؤ اور اگر کسی عربی لفظ کے ایک سے زیادہ معنی ہوں تو سبھی ٹھیک ہوں گے، اس لئے کہ العلیم العزیز الحکیم جس نے یہ کتاب نازل کی ہے وہ ان معنوں کو خوب جانتا ہے۔ چنانچہ جب میں نے کلام اللہ کو سمجھنے کے لئے یہ اصول اپنایا تو مجھے اس

عظیم کتاب میں بے شمار رموز اور نئے نئے حقائق نظر آنے شروع ہوئے جو ترجموں کے غلاف میں چھپے ہوئے تھے۔ پہلی دفعہ صحیح معنوں میں احساس ہوا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی کتاب تمام علوم کے لئے ام الکتاب ہے اور جو سائنس کی انتہاء ہے وہ دراصل قرآن کریم کی ابتداء ہے۔ اسی دوران مجھ پر یہ بھی آشکار ہوا کہ فی زمانہ خط و کتابت، لٹریچر اور جدید الیکٹرانک میڈیا مثلاً ای میل اور انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعے اسلام کی بہترین خدمت ہو سکتی ہے۔ چاہے تو میرے جیسا ایک عام آدمی بھی اپنے گھر میں بیٹھے بٹھائے دور دور تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے **فانما عليك البلغ وعلينا الحساب** (سورۃ الرعد آیت ۴۰)۔ یوں تبلیغ اسلام ایک فرض بھی ہے اور سنت طیبہ بھی۔ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے مطابق صلح حدیبیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی عالمی دعوت کے لئے تقریباً دو سو پچاس خطوط اور مراسلات لکھے اور ان کے ذریعہ اس زمانہ کی اہم شخصیات کو اسلام کی دعوت دی۔ تبلیغ کا یہ طریقہ اس دور کی بھی اہم ضرورت ہے کہ علمی طور پر قرآن کریم کی تعلیمات کو دور دور تک پھیلا دیا جائے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل ترجیحات صحیح معلوم ہوئیں۔

اول۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو خود سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا

دوم۔ سیرت طیبہ کا فروغ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اصل رہنما اور انسانیت کے ہیرو ہیں، اس چیز کو دل سے ماننا اور دوسروں سے منوانا۔

سوم۔ حیات بعد الموت کی حقیقت کو واضح کرنا چونکہ اس کے بغیر دین بے معنی ہے اور انسانیت کی فلاح اسی حقیقت پر پختہ اعتقاد میں ہے۔

چہارم۔ قرآن الحکیم اور سنت نبوی کو جدید علوم کی روشنی میں سمجھنا اور ان کے ذریعہ جدید مسائل کا حل پیش کرنا۔

اس کام کو باقاعدہ طور پر کرنے کیلئے 1986ء میں قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی جس کے پلیٹ فارم سے کافی مفید کام ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ میری پہلی کتاب

"Doomsday and Life After Death" جو اس موضوع پر ایک نہایت مفید کاوش ثابت ہوئی ہے، 1987ء میں چھپی اور اس کا بڑا اچھا خیر مقدم ہوا۔ الحمدللہ! اس وقت سے یہ فاؤنڈیشن باقاعدہ کام کر رہی ہے۔ 1991 میں دنیا بھر میں سب سے پہلے "قرآن الحکیم اکیسویں صدی میں" کے موضوع پر سیمینار کرایا گیا تا کہ دانشور اور علماء مل کر بیٹھیں اور سوچیں کہ آنے والی صدی کو اسلام کی صدی کیسے بنایا جا سکتا ہے۔ اگر چہ قرآن الحکیم ریسرچ فاؤنڈیشن ایک چھوٹا سا ادارہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے اثرات کو دور دور پھیلا دیا ہے۔ اس کے کام کو بین الاقوامی طور پر جو اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ جولائی 1996 میں امریکہ کے مشہور ادارے "امریکن بائیو گرافیکل انسٹیٹیوٹ" (American Biographical Institute) نے قرآن الحکیم فاؤنڈیشن کے حوالہ سے 1986 سے 1996 تک کے ان اداروں اور لوگوں میں شامل کیا جن کے کام سے دنیا پر بہتر اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس طرح سوڈان میں 1993 میں قائم ہونے والے انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ فار ریسرچ انٹو فیتھ (International Institute of Resarch into Faith) کا ٹرسٹی ہونے کا اعزاز بھی ملا۔ سائنس اور انجینئرنگ کے شعبہ میں میری خدمات کو سراہتے ہوئے 1991 میں پاکستان اکیڈمی آف سائنسز نے گولڈ میڈل دیا اور بعد میں حکومت پاکستان نے ستارہ امتیاز کا اعزاز عطا کیا۔

دین کے ان کاموں کے ساتھ ساتھ اٹامک انرجی کے منصوبہ جات پر بھی کام ہوتا رہا۔ جو میری اول ترجیح تھے۔ لیکن کچھ اعلیٰ افسروں کا خیال تھا کہ اسلام کے لئے میری ان کاوشوں کے نتیجہ میں سرکاری کام میں حرج ہوتا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں غلط ثابت کیا اور میرے ہاتھوں سے ریکارڈ وقت میں بہت سے کام پایہ تکمیل کو پہنچے جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا کام کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ بھلا جس کے ساتھ کون و مکاں کا مالک ہو جائے اسکی رفتار اور استطاعت کا کیا کہنا۔ چنانچہ اس غرض سے کہ ایٹمی منصوبہ جات کو پاکستان میں بننا چاہیے میں نے بذات خود کم وبیش 350 کے قریب پاکستان کے صنعتی اداروں کا معائنہ کیا، ان پر کتابیں لکھیں اور بتلایا کہ پاکستان میں کیا کیا ہو سکتا ہے۔ یعنی بحیثیت

مجموعی ہمارا ملک ایک عظیم ورکشاپ ہے اور اگر انہیں استعمال کیا جائے تو یہاں سب کچھ کرنا ممکن ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ 1981 میں، میں نے پہلی دفعہ پاکستان میں کوالٹی اشورنس (Quality Assurance) کی بنیاد رکھی اور انڈسٹری کے لوگوں کی کوالٹی میں ٹریننگ کے لئے سکول قائم کیا۔ اسکے علاوہ ملکی طور پر نیوکلیئر ری ایکٹرز بنانے کے لئے مکمل منصوبہ بندی کی گئی۔ لاہور میں پاکستان کا پہلا ایٹمی پلانٹ لگایا جس کی مدد سے دوائیوں اور میڈیکل سامان میں ایٹمی شعاؤں کی مدد سے جراثیم کشی کی جاتی ہے، اسکے علاوہ پاکستان کو یورینیم کی صنعت میں خود انحصاری کے پراجیکٹوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا اور چشمہ نیوکلیر پاور پلانٹ کے لئے پاکستان سے بننے والے حصوں کی نشاندہی کی گئی، پاکستان میں ایٹمی ایندھن بنانے والے ایک منصوبے کو مکمل کیا اور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے، خوشاب جیسے غیر معمولی نیوکلیر ری ایکٹر پراجیکٹ کو پاکستان کے ذرائع سے بنایا گیا۔ مجھے یہ بتانے میں ایک روحانی خوشی ہوتی ہے کہ ان تمام بنیادی منصوبوں کی تکمیل میں قرآن کریم اور صاحب قرآن کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرتا رہا اور میں تمام تر ذمہ داری سے کہوں گا جو کچھ بھی کامیابی ہوئی وہ انہی کی مرہون منت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کوئی آدمی اپنی زندگی کا مقصد اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام بلند کرنا بنا لیتا ہے اور سچے دل سے کہتا ہے کہ "میری نماز، میری قربانی، جینا، مرنا سب رب العالمین کے لئے ہے" تو وہ ذات پاک اس آدمی کے وقت، رزق اور اولاد میں برکت عطا فرما دیتی ہے اور اس کے مسائل کو خود حل کرتی ہے۔ رب العالمین کی اس رحمت اور برکت کا مجھ سا نکما آدمی بھی گواہ ہے۔ یہ اسی کا فضل ہے کہ دن رات کی سرکاری مصروفیات کے باوجود مجھے دین کے لئے کام کرنے، کتابیں لکھنے اور اس کام کو آگے بڑھانے کے لئے بہت سا وقت مل جاتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی بھی اسلام کے لئے کام کرے گا تو عزیز الحکیم غفور الرحیم اللہ تعالیٰ دنیا کے تمام شعبے اس پر آسان کر دے گا، اس کے ذرائع میں برکت ڈال دے گا، اس کی اولاد اور دوستوں کو اس کے لئے باعث رحمت بنا دیگا۔ اگر کبھی توقعات کے خلاف بھی کام ہوا تو اس میں بھی اس کی کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔

میرے لئے یہ بات بھی بہت خوشی کی ہے کہ مجھے حبیب اللہ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر لکھنے کی توفیق ہوئی اور یوں یہ حقیر بندہ سیرت نگاروں میں شامل کرلیا گیا ہے۔ اس کتاب کا نام بزبان انگریزی "The First and the Last" ہے جو بفضل تعالیٰ مقبولیت حاصل کر رہی ہے حضرت پیر مہر علی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق میری زندگی بھی حضور رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کی مرہون منت ہے اور میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں۔

"کتھے مہر علی تے کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں"

اب اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ زندگی کا آخری سانس بھی اس کے کام کو بلند کرنے میں گزر جائے اور میری اولاد اور قیامت تک آنے والی میری تمام نسلیں رب العالمین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں لبیک لبیک کہتے ہوئے اکٹھی رہیں۔

اے اللہ ہماری لغزشوں کو معاف فرما اور اپنی طرف جانے والے سیدھے راستہ پر رکھ اور میرے دوستوں اور قارئین پر اپنا کرم کر۔ آمین!

سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز)

References Books used in this study.

1. Stephen Hawking, "A Brief History of Time", Published by Cox & Wyman Ltd. Reading, Beshkshire 1996.
2. Sultan Bashir-ud-Din, "Mechanics of The Doomsday and Life After Death", Published by Holy Quran Research Foundation. 1987.
3. Siddeeq Ahmed Nagrah, "The Truth", Published by Sang-e-Meel Publications Lahore, 2004.
4. Ivars Peterson, "Newton's Clock Chaos in The Solar System", Published by W.H. Freeman and Company New York, 1993.
5. Paul Davies, "God and The New Physics", Published by Simon & Schuster, Inc. New York.
6. Will Durant, "The Pleasures of Philosophy", Published by Services Books Club, Lahore, 1995.
7. Maryam Jameelah, "Islam in Theory and Practice", Published by Mohammad Yusuf Khan, Sant Nagar, Lahore, 1967.
8. Marcia K. Hermansen, "The Conclusive Argument for God", Published by Islamic Research Institute, Islamabad, 2003.
9. Ken Wilber, "Quantum Questions", Published by Shambhala, Boston, 2001.
10. Dr. Majid Ali Khan, "Islam On Origin and Evolution of Life", Published by Sh. Muhammad Ashraf, Booksellers & Exporters, Lahore-7, 1993.
11. James Trefil, "The Dark Side of The Universe", Published by Charles Scriber's Sons, New York.
12. Stephen Hawking, "Black Holes and Baby Universes and other Essays" Published by Simultaneously in the United State and Canada,

13. Fateh Ullah Khan, "God Universe and Man The Holy Quran and The Hereafter", Army Education Press, Lahore, 1990.
14. Muhammad Munir, "The Universe Beyond", Printed by "Pangraphics (Pvt.) Ltd., 1994.
15. Khurshid Ahmad, "Islam its Means and Message", Published by "Book Promoters (Pvt.) Ltd., Islamabad 1993
16. Shaikh Abdulkarim Parekh, "Complete Easy Dictionary of the Quran",Published by "A.S.Noordin"G.P.O.Box 10066, 50704, Kuala Lumpur (www.ansislamicbooks.com)
17. Frakn J. Tipler, "The Physics of Immortality", Published by "Doubleday" New York, 1994
18. Michel Schiff, "The Memory of Water", Published by "Thorsons", Harper Collins Publishers, 1994
19. C R Kitchen, "Journeys to the Ends of the Universe", Published Under the Adam Hilger Imprint by IOP Publishing Ltd., 1990
20. Michell J. Sienko, Robert A. Plane, "Chemistry Principles and Applications", Published by "McGraw-Hill International Book Company", 1974.
21. Edited by James L. Gould, Carol Grant Gould, "Life at the Edge", Published by "W.H. Freeman and Company"1989
22. Kurt E. Johnson, "Histology and Embryology", Published by "Wiley Medical"
23. J.Simpkins & J.I.Williams, "Advanced Biology" Published by "Mills & Boon Ltd., 1980.
24. Halliday, Resnick, Walker, "Fundamentals of Physics Extended" Published by "John Wiley & Sons, Inc. 1997.
25. Eric Chaisson, "Universe, an Evolutionary Approach to Astronomy" Published by "Prentice Hall, Englewood cliffs, New Jersey. 1988.

26. Carl Sagan, "Cosmos", Random House, Inc., New York, N.Y.10022. 1980.
27. A. Rashid Seyal D. Sc. "Poetic Stance of the Holy Quran"Author House TM 1663 Lliberty Drive, Suit 200 Bloomington, IN 47403, USA. (www.authorhouse.com) 26'Oct, 2006.
28. Islam Nabi Jafri "The Quran Holds the keys" Instant print system (Pvt) Limited, Islamabad 2006. (wwwislamjafri.com)

29. محمد منیر، "تخلیق کائنات کا عالمگیر نظریہ" مقام اشاعت، "بچن گرافکس (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اسلام آباد
30. خادم حسین تارڑ، "روحانیت اسلام اور سائنس" تارڑ پبلی کیشنز، ملتان، 1994
31. ڈاکٹر ہلوک نورباقی (ترکی) مترجم: سید محمد فیروز شاہ، "قرآنی آیات اور سائنسی حقائق" ٹائمز پبلشنگ کارپوریشن، کراچی، 1996
32. سید محمد ذاکر حسین شاہ سیالوی، "حقیقت تصوف" مطبوعہ: بزم گرافکس اسلام آباد 2004
33. محمد طاہر القادری "اسلام اور جدید سائنس" منہاج القرآن پبلیکیشنز 2007
34. سلطان بشیر محمود (ستارۂ امتیاز) "تلاش حقیقت" دارالحکمت انٹرنیشنل اسلام آباد 2008
35. ڈاکٹر ذاکر نائیک "قرآن اور سائنس" کتاب سرائے الحمد مارکیٹ غزنی سٹریٹ لاہور 2006